لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

اسوۃ الرسول ص

جلد سوم ۳

سوانح حیات مقدسہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین رسول اکرم محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از

آغاز واقعات ششم سال ہجرت تا حالات وفات حسرت آیات

مؤلفہ خان بہادر سید اولاد حیدر فوق بلگرامی

مؤلف سوانح حضرات چہاردہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین

باہتمام مرزا محمد جواد
نظامی پریس کٹہرہ اسٹار لکھنؤ میں چھپی

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین و خاتم النبیین وآلہ الطاہرین

خدا کی مہربانی اور قوم کی قدردانی سے۔ کُل دو برس کے قلیل عرصہ مین اسوۃ الرسولؐ کی دو جلدین شایع ہوکر بزرگان قوم و وطن اور ماہران علم و فن کے ملاحظہ سے مشرف ہوچکین۔ تیسرا سال آغاز ہے۔ اور تیسری کتاب بھی حاضر ہے۔

یہ بھی خدا کی شان کبریائی۔ اور قدردانان قوم کی ہمت افزائی، کہ مولف کے قلیل المحاصل و کثیر المشاغل ہونے کی موجودہ حالتون مین بھی۔ اتنی بڑی ضخیم جلدون کی طباعت و اشاعت کے سامان فراہم ہوگئے۔ اور دو ہزار صفحات زاید کی ضخامت رکھنے والی کتابین۔ اندرون و بیرون ملک۔ نہایت آسانی سے۔ ہاتھون ہاتھ پہونچ گئین۔

الحمد للہ لآلائہ والشکر لنعمائہ

دوسری جلد جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے لیکر ہجرت کے پانچ برس تک کے حالات و واقعات کا تفصیلی دفتر ہے۔ تیسری جلد ہجرت کے باقی پانچ برس دو مہینون کے حالات کا مجموعہ ہے۔ اس جلد مین جناب ختمی مرتبت علیہ وآلہ السلام والتحیۃ کے مفصل و مسلسل حالات و واقعات صلح حدیبیہ (ذی قعدہ سنہ ۶ھ) سے لیکر وفات (۲۸ صفر سنہ ۱۱ھ) تک قلمبند ہین۔ آخر مین آپ کی اولاد امجاد اور ازواج مطہرات کے مختصر حالات بھی ضمیمہ کے طور پر اضافہ کردیے گئے ہین۔

تاریخ و سیر سے دلچسپی رکھنے والے حضرات جانتے ہین کہ تاریخ اسلام مین سال یکم ہجرت سے لیکر سال ہشتم ہجرت تک اسلام کا ہشت سالہ زمانہ پُر آشوب خطرات مالی و جانی و دیگر اقسام کے مصائب و پریشانی مین گذرا ہے فتح مکہ کے وقت سے کسی قدر اطمینان و سکون حاصل ہوا جس مین تعلیم دین اور تنظیم قوم و آئین کے سیاسی انتظامات عمل مین لائے گئے۔ فرامین تبلیغ و ہدایت کے ساتھ۔ سلاطین ممالک اور رئیسان قبائل کے نام سیاسی فوائد کے نقطۂ خیال سے

باہمی مراسم و روابط اور قیام امن عام کے خطوط جاری فرمائے گئے لیکن تاہم واقعات پر تعمق کی نظر ڈالنے والے حضرات واقف ہیں کہ جناب ختمی مرتبت علیہ وآلہ الصلواۃ والتحیۃ کا یہ زمانہ بھی اندرونی مشکلات اور خانہ داری کی صعوبات سے خالی نہیں گذرا ہے۔ چونکہ ابتلا و مصائب بھی انبیاء اللہ سلام اللہ علیہم کے جزو سیرت قائم ہو چکے ہیں۔ اسلیے حضرت خاتم النبیینؐ والمرسلین کی ذات قدسی صفات ان سے کیسے مستثنے رہ سکتی تھی۔

ترتیب کتاب میں نہ کوئی نوعیت ہے اور نہ ترکیب بیان میں کوئی جدت تحریر مضامین طرز بیان اور ادائے مطالب میں عموماً وہی تفصیل و تشریح کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو قبل کی جلدون میں افہام و تفہیم کی سہولیت کی غرض خاص سے قائم ہو چکا ہے۔

انکشافات تنقیدی کا بھی وہی عنوان ہے اور طرز بیان واقعات ایلا و نزول سورہ تحریم کے اسباب واقعات حجۃ الوداع۔ نزول آیات۔ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک۔ اکملت لکم دینکم کامل تفصیل و تشریح کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ واقعات عقبہ متعلق غزوۂ تبوک۔ جنکو شبلی صاحب نے قطعاً مرفوع القلم فرما دیا ہے۔ تفصیلی حقیقت کے ساتھ مندرج کردیے گئے ہیں۔ ان مقامات خاص کے علاوہ۔ اس جلد میں بھی۔ جہان جہان شبلی صاحب کا قلم استخفاف پر جھکا ہے اور انکشاف سے رکا ہے۔ وہان وہان حقیقت کی جلوہ نمائی کردی گئی ہے فہرست و دیباچہ سے پورے حالات معلوم ہونگے۔

اخلاقیات و سیاسیات رسالت جلد چہارم میں مذکور رہیں۔

واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمٰین والصّلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ المیامین۔

احقر

سیّد اولاد حیدر عفی عنہ

کواتھ۔ ضلع آرہ۔ شریف العمارت

۲۵ صفر ۱۳۴۷ھ

فہرست مضامین اسوۃ الرسولؐ جلد سوم

اسوۃ الرسول جلد سوم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین

صلح حدیبیہ

ذی قعدہ سنہ ۶ھ

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ

صلح حدیبیہ ۔ ذیقعدہ سنہ ۶ ہجری

سنہ ۶ ہجری مین اقامت حج وعمرہ کا حکم آیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنظر سہولت وآسانی پہلے عمرہ کے ارکان مختصرہ سے اس حکم خداوندی کی تعمیل کا قصد فرمایا اس لیے کہ ارکان حج وسیع وطویل تھے ۔ اُن کی اداکاری کے لیے مکہ مین کامل تین چار دن تک قیام کی ضرورت تھی ۔ حج سے عمرہ کی ترکیب تعمیل مختصر تھی اور آسان ۔ اور دن بھر کی مدت قلیل مین بخوبی انجام ہوسکتی تھی ۔

اس تجویز مین جناب رسولخدا صلعم کی نظر کفار قریش کی عداوت اور مشرکین مکہ کی خصومت پر زیادہ تر تھی جن سے حج کیا عمرہ کے ارکان مختصرہ کے بجالانیکی بھی اجازت ملنے کی اُمید نہین تھی ۔ اس وجہسے آپنے قریش کے پاس صاف لفظون مین کہلا بھیجا کہ ہم خلاف موسم حج صرف عمرہ کے قصد سے مکہ آئینگے اور بلاقصد وخیال محاربت ومقاتلت بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوکر مدینہ واپس جائینگے ؛؛

یون توعموماً تمام عرب کو نسل ابراہیمی مین داخل ہونیکا دعویٰ تھا ۔ اور اُنکے موطن ومسکن مین اس معبد

ابراہیمی کا موجود ہونا گویا اُنکے دعوی کی تصدیق کے لیے کافی تھا۔ یہ ایک ایسا عام استحقاق تھا جسمین قبائل عدنانی کے
ساتھ عرب قحطانی بھی شامل تھے جنکا سلسلہ ابراہیمی سے وابستہ ہونا ابتک مشکوک ہے۔ بہرحال تمام عرب مین تو یہ استحقاق تعمیم کی صورت
رکھتا تھا لیکن قریش بنو اسمعیل ہونیکے اعتبار سے اسکو اپنی تخصیص خاص کا معیار قرار دیتے تھے۔ اور اس معبد ابراہیمی کی مجاورت
کو عرب کے تمام قبائل و اقوام پر اپنی مفاخرت کا اصلی اور حقیقی باعث یقین کرتے تھے۔ قریش کے اس استحقاق مخصوص مین بنی ہاشم
اور بنی عبدالمطلب کو اُس پر ترجیح حاصل تھی اور اسی ترتیب و سلسلہ سے۔ بنی ہاشم و عبدالمطلب کے موجودہ طبقہ مین اس معبد ابراہیمی
اور مذبح اسمعیلی کی مجاورت و تولیت کا اصلی حقدار اور حقیقی دعویدار اسوقت وہ بزرگوار تھا جو ابراہیم و اسمعیل کا **مایہ افتخار** اور
تمام انبیاء و مرسلین کا **سید و سردار** تھا صلی اللہ علیہ وآلہ۔ اسی استحقاق اصلی اور دعوی حقیقی کی بنا پر اُسکی شریعت **ملت
ابراہیمی** ملۃ ابیکم ابراہیم کے مخصوص نام سے موسوم کی گئی۔ اور اسکی اُمت (کان ابراہیم حنیفا مسلما) کی
مناسبت سے خاص طور پر مسلم کہلائی۔ ان دعاوی حقیقی رکھنے پر ذریت ابراہیمی کا وہ مایہ افتخار اور شریعت خلیل اللہی کا حقیقی دعویدار
اپنے خاندانی شعائر و آثار و مفاخر کو اغیار عرب اور کفار مکہ کے ہاتھون تباہ و برباد ہوتے ہوے کامل تیرہ برس تک دیکھ چکا تھا۔
اتنے دنون تک وقتی مصلحت اور خدا کی اجازت کا منتظر بنکر خاموش رہنے اور صبر کرنے پر مجبور تھا لیکن نصرت حقیقی نے اب حالت بدل دی تھی۔
داعی اسلام کے معاملات مین ضعف و اضمحلال کی جگہہ قوت و استقلال آ چلا تھا اور خود حریف مقابل متعدد معرکون مین اُسکے موجودہ
قوت و اقتدار سے متواتر شکست اُٹھا کر اسکی طاقت و استقامت کا اعتراف کر چکا تھا۔ اب کوئی وجہ نہین تھی کہ وہ اتنی قوت
و استطاعت کی موجودگی مین بھی اپنے شعائر و مآثر خاندانی کی زیارت سے محروم رکھا جاوے۔ اس بنا پر مصلحت ایزدی نے اتموا
الحج والعمرۃ نازل فرما کر اُسکو حج و زیارت حرم محترم کے لیے اذن فرما دیا۔ اور اُس **مصلح عالم** نے بھی مصلحت وقتی پر
نظر فرما کر اس فریضہ آلہی کی ادائگی پہلے ارکان عمرہ کی سہل اور آسان ترکیب تعمیل سے شروع فرمائی۔

شیدایان وطن کے جذبات

تیرہ برس کامل کی خاموشی اور صبر و سکوت کے بعد زیارت کعبہ کا حکم بالنفس النفیس جناب خیر الانام اور
مہاجرین اسلام کو کتنا غنیمت اور عزیز معلوم ہوا ہوگا اُسکا صحیح اندازہ مشکل ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مہاجرین اسلام کا مولد وطن
و مسکن اُنکے لیے مقتل تھا۔ اور اُنکے اعزہ و اقارب اُنکے قاتل لیکن تاہم حب وطن۔ فضاے دیار و مسکن۔ یاد احباب و اقارب
کے جذبات اُنکے قلوب ہجور مین نشتر زن تھے۔ اور ان تمنا و حسرت کے لا انتہا شوق برابر دامن کش دل بنا رہتے تھے حالانکہ
برادران وطن کے ہاتھون سے جتنے مظالم و مصائب یہ اُٹھا چکے تھے وہ ان جذبات کے زائل کرنیکے لیے کافی تھے
لیکن یہ حب وطن کے دلدادہ ہمیشہ مہربانان وطن کی لذت ایذا اور لطف جفا اُٹھانے کے لیے سرکیف طیار رہتے تھے۔
ان شیدایان وطن کے طبقہ مین ممتازین کے جذبات و شوق کے اظہار سے قطع نظر کر کے۔ بلال حبشی جو نہ اصلاً
عربی تھے اور نہ نسباً قریشی۔ بصرف مکہ مین پرورش پانے اور مدت تک رہجانے کی وجہ سے شیدایان وطن مین داخل

ہوگئے تھے۔اس شدت سے شوق وطن مین بیتاب وبیقرار تھے کہ اپنے موجودہ جذبات شوق مین اپنی گزشتہ ایذا وجفا کا جو اہل وطن کے ہاتھون پانچ برس پہلے اُٹھا چکے تھے کبھی خیال بھی نہین کرتے تھے مدینہ مین مکہ کو یاد کرکے بے اختیار روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ	آہ کیا وہ دن بھی کبھی ہوگا کہ مین وادی مکہ مین ایک رات
بواد وحولی اذخر وجلیل	بسر کرون اور میرے گرد وپیش اذخر اور جلیل کے خوشبودار
وھل اردن یوما میاہ مجنۃ	درخت روئیدہ ہون آہ کیا وہ دن بھی کبھی ہوگا کہ مین مجنہ
وھل یبدون شامۃ وطفیل	کے چشمہ پر اُترون اور شامہ وطفیل کو دیکھ سکون۔

ان جذبات کے علاوہ تعمیل حج وعمرہ کے لا انتہا خلوص عقاید اہل اسلام کی پرجوشی اور مسرت کے لیے کیا کم تھے۔ اور وہ اس حکم خداوندی کے بعد متمنیان زیارت کعبہ کو مدینہ مین چین نہین لینے دیتے تھے۔ اُنکے خلوص عقیدت کے اندازہ کیلیے اتنا ہی کافی ہے۔جیسا کہ علماے محققین ومحدثین نے لکھا ہے کہ اس حکم ایزدی سے حج وعمرہ کی صرف اہمیت مراد تھی نہ فرضیت۔کیونکہ اگر فرضیت مراد ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی سال فرائض حج بجا لاتے۔حالانکہ فرضیت حج کا حکم سنہ ۹ ہجری مین نازل ہوا۔اور اسی سال **آیات عشرہ** کا اعلان عام فرماکر تمام اہل اسلام کو حج کرایا گیا اور سال آیندہ خود بھی حج فرمایا گیا۔روضۃ الاحباب صفحہ ۳۳۹۔

عمرہ ہو یا حج۔اہل اسلام کو حکم خداوندی کی تعمیل کا شوق۔زیارت حرم۔طواف کعبہ کی تمنا اس حد تک پہونچ چکی تھی کہ وہ ابھی سے اسکی اہمیت کو فرضیت سمجھے تھے۔اسی خاص عالم اخلاص واعتقاد مین۔بروایت زرقانی جناب رسول خدا صلعم نے رویاے صادقہ کے خاص مناظر مین مشاہدہ فرمایا۔

انہ دخل البیت ھو واصحابہ	آپ بیت اللہ مین داخل ہوے ہین اور آپ کے
امنین محلقین رؤسھم ومقصرین ص ۱۶۳ جلد دوم	صحابہ بال مُنڈاے یا کترواے ہوے صحیح وسالم ہین۔

آپنے اس بشارت ایزدی سے تمام اہل اسلام کو خبر دی تو انکے جذبات مسرت وفرحت کی حد نہین تھی۔اُسی وقت سے آپنے عمرہ بجا لانے کا قصد فرما لیا۔

سفر حدیبیہ بالکل دوستانہ تھا

مُدبّر رسالت نے اداے عمرہ کے عزم بالجزم کے ساتھ انتہا درجہ کے حزم واحتیاط کو بھی ابتدا ہی سے مدنظر رکھا۔یہ صحیح ہے کہ اسلام سے مختلف معرکون مین قریش کا زور بالکل ٹوٹ گیا تھا۔قوت گھٹ گئی تھی حوصلے پست ہوگئے تھے۔یہ سب کچھ تھا۔مگر تاہم۔اسلام سے نفرت۔اہل اسلام سے قلبی عداوت مین ذرا بھی خم نہین آیا تھا۔اور ابھی تک وہ استیصال اسلام کی فکرون سے غافل نہین تھے اس بنا پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے محابا

اہل اسلام کی جمعیت کثیر لیکر مکہ میں چلا جانا خلاف مصلحت سمجھا۔ زرقانی لکھتے ہیں۔

قال الزھری لا یرید قتالا قال ابن اسحق و استنفر العرب من البوادی و من حوله من الاعراب لیخرجوا معه و یخشی من قریش ان یتعرضوا له بحرب او یصدوه عن البیت و ابطأ علیه کثیر من الاعراب فخرج بمن معه من المهاجرین والانصار و من لحق من العرب ساق معه الهدی واحرم بالعمرة لیامن الناس حربه و لیعلموا انه انما خرج زائرا للبیت و معظما له (صفحہ ۱۰۲ جلد ۲)

امام زہری کا قول ہے کہ آپکا اس سفر میں مطلق ارادہ جنگ نہیں تھا اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ چاروں طرف سے اور گرد و نواح سے اہل عرب بغرض رفاقت حاضر ہوئے تھے لیکن آپ کو قریش کی طرف سے اندیشہ لگا تھا کہ وہ آمادہ پیکار نہوں اور زیارت حرم محترم سے باز رکھنے کیلیے سد راہ نہوں۔ بہت سے اہل عرب آپکے ہمراہ ہو گئے لیکن آپ مہاجرین و انصار اور ان اعراب ہمراہ جو آپ سے ملحق ہو گئے تھے۔ مدینہ منورہ سے باہر نکلے قربانی کے اونٹ ہمراہ لیے عمرہ کا احرام باندھ لیا اسلیے کہ اس سامان اور اسکے دیکھکر لوگ سمجھ جائیں کہ آپ صرف حرم محترم کی زیارت و تعظیم بیت اللہ کے قصد سے تشریف لائے ہیں۔

شبلی صاحب اس میں اتنا اور اضافہ فرماتے ہیں۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ کا ارادہ کیا اور اس غرض سے کہ قریش کو کوئی احتمال نہ ہو۔ عمرہ کا احرام باندھا قربانی کے اونٹ ساتھ لیے۔ یہ بھی حکم دیا کہ کوئی شخص ہتھیار باندھ کر نہ آئے صرف تلوار جو عرب میں سفر کا ضروری آلہ سمجھی جاتی ہو۔ پاس رکھ لی جائے۔ اس میں بھی یہ شرط ہے کہ نیام میں بند ہو۔ سیرۃ النبی ص ۳۲۹ ج ۱۔

اس حزم و احتیاط کے ساتھ موکب رسالت یکم ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی زیارت کو روانہ ہوا۔ چودہ سو معتقدین کی جماعت رکاب میں حاضر تھی۔ ذوالحلیفہ میں پہونچکر جو مدینہ کی منزل میقات تھی تمام اونٹوں کی گردنوں میں قربانی کی نشانیاں لٹکا دی گئیں۔ یہ نشانیاں کیا تھیں؟ چھوٹے چھوٹے لوہے کے ٹکڑے تھے جو تاگوں میں باندھ کر اونٹوں کے گلوں میں لٹکا دیے گئے۔ اور یہی ہدی کے اونٹ ہونے کی علامت خاص تھی یہ اونٹ اگر گم ہو جاتا تھا۔ یہانتک کہ اگر کسی دوسری جگہ یا کسی دوسرے شخص کے پاس چلا جاتا تھا۔ تو وہ شخص علامت قربانی دیکھکر اسکو اپنے کسی مصرف میں نہیں لاتا تھا۔ نہ کھاتا تھا۔ نہ سواری میں لاتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید احتیاط کے خیال سے قبیلہ خزاعہ کے ایک جاسوس کو قریش کے قصد و ارادہ کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ ذوالحلیفہ سے اٹھکر لشکر اسلام مقام عسفان پر پہنچکر اشقاط پر۔ جو حدیبیہ سے قریب اور مقابل میں واقع تھا خیمہ زن ہوا۔ بنی خزاعہ کا جاسوس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ قریش نے تمام قبائل عرب کو سازش میں لا کر اس امر پر اتفاق کر لیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کو مکہ میں نہ آنے دیں۔

یہ خبر بالکل صحیح تھی اور فی الواقع۔ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ کی خبر پاتے ہی جمعیت عظیم

کے ساتھ جنگ و پیکار پر طیار بیٹھے تھے۔ اور ایک جمعیت کو خالد ابن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل کی ماتحتی مین مقدمۃ الجیش بناکر طلیعہ کے طور پر لشکر اسلام کی سراغ رسانی کی غرض سے بھیج چکے تھے۔ قریش کی جمعیت غمیم تک پہونچ چکی تھی اور خاص لشکر قریش کی چھاؤنی مقام بلدح مین قائم تھی۔

مقام حدیبیہ مین نزول رسالتمآب اور صحابہ سے مشورت

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کی طیاریون کی خبر ملی تو آپ ایک غیر متعارف راہ سے کترا کر مقام حدیبیہ مین پہونچ گئے۔ یہان صرف ایک کنواں تھا۔ جو چودہ سو آدمیون کی جمعیت کو صرف ایکبار سے زیادہ پانی نہ پلا سکا۔ خالد بن ولید نے بمقام غمیم سے پوشیدہ آکر قریش کو مکہ مین آنحضرت صلعم کے حدیبیہ مین اُترنے کی خبر پہونچا دی۔ کمال عاقبت بینی اور مآل اندیشی کے خیال سے آپنے حدیبیہ سے آگے بڑھنے کا قصد نفرمایا۔ صحابہ سے مشورت فرمائی۔ مواہب لدنیہ کی عبارت سے الفاظ استفسار یہ تھے۔

اشیروا علیّ ایھا الناس اترون ان امیل الی عیالھم وذراری ھؤلاء الذین یریدون ان یصدونا عن البیت

لوگو اب تمھاری کیا رائے ہوتی ہے کیا تملوگ اپنے بال بچون کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہو اسلیئے کہ یہ لوگ تمھین بیت المحرم مین جانے سے صرف روکین گے۔

مجمع مین حضرت ابوبکر بول اُٹھے۔

یارسول اللہ خرجت عامداً لھذا البیت لا ترید قتل احد ولا حرب احد فتوجہ لہ فمن صدنا عنہ قاتلناہ

یا رسول اللہ صلعم ہم تو زیارت بیت محترم کے قصد سے باہر نکلے ہین نکسی کو قتل کرنے کا ارادہ ہے اور نہ کسی سے لڑنے کا قصد ہے آپ خانہ کعبہ کی طرف چلے چلین۔ جو ہماری راہ روکیگا ہم اُس سے لڑین گے۔

اُنکے بعد جماعت انصار کی طرف سے مقداد بن عمرو جو ابوالاسود کی کنیت سے زیادہ مشہور ہین اٹھکر اظہار عقیدت کرنے لگے۔ انھون نے اس موقع پر بھی اپنی اُسی تقریر کا اعادہ کیا جس کو وہ جنگ بدر کے موقع پر عرض کر چکے تھے جسکو ہم جلد دوم مین پوری تفصیل سے لکھ چکے ہین۔

بدیل بن ورقا۔ رئیس خزاعہ کی معرفت قریش کے پاس پیغام صلح

جان نثاران اسلام کی موجودہ شان جان نثاری و وفاداری دیکھکر بھی کمال احتیاط کے خیال سے فوری پیشقدمی کا قصد نفرمایا گیا اور حدیبیہ سے آگے قدم نہ بڑھایا گیا۔ قبیلہ خزاعہ جو اسوقت تک اسلام نہین لایا تھا لیکن قدیم الایام سے یہ قبیلہ مکہ کے نواح مین آباد تھا اور وہانکی آبادی کے وقت سے قبیلہ بنی ہاشم کا حلیف تھا۔ (زرقانی ص ۲۱۵) وہی مراسم و روابط ابھی تک قائم تھے اور اسی بنا پر برابر قریش کی حرکات و سکنات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین پہونچایا کرتے تھے حسن اتفاق سے انکا رئیس القبیلہ۔ بدیل بن ورقا۔ یہ خبر پاکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آبادی سے

قریب میں مقیم ہیں بقصد زیارت خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کا قصد و ارادہ سنکر عرض کرنے لگا کہ کفار قریش کا لشکر عظیم مخالفت پر تلا ہوا ہے۔ وہ آپ کو مکہ جانے نہیں دیگا۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ تم میری طرف سے بطور سفارت قریش کے پاس جاؤ اور کہدو کہ ہم صرف زیارت کعبہ کے قصد سے آئے ہیں ہمکو تم سے جنگ و پیکار کرنا ذرا بھی منظور نہیں ہے۔ اگر تم لوگ اپنی موجودہ حالتوں کے متعلق جنگ و پیکار کے موجودہ سامان و ارادہ سے قطع نظر کرکے میری تجویز و صلاح سے کام لینا چاہو۔ تو میں تمکو یہی راے دونگا کہ مختلف معرکہاے جنگ میں متواتر شکست کھانے اور ہزیمت اُٹھانے سے تمھاری حالتیں اس قابل نہیں رہی ہیں کہ تم کسی فوری جنگ کا ارادہ کرسکو اس لیئے بہتر یہ ہے کہ تم ایک مدت مقررہ تک میرے ساتھ مصالحت قائم کرلو۔ اور عرب کے دیگر قوم و قبائل کو چھوڑ دو۔ ہم اور وہ آپس میں تصفیہ کرلینگے۔ اگر قریش میری اس صلاح سے اتفاق نکرینگے اور ان شرایط پر راضی نہونگے۔ تو خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ وہ جان لیں اور سمجھ لیں کہ جبتک میری گردن پر میرا سر باقی رہے گا۔ میں اُن سے لڑتا رہونگا۔ یہانتک کہ خداوند عالم کو ہمارے اُنکے جو فیصلہ کرنا منظور ہوگا وہ کردے گا۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا وانت خیر الفاتحین پروردگارا۔ تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان کشود کار فرما کیونکہ تو ہی سب سے بہتر کشود کار فرمانے والا ہے۔

بدیل خدمت رسالت سے یہ پیغام مصالحت لیکر قریش کے پاس آیا۔ اتفاق سے تمام عمایدو اکابر قریش حرم میں جلسہ جماے بیٹھے تھے۔ بدیل نے اُنکو مخاطب کرکے کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی طرف سے پیغام لیکر آیا ہوں اگر آپ لوگ سننا چاہیں تو میں سنادوں۔ یہ سنکر چند شریر الطبع اور فتنہ جو بول اٹھے کہ ہمکو اُنکے کسی نامہ و پیام سننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن اکثر معتدل مزاج متین مشرکین کہنے لگے کچھ مضائقہ نہیں۔ بدیل کہو کیا پیام لاے ہو۔ بدیل نے لفظاً لفظاً آنحضرت صلعم کا پیام کہہ سنایا عروہ ابن مسعود ثقفی جو اُمراے قریش میں اسوقت سب سے زیادہ کبیر السن اور تجربہ کار تھا۔ پیام مبارک اور شرایط صلح کو سنکر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور قریش کے تمام مجمع کو مخاطب کرکے کہنے لگا کہ کیا تملوگ سن و سال اور تجربہ و کمال کے لحاظ سے میرے بچوں کے برابر نہیں ہو۔ اور میں تمھارے باپ کے ہمسر نہیں ہوں سب نے کہا ہاں ہم میں سے کسی کو تمھاری عظمت و بزرگی اور عقل و دانشمندی میں عذر نہیں۔ عروہ بولا۔ تمکو میری طرف سے کسی سازش یا کسی قسم کی اثر پذیری وغیرہ کا گمان تو نہیں۔ سب نے کہا کبھی نہیں۔ عروہ نے کہا۔ تو میں تم سے کہتا ہوں کہ محمد نے جو شرطیں پیش کی ہیں وہ سب معقول ہیں اچھا تو بدیل کی طرح اپنا پیامبر بنا کر تم لوگ مجھکو اُن کے پاس بھیجدو میں جاتا ہوں اور محمد سے ملکر بالمشافہہ تمام امور طے کرآتا ہوں۔ تمام قریش نے اسکی سفارت کو قبول کرلیا۔

بارگاہ رسالت مین عروہ - سفیر قریش کی گفتگو -

عروہ ابن مسعود ثقفی مکہ سے حدیبیہ مین آیا۔ اور بارگاہ رسالت مین باریاب ہوکر عرض کرنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھوڑی دیر کے لیے ہم اسکو مان لیتے ہین کہ تم نے تمام افراد قریش کا کامل استیصال کردیا لیکن یاد رکھیئے اسکے ساتھ ہی ساتھ یہ مثال بھی تمھارے ساتھ ہمیشہ کے لیے قائم ہوجائیگی کہ تم نے اپنی قوم وقبیلہ کو اپنے ہی ہاتھون سے تباہ وبرباد کرڈالا۔ اور اگر جنگ دوسرا رُخ اسکے خلاف نتیجہ معرض ظہور مین آیا تو یہ چند اوباش جو تمھارے گرد وپیش جمع ہین آنا فانا۔ ذرا سے ریگ کی طرح ہوا مین اُڑجائینگے۔ زرقانی کی زبانی عروہ کے یہ آخری الفاظ تھے۔

وانی لاری اشوابا یعنی اخلاطا من الناس خلیقا ان یفروا ویدعوک - ویروی اوباشا بتقدیم الواو علی الباء الموحدۃ - اشوابا الاخلاط من انواع شتی والاوباش الاخلاط من السفلۃ (صفحہ ۲۱۸ جلد دوم مصر)

مین آپکے اشواب یعنی ہر قسم کے آدمیون کا مخلوط گروہ وانبوہ دیکھتا ہون یہ آپکو چھوڑ کر بھاگ جائینگے اور آپ انھین بلاتے رہجائینگے اور ایک روایت مین ہے کہ اشواب کی جگہ اوباش کہا تھا حرف بے پر واو کی تقدیم کے ساتھ، اشواب قسم قسم کے لوگون کے خلط ملط کو کہتے ہین اور اوباش چھوٹے درجہ کے لوگون کی جماعت کو کہتے ہین۔

عروہ کا یہ کلام سنکر حضرت ابوبکر کو سخت غصہ آگیا۔ یہانتک کہ عروہ کو بہت بے نقط سنائی شبلی صاحب لکھتے ہین:-

عروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یہ کون ہے۔ آپنے فرمایا۔ ابوبکر۔ عروہ نے کہا مین انکی سخت کلامی کا جواب دیتا لیکن انکا ایک احسان میری گردن پر ہے جسکا بدلہ مین ابھی تک ادا نہین کرسکا۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۴۳۱ [1]

عروہ پوری آزادی اور بے تکلفی سے مقابل بیٹھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باتین کررہا تھا اور عرب کے

[1] حضرت ابوبکر نے عروہ سے جو سخت کلامی کی تھی اسکے الفاظ باتفاق مورخین ومحدثین یہ تھے امصص بظر اللات اس کلمہ کی شرح مین زرقانی لکھتے ہین - قال العلماء ھذا مبالغۃ من ابی بکر فی سب عروۃ فانہ اقام معبودہ وھو صنم مقام امہ علما کہتے ہین کہ ابوبکر نے عروہ کے گالی دینے مین بہت مبالغہ کیا۔ اور اسکی ماں کی بجائے عروہ کے معبود کا نام لیا پھر زرقانی امام قسطلانی کے اس قول کی شرح مین لکھتے ہین۔ لان عادۃ العرب بذلک اللفظ الام فابدلہ الصدیق باللات فنزلہ منزلۃ امہ تقدیر المعبود۔ عرب کی عادت تھی کہ اس کلمہ سب وشتم کو ماں کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ابوبکر نے ماں کی جگہ اسکے معبود کی طرف اسکو منسوب کیا کہ اس کے معبود کی تحقیر ہو الفاظ سب وشتم تو معلوم ہوگئے اسکے معنی کیا ہوے۔ اسکے اردو ترجمہ مین اگرچہ تہذیب مانع ہے لیکن قدیم محدثین ومورخین کی طرح ہم کو بھی مولف ہونیکے فرائض سے مجبوری ہے اسلیے محدث شیرازی۔ حافظ جمال الدین۔ صاحب روضۃ الاحباب نے اس کلمہ دشنام کے جو معنی بتلائے ہین اور انکی عبارت خاص مین لکھتے ہین ہم اسکو ذیل مین نقل کیے دیتے ہین - کلمہ دشنام ہو وامصص بظر اللات مصص بمعنی مکیدن ست وبظر قطعہ ایست کہ بعد از ختنہ کردن زن در فرج او باقی می ماند۔

روضۃ الاحباب ص ۱۵۰ مطبوعہ لکھنؤ قریب قریب یہی عبارت شرح زرقانی جلد دوم ص ۲۱۹ مطبوعہ مصر مین بھی مرقوم ہے ہم نے فارسی عبارت پر اکتفا کردی۔ اگر اردو ترجمہ سے ناظرین خود معنی نکالکر اندازہ کرلین کہ حضرت صدیق اکبر کی زبان سے یہ کلمہ کس قدر پرلطف اور زہد خشک معلوم ہوتا ہوگا مولف عفی عنہ -

قدیم دستور کے مطابق کہ متکلم باتین کرتے وقت مخاطب کی داڑھی پکڑ لیا کرتا ہے۔ ریش مبارک پر بار بار ہاتھ ڈالتا تھا **مغیرہ ابن شعبہ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر ہتیار باندھے کھڑا تھا۔ اور وہ ان حرکات کو داب رسالت کے خلاف سمجھکر کہنے لگا **عُروہ**۔ اپنا ہاتھ ریش مبارک سے ہٹالے۔ ورنہ ابکی بار تیرا ہاتھ توٹ کر نجائیگا۔ عُروہ نے مغیرہ کی طرف دیکھکر کہا۔ اے مکّار۔ کیا تیری موجودہ مکاری کی حالت مین بھی بین تیرا کام نہین چلا رہا ہون [۵۱]

عُروہ۔ سفیر قریش کی واپسی اور قریش سے گفتگو

حضرت ابوبکر اور مغیرہ کے اظہار عقیدت کے علاوہ عروہ اثنائے گفتگو مین تمام صحابہ کی شان وفاداری اور انداز جان نثاری کو اپنی آنکھون سے دیکھتا رہا۔ اور آداب رسالت اور محاسن عقیدت کے تعجب انگیز اور حیرت خیز اثر لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت اور مسلمانون کی جماعت سے رخصت ہوا۔ مکّہ مین قریش کے پاس آیا۔ اور بڑی آزادی سے صاف صاف لفظون مین تمام صنادید قریش کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

تم لوگون کو معلوم ہے کہ مین نے شاہان روم۔ کجکلاہان فارس اور ملوک حبشہ کے بڑے بڑے دربار دیکھے ہین۔ انکی تہذیب۔ تمدن۔ اخلاق۔ معاشرت۔ اور عقیدت کو متعدد اور متواتر بار مشاہدہ کیا ہے۔ لیکن تم یقین جانو۔ مین اسوقت اس صحبت اور اوس بارگاہ سے چلا آرہا ہون جسکی تہذیب۔ شائستگی اور حُسن عقیدت کی مثال سے سلاطین کے دربار بالکل خالی ہین۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باتین کرنے لگتے ہین۔ تو سب کے سب ہمہ تن تصویر بنکر جپ ہو جاتے ہین۔ کچھ عرض کرنے لگتے ہین تو افراط ادب سے سلسلۂ کلام مین کبھی اپنی صدا کو آنحضرتؐ کی آواز سے بلند ہونے نہین دیتے۔ کوئی شخص ان سے نظر اٹھا کر یا آنکھین ملاکر باتین کرنیکی جرأت نہین کرسکتا۔ ایک کو حکم دیتے ہین تو تعمیل کے لیے سو ٹوٹ پڑتے ہین۔ وضو کرتے ہین تو پانی کا قطرہ قطرہ تبرک بنکر رفقا مین تقسیم ہو جاتا ہے۔ بلغم یا تھوک گرتا ہے تو عقیدتمند ہاتھون ہاتھ لیکر روی و محاسن کا غازہ بنالیتے ہین۔ اس لیے میری صلاح یہی ہے کہ جو شرائط وہ پیش کرین۔ ان سے مصالحت کرلیجائے۔ ملک و قوم کی اسی مین بھلائی ہے ورنہ

[۵۱] عروہ کے اس قول وخطاب کی شرح کیلیے طویل تفصیل کی ضرورت ہے جو مفصل طور پر تمام محدثین و مورخین نے اپنے اپنے تالیفات وتصنیفات مین درج فرمائی ہے جسکا ذکر طوالت کا باعث ہوگا مختصر اً عروہ کے دونو اقوال کی شرح یہ ہے حضرت ابوبکر کے جس احسان کی طرف عُروہ نے اشارہ کیا اسکی تفصیل یہ ہے کہ ایام جہالت مین عُروہ پر کسی کا قرض تھا اسکی ضمانت و ذمہ داری حضرت ابوبکر نے اپنے ذمہ لے لی تھی اور عروہ ابھی تک اسکو ادا نکرسکا تھا۔ زرقانی جلد دوم ص ۲۲۲ مصر۔ مغیرہ کے متعلق یہ قصہ ہے کہ ایام جہالت مین مغیرہ نے محض غلطی سے تیرہ آدمیونکو قتل کرڈالا تھا جسکی دیت عُروہ کو مغیرہ کی طرف سے دینی ہوئی تھی۔ وہ رقم مغیرہ نے آجتک عروہ کو واپس نہین دی تھی۔ اس سے زیادہ تفصیل روضۃ الاحباب ص ۳۵۳ مطبوعہ لکھنؤ مین قلمبند ہے۔

المولف احقر اولاد حیدر عفی عنہ

جس لشکر کو مین اُن کے ساتھ دیکھ آیا ہون وہ ایسا ہی ہے کہ جنگ و مقابلہ سے کبھی منھ نہ پھیرینگے تاوقتیکہ سب اپنے گلے نہ کٹوالین۔ یا تمھارے گلے کاٹ کر تم پر غالب آلین۔ زرقانی جلد دوم ص ۲۲۲ مطبوعہ مصر و وقعۃ الاحیا مطبوعہ لکھنؤ ۲۵۳

عروہ کی تقریر کا حلیس رئیس قبیلہ حبشہ پر اثر اور اسکی دربار رسالت مین سفارت

عروہ بن مسعود ثقفی کی یہ تقریر سنکر قریش کے مجمع مین سناٹا ہو گیا عروہ کے مشاہدات کے خلاف کسی کی زبان نہ کھلی عروہ کی تقریر نے حلیس پر جو قبیلہ احابیش[1] حبشیون کا رئیس تھا اور اسوقت قریش کی طلبی پر اپنی فوج کثیر لیکر مکہ مین مقیم تھا۔ بڑی تاثیر کی۔ وہ ایکبارگی اٹھ کھڑا ہوا اور تمام مجمع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ عروہ تو دیکھ آئے۔ اب آپ لوگ مجھے بھی دیکھ لینے دین بعث حلیس کو اجازت دیدی حلیس وہان سے چلا جب قافلہ اسلام کے پاس پہونچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو دور سے آتے دیکھکر صحابہ سے ارشاد کیا کہ اسوقت ہماری طرف اس قوم کا آدمی آرہا ہے جو مراسم قربانی کو بڑی تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ امام قسطلانی لکھتے ہین۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ	جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا کہ یہ فلان شخص ہے
وسلم ھذا فلان وھو من قوم یعظمون	(نام لیکر) اور اس قوم کا آدمی ہے جو شعائر قربانی کی بڑی تعظیم کرتے
البدن فابعثوھا لہ فبعثوھا لہ لیعتبروہ	ہین۔ اسلئے ان پر اثر ڈالو۔ یہ سنکر تمام لوگون نے قربانی کے اونٹون کو کیا
ویتحقق انھم لم یریدوا حربا فیعینھم	کھڑا کر دیا تاکہ وہ دیکھ لے اور تحقیق کر لے کہ جماعت اسلام کا ارادہ جنگ کے
علی دخول مکۃ لنسکھم واستقبلہ	واسطے نہین بلکہ مناسک قربانی بجالانیکی غرض سے آئے ہین اور سب نے لبیک کہکر اس کا
الناس یلبون	استقبال کیا اور لبیک کہی۔

جماعت مسلمان کے یہ سامان اور شوان دیکھکر متحیر ہو گیا اور مسلمانون کی سلیقہ شعاری دیندار ی سے متاثر ہوکر آبدیدہ ہوا اور بیساختہ پکار اٹھا۔ ھلکت قریش ورب الکعبۃ خدائے کعبہ کی قسم۔ قوم قریش ہلاک ہو گئی۔

حلیس کی واپسی اور قریش پر اسکی تقریر کا اثر

یہ کہکر اس نے اپنی رائے کا یون اظہار کیا کہ یہ لوگ مسلمان۔ تو صرف عمرہ و زیارت کعبہ کے لئے آئے ہین اور کسی قصد و ارادہ سے نہین آئے ہین۔ یہ کہا اور الٹے پاؤن پھرا اور آکر رؤسائے قریش کے

[1] قبائل حبشہ کے نام سے اکثر ناظرین کو یہ غلط فہمی واقع ہو تی ہو گی کہ حبش کے لوگ (حبشی) مکہ مین کہان سے آگئے اور انکی اطلاع دلینا ہمنے ضروری سمجھا۔ انکی تشریح کافی ہے

الاحابیش جمع احبوش وھم بنو الحون بن خزیمۃ بن مدرکۃ وبنو الحارث بن عبد مناۃ بن کنانۃ و بنو المصطلق من خزاعۃ کانوا تحالفوا مع قریش تحت جبل یقال لہ الحبشی فی اسفل مکۃ وقیل سموا بذلک لتحبشھم والتحبش التجمع والحباشۃ الجماعۃ (کما فی شرح ابن حجر)	احابیش احبوش کی جمع ہے اور احبوش قبائل بنو الحون بن خزیمہ بن مدرکہ اور بنو الحارث بن عبد مناۃ بن کنانہ اور بنو المصطلق جو خزاعہ کی شاخ ہین نام ہین اور انکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان لوگون نے ایک جماعت کیساتھ قوم قریش سے معاہدہ کر لیا تھا کہ ایک پہاڑ کے نیچے جمع ہوئے تھے جسکا نام حبشی تھا اور جو پائین مکہ کی طرف واقع ہے یہ وجہ تسمیہ بیان کیجاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ جماعت کثیر ہونے کی وجہ سے احابیش کہلائے کیونکہ لغت عرب مین تحبش کے معنی جمع کثیر کے اور حباشہ کے معنی جماعت کے آئے ہین۔ دیکھو ۲۴۵

مجمع مین واپس آکر کہنے لگا۔

امام قسطلانی نے اسکی تقریر کے یہ الفاظ لکھے ہین۔

رأیت البدن قد قلدت واشعرت فما اری ان تصدوا عن البیت

مین تو اُن لوگون کی قربانی کے جانور اوران مین علامات قربانی لگی ہوئین دیکھ آیا ایسی حالت مین تم نہین بیت الٰہی مین داخل ہونے کیلیے روک سکتے ہو

قریش نے اُسے مغرورانہ لہجہ مین ڈانٹ کر کہا:۔

اجلس فانما انت اعرابی لا علم لہ

بیٹھ جا۔ تو صحرائی عرب ہے۔ تو کیا جانے۔

جلیس بھی آخر عرب تھا۔ یہ تحقیرانہ ڈانٹ سنکر چراغ پا ہوگیا۔ قریش کے بھرے مجمع کو مخاطب کرکے باواز بلند کہنے لگا۔

یا معشر قریش واللہ ما علی ھذا حالفناکم ولا علی ھذا عاھدناکم ایصد عن بیت اللہ من جاء معظما لہ والذی نفس الحلیس بیدہ لتخلن بین محمد وبین ما جاء لہ او لانفرن بالاحابیش نفرۃ رجل واحد فقالوا لہ اکفف عنا یا حلیس حتی ناخذ لانفسنا ما ترضی بہ

زرقانی شرح مواہب لدنیہ ص ۲۲۲ ج ۲

اے گروہ قریش ہم نے اس امر پر تم سے عہد و پیمان نہین کیا ہے اور نہ اسلیے تمہارا ساتھ دیا ہے کہ جو شخص زیارت خانہ کعبہ کے قصد سے آئے اسے آنے سے منع کیا جائے۔ اُسکی قسم جسکے ہاتھ مین جلیس کی جان ہے اگر تم لوگون نے محمد کو اُنکے رفقا کے ساتھ اجازت نہین دی کہ وہ زیارت کعبہ سے مشرف ہون تو مین ابھی ابھی ایک ایک کرکے تمام افراد قوم احابیش کو لیکر چلا جاؤنگا۔

یہ سنکر قریش سمجھ گئے برا ہوا منت و سماجت کرکے اسکی کسی نہ کسی طرح تشفی و تسکین کر دی اور سمجھا دیا کہ اس معاملہ کو ہمارے استصواب رائے پر چھوڑ دو۔ ہم خود اپنی تجویز و صلاح سے اُن کے (محمد صلعم) ساتھ صلح کر لین گے۔

تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے یہ واقعہ کا واقعہ چھوڑ دیا۔ نہین معلوم کیا مصلحت سمجھی گئی۔

قریش کے پاس اسلام کا بار دیگر پیام صلح۔

چونکہ عروہ کی رسالت کا کوئی نتیجہ ابتک معلوم نہین ہوا تھا اس لیے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے **خراش بن امیہ** کو اپنا خاص اونٹ ثعلب نامی دیکر اپنی طرف سے بغرض استفسار قریش کے پاس بھیجا۔ کوئی حالت۔ کوئی طریقہ اور انداز نہ اختیار کیا جاوے۔ قریش کی شقاوت اسلام کی طرف سے کم ہونے والی نہین تھی۔ خراش کے پہونچتے ہی قریش ایکبار اس پر ٹوٹ پڑے۔ پہلے اسکے اونٹ کو ٹکڑے بوٹی کر ڈالا اور قریب تھا کہ خراش کے بھی پرزے پرزے اڑا دیے جائین لیکن قوم احابیش نے بیچ بچاؤ کرکے بچا لیا اور یہ غریب اپنی جان لیکر بھاگ آیا۔

کفر و اسلام کے اخلاق کی بینظیر مثال

قریش نے ان ظالمانہ حرکتون سے اہل اسلام کو مرعوب کرنا چاہا تھا۔ مدعا یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپکے رفقا خائف ہو کر ناکامیاب واپس جائین لیکن اب یہ محال تھا اہل اسلام کو

قریش پر غلبہ حاصل ہوچکا تھا۔ وہ قریش کو شکست دیکر متعدد معرکون مین اُنکی تاب طاقت کو آزما چکے تھے۔ پھر اُن سے کیا ڈرتے اور کب دبتے۔

مزید شقاوت اور وحشت انگیزی کے قصد سے قریش نے خفیہ طور پر پچاس تیر اندازجوانون کا ایک دستہ قافلہ اسلام پر تیر بارانی کیلیے بھیجدیا لیکن اتفاقاً سب کے سب گرفتار کیے گیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر کیے گیے۔ اگرچہ ان خطا کارونکی خطا وجرم بالکل کھُلے تھے اور صاف اور ایسے تھے کہ کسیطرح عفو کے قابل نہین تھے۔ لیکن رحمت عالم اور خُلق مجسم نے قبل از ارتکاب جرم مجرمین کی سزادہی کو انصاف رسالت کے خلاف اور مصلحت وقت کے منافی سمجھا اور سبکو چھوڑ دیا۔ خدا کی قدرت جو لوگ خالف کرنے آئے تھے وہ خود خائف ہوکر جدھر سے آئے تھے اُدھر واپس گئے۔ قرآن مجید مین اسی واقعہ کی طرف اشارت کی گئی ہے۔

هو الذی کف ایدیهم عنکم و ایدیکم عنهم ببطن مکة من بعد ان اظفرکم علیهم　　وہ وہی خدا ہے جسنے مکہ مین اُن لوگون کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے۔ بعد اسکے کہ تم کو ان پر قابو دیدیا تھا۔

قریش کے پاس تیسری بار پیام صلح حضرت عمر کے انکار پر حضرت عثمان کا ارسال

نہ عروہ کے معاملہ کا نتیجہ نکلا اور نہ حلیس کے مشاہدہ کا فائدہ خراش بن امیہ کا ارسال بھی مفید کار نہوا۔ بالآخر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو قریش کے پاس تنقیح حالات کی غرض سے بھیجنا چاہا مگر اُنھون نے صاف انکار کردیا۔ ابن ہشام لکھتے ہین۔

دعا عمر بن الخطاب لیبعثه الی مکة فیبلغ عنه اشراف قریش ما جاء له فقال یا رسول الله انی اخاف قریشا علی نفسی ولیس بمکة من بنی عدی بن کعب احد یمنعنی وقد عرفت قریش عداوتی ایاها وغلظتی علیها ولکنی ادلك علی رجل اعز بها منی عثمان بن عفان　　سیرۃ ابن ہشام مصر دوم

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب کو اسلیے بُلایا کہ انکو اشراف قریش کے پاس بھیجین اور پیام صلح دین۔ حضرت عمر بولے۔ یا رسول اللہ مجھکو قریش کی طرف سے اپنی جان کا خوف ہے اور اسوقت میرے قبیلہ عدی بن کعب کا کوئی آدمی مکہ مین نہین ہے جو میری اعانت کرے۔ قریش کے ساتھ میری سختی وعداوت بھی ظاہر ہے لیکن اپنے سے زیادہ عزیز آدمی اس کام کیلیے آپکو بتلائے دیتا ہون۔ عثمان بن عفان مین۔

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے اغماض کا کیا جواب دیتے خموش ہوگیے۔ انکے کہنے کے مطابق حضرت عثمان بلائے گیے سب امور کہکر وہ بھیجے گیے۔ یہ بھی اپنے ایک عزیز خاندان ابان بن سعید کی حمایت وضمانت مین ہوکر مکہ پہونچے اور ابوسفیان وغیرہم اکابر واعیان قریش سے ملکر جناب رسولخدا صلعم کا پیام پہونچایا۔

حضرت عثمان اور قریش سے گفتگو

تاریخ ابن الوردی مین ہے۔

ثم دعا رسول الله عمر بن الخطاب لیبعثه الی (بیش)　　پیغمبر صاحب نے حضرت عمر سے فرمایا کہ تم جاکر قریش کو مطلع کردو کہ ہم لوگ

يعلمهم انه يأت بحرب انما جاء زائرا فخافهم عمر فبعث صلعم عثمان بن عفان الى ابي سفيان واشراف قريش فعرفهم ذالك فقالوا ان احببت انك تطوف فطف فقال ما كنت لافعل حتى يطوف رسول الله صلعم فحبسوه وبلغ رسول الله صلعم ان عثمان قتل فقال لا نبرح حتى نناجز القوم ودعا صلعم الى بيعة الرضوان تحت الشجرة

لڑنیکے قصد سے نہیں آے ہیں بلکہ زیارت کعبہ کو آئے ہیں حضرت عمر قریش سے خائف ہوے پیغمبر صلعم نے حضرت عثمان کو ابوسفیان وغیرہ کے پاس بھیجا چنانچہ حضرت عثمان نے جاکر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہونچایا انھوں نے کہا کہ اگر تم خود طواف کرنا چاہتے ہو تو کر لو حضرت عثمان نے کہا میں بغیر رسول اللہ صلعم کے ایسا نہیں کر سکتا یہ سنکر کفار قریش نے انکو قید کر لیا یہاں رسول مقبول صلعم کو یہ خبر پہونچی کہ عثمان قتل کر دیئے گئے پیغمبر صاحب نے کہا کہ اب ہم اس قوم سے بغیر مقابلہ کیے نہیں ہٹ سکتے پس آنحضرت صلعم نے سب لوگوں کو زیر درخت بیعت رضوان کیلیے طلب فرمایا[1]

بیعت رضوان یا بیعت تحت الشجرہ

تاریخ طبری میں ہے۔

عن سلمة بن الاكوع قال نادى منادي النبي صلى الله عليه وآله وسلم ايها الناس البيعة البيعة نزل روح القدس فثرنا الى رسول الله صلعم وهو تحت شجرة سمرة فبايعناه

سلمہ ابن الاکوع کہتے ہیں کہ منادی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ندا کی کہ ایہا الناس حکم خدا آیا ہے بیعت کے لیے حاضر ہو۔ یہ سنکر لوگ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت صلعم درخت سمرہ کے نیچے تشریف فرما تھے ہم سب نے بیعت نبوی کا شرف حاصل کیا۔

تاریخ ابن ہشام میں ہے:-

حدثني عبد الله بن ابي بكر ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال حين بلغه ان عثمان قد قتل

عبد اللہ بن ابی بکر سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عثمان کے قتل ہونیکی خبر پہونچی تو آپنے فرمایا کہ میں عثمان کے خون کا بدلہ

---

[1] شبلی صاحب کی موقع شناسی کا کیا کہنا اس موقعہ پر ارسال حضرت عثمان کی ابتدا یوں فرمائی گئی ہے۔ بالآخر آپنے گفتگو صلح کیلیے حضرت عمر کو انتخاب فرمایا مگر دونوں عربی ماخذ کی عبارتوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ ترسیل کے بعد تحقیق لوگ بھیجے گئے دوسرے تفحص احوال کی غرض سے اس بنا پر رسول اللہ صلعم کی ان سفارتوں کو آپنے یا دو سے زیادہ [illegible] سے تعبیر فرمانے [illegible] یا التصفیہ [illegible] مصالحت نہیں کہہ سکتے اور دیکھیا میری گفتگو [illegible] مصالحت کی غرض سے تجویز کی گئی تھی لیکن [illegible] بالکل خلاف واقع [illegible] کہ نہیں منصب آپنے حضرت عمر کی [illegible] خود حضرت عمر کو پیش کیا۔ اور جناب موصوف نے اس منصب کی قبولیت سے خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے انکار صاف کر دیا۔ تو پھر آپ کی اس تحصیل حاصل سے کیا فائدہ تھا حضرت عمر شرائط صلح طے کرنے جاتے ہوں یا کفار اسلام کی تحقیق الجھانے کیلیے بھیجے جاتے ہوں اس سے بحث نہیں جب یہ تاریخوں سے مسلم ہے کہ انھوں نے اس منصب کی قبولیت سے انکار کر دیا اور آپ بھی ان لفظوں میں تسلیم کر چکے ہیں کہ انھوں نے معذرت کی۔ تو جب گفتگوے صلح کے منصب کو نہ انھوں نے قبول کیا اور نہ وہاں تشریف لے گئے تو پھر اسکا اظہار ہی محض بیکار ہے[1]

بہر رنگیکہ خواہی جامہ می پوش — من انداز قدت را می شناسم

المولف عفی عنہ

لا یبرح حتی تناجز القوم فدعا رسول الله صلعم الی
البیعة فکانت بیعة الرضوان تحت الشجرة فکان الناس
یقولون بایعہم رسول الله صلعم علی الموت وکان جابر بن عبد الله
یقول ان رسول الله صلعم لم یبایعنا علی الموت ولکن بایعنا
علی ان لا نفر فبایع رسول الله صلعم الناس و لم یتخلف عنہ احد من المسلمین
حضرها الا الجد بن قیس اخو بنی سلمة فکان جابر بن عبد الله یقول والله لکانی
انظر الیه لاصقا بابط ناقته قد ضبا الیها یستتر بها من الناس ثم اتی رسول الله صلعم

لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کے بعد آپ نے تمام لوگوں کو بیعت کیلیے ایک درخت کے نیچے بلایا۔
اور لوگوں نے آپ سے مرجانے کی شرط پر بیعت نہیں کی تھی بلکہ اس شرط پر بیعت کی تھی
کہ لڑائی سے نہیں بھاگیں گے چنانچہ سوائے جد بن قیس کے موجودہ مسلمانوں میں کوئی ذرہ
وا جد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس شرط بیعت سے روگرداں نہیں ہوا۔ جابر بن
عبد اللہ کہتے ہیں کہ گویا میں اسکو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جد بن قیس اونٹنی کی بغل میں اپنے
اپنے اونٹ سے اترا چھپے ہوئے تھے۔ لوگوں سے چھپ کر آنحضرت صلعم
کی خدمت میں عرض کی کہ قتل عثمان کی خبر غلط ہے۔ ص ۱۰۷۹ جلد دوم مصر

شبلی صاحب بیعت رضوان کے متعلق یہ تفصیل فرماتے ہیں۔

آپ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے جان نثاری کی بیعت لی تمام صحابہ نے جنہیں زن و مرد شامل تھے ولولہ انگیز جوش کے ساتھ دست مبارک پر جان نثاری کا عہد کیا۔ یہ تاریخ اسلام کا ایک مہتم بالشان واقعہ ہے اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہے سورہ فتح میں اس بیعت اور واقعہ کا ذکر ہے۔

لقد رضی الله عن المومنین اذ یبایعونك
تحت الشجرة فعلم ما فی قلوبهم فانزل السکینة علیهم و
اثابهم فتحا قریبا

خدا مسلمانوں (کی قوموں) سے راضی ہوا جبکہ وہ تیرے ہاتھوں درخت کے نیچے
بیعت کر رہے تھے۔ تو خدا نے جان لیا جو ان لوگوں کے دلوں میں تھا تو خدا نے
ان پر تسلی نازل فرمائی اور عاجلانہ فتح دی۔

لیکن بعد کو معلوم ہوا وہ خبر (قتل عثمان) صحیح نہیں تھی۔ ص ۴۳۳ سیرۃ النبی۔

شبلی صاحب نے اس واقعہ کو مہتم بالشان واقعہ اسلام بتلایا ہے۔ اور حقیقتاً ہے بھی ایسا ہی لیکن اس وقت کے ایسا ولولہ انگیز جوش مسلمانوں میں ہمیشہ بنا رہتا تو البتہ اسکی مستقل اہمیت پر ہمیشہ افتخار کیا جا سکتا تھا۔ واقعات تو بتلا رہے ہیں کہ یہ جوش و خروش بالکل وقتی تھا۔ صحیح بخاری کی مفصلہ ذیل حدیث سے اس پر پوری روشنی پڑتی ہے۔

عن العلاء بن المسیب عن ابیه قال لقیت
البراء بن عازب رضی الله عنهما فقلت طوبی لك
صحبت النبی صلعم وبایعته تحت الشجرة فقال یا ابن اخی
انك لا تدری ما احدثناه بعده۔

علاء بن مسیب اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے براء بن عازب
رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور کہا کہ خوشحال تھا کہ تم نے رسول مقبول
کی صحبت اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا۔ براء نے کہا اے بھتیجے یہی جانتے کہ ہم
نے آنحضرت صلعم کے بعد کیا احداث کیا۔ بحوالہ تاریخ احمدی مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۳

بارگاہ رسالت میں سہیل بن عمرو سفیر قریش کی آمد اور گفتگوئے صلح۔

بیعت رضوان بھی ہو چکی۔ اور مسلمانوں کے خلوص و عقیدت کا امتحان بھی جب اس بیعت کی خبر مکہ میں پھیلی تو قریش کو بھی تشویش دامنگیر ہوئی مکرز بن حفص ایک خلقی

شرائط صلح اور مقصد شخص بیعت رضوان کی حقیقت دریافت کرنیکی غرض سے جمعیت اسلام کی طرف چلا۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھکر فرمایا۔ ھذا مکرز وھو رجل فاجر۔ یہ مکرز مرد فاجر ہے اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب سے کہدیا کہ یہ غدار شخص ہے اس سے کوئی بات نہ کرے میں خود اس سے گفتگو کرونگا لیکن قبل اسکے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچکر ہمکلام ہو کہ سہیل بن عمر آگیا اور جناب رسولخدا صلعم اس سے مخاطب ہوگئے۔

قریش نے سہیل بن عمر کو خاص طور پر منتخب کرکے سفارت کیلیے بھیجا تھا اور احتیاطاً حویطب بن عبد العزیٰ کو اسکے ہمراہ کر دیا تھا۔ سہیل بڑا فصیح و بلیغ مشہور تھا اور زرقانی کے قول کے مطابق خطیب عرب کہا جاتا تھا ص ۲۲۳ قریش نے رخصت کرتے وقت کہدیا تھا کہ شرائط صلح اسی امر پر منظور کیے جائینگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر عمرہ کیے واپس جائیں۔

سہیل بن عمر کو آتا دیکھکر ارشاد فرمایا کہ اس شخص کے بھیجنے سے مجھے یقین ہوگیا کہ قریش کو ہمارے ساتھ صلح منظور ہے اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ آپنے سہیل کو آتے ہی پہچان لیا اور فرمایا سہل امرنا ہمارے کام سہل ہوگئے۔ زرقانی نے بھی ان کلمات کو ابن ابی شیبہ اور طبرانی کے اسناد سے لکھا ہے۔

قریش کے پیش کردہ شرائط صلح اور آنحضرت صلعم کی منظوری

سہیل حاضر خدمت ہوا۔ آنحضرت صلعم کی پشت مبارک پر اسوقت سعد بن عبادہ اور بشر بن عبادہ انصاری بنظر احتفاظ ہتیار باندھے کھڑے تھے۔ سہیل نے قریش کیطرف سے گفتگو صلح شروع کی۔ اور بیان کیا کہ آپ دس مہینوں تک یا بقولے دو برسوں تک حج و عمرہ کا قصد نکریں تو فیما بین مصالحت ممکن ہے۔ ورنہ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے منظور کرلیا۔

اسکے بعد سہیل بن عمر اور آنحضرت صلعم کے درمیان دیر تک شرائط صلح پر گفتگو ہوتی رہی یہانتک کہ جملہ شرائط فیما بین طے ہوگئے صرف کتابت رہگئی مسلمانوں میں حضرت عمر اس صلح کے سخت مخالف تھے تفصیل یہ ہے۔

حضرت عمر اور صلح حدیبیہ سے مخالفت

ابن ہشام لکھتے ہیں۔

فلما انتھی سھیل بن عمر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلم فاطال الکلام وتراجعا ثم جری بینھما الصلح فلما التام الامر ولم یبق الا الکتاب وثب عمر بن الخطاب فاتی ابابکر فقال یا ابابکر الیس برسول اللہ قال بلی قال او لسنا بالمسلمین قال بلی قال او لیسوا بالمشرکین قال بلی قال فعلام نعطی الدنیۃ فی دیننا قال ابوبکر یا عمر الزم غرزہ فانی اشھد انہ۔

سہیل بن عمر آنحضرت صلعم کی خدمت میں پہونچگیا اور باتیں شروع کیں فیما بین دیر تک باتیں رہیں۔ یہانتک کہ آپس میں اتفاق رہا اور شرائط صلح بھی تجویز ہوگیے اور جملہ امور طے ہوگئے صرف انکا قلمبند ہونا باقی رہگیا اس اثنا میں حضرت عمر بن الخطاب حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے اے ابوبکر کیا یہ رسول اللہ نہیں ہیں حضرت ابوبکر نے کہا۔ ہاں ہیں حضرت عمر نے پوچھا ہم لوگ مسلمان نہیں ہیں حضرت ابوبکر نے کہا۔ ہاں ہیں حضرت عمر بولے کہ وہ لوگ قریش مشرک نہیں ہیں حضرت ابوبکر بولے ہاں ہیں حضرت عمر نے کہا ہم کیوں اسوقت اپنے دین میں خست اور نقص گوارا کریں حضرت ابوبکر نے کہا۔ اے عمر حضرت کی رکاب پکڑے رہو میں شہادت دیتا ہوں

رسول الله قال عمر وانا اشهد انه رسول الله ثم اتى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال يا رسول الله الست برسول الله قال بلى قال اولسنا بالمسلمين قال بلى قال اوليسوا بالمشركين قال بلى قال فعلام نعطي الدنية في ديننا قال انا عبد الله ورسوله لن اخالف امره ولن يضيعني قال فكان عمر يقول مازلت اتصدق واصوم واصلي واعتق من الذي صنعت يومئذ مخافة كلامي الذي تكلمت به حتى رجوت ان يكون خيرا ص ۱۶۹ مصر جلد دوم

کہ وہ خدا کے رسول ہیں حضرت عمر بولے میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا کے رسول ہیں پھر حضرت عمر خود جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ رسول خدا نہیں ہیں۔ ارشاد ہوا۔ ہاں حضرت عمر بولے کیا ہم مسلمان نہیں ہیں ارشاد ہوا ہاں ہو حضرت عمر نے پوچھا اور یہ لوگ (قریش) مشرکین نہیں ہیں ارشاد ہوا۔ ہاں ہیں حضرت عمر نے کہا تو پھر کیوں اپنے دین میں خست و نقص گوارا کریں آپ نے ارشاد فرمایا سنو عمر میں خدا کا رسول بھی ہوں اور اسکا بندہ بھی اگر میں اسکے خلاف کروں تو مجھپر عذاب نازل کریگا حضرت عمر کا بیان ہے کہ اپنے اس گستاخانہ کلام کے کفارہ میں میں ہمیشہ صدقہ دیتا رہا۔ زکوۃ دیتا رہا روزے رکھتا رہا۔ نمازیں پڑھتا رہا۔ اور غلام آزاد کرتا رہا۔ یہانتک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ امر خیر تھا۔"

صحیح بخاری میں بھی حضرت عمر کی یہ گفتگو درج ہے لیکن حضرت ابوبکر سے استفسار کا ذکر نہیں ہے بخاری کی عبارت یہ ہے

قال عمر بن الخطاب فاتيت النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقلت الست نبي الله حقا قال بلى قال قلت السنا على الحق وعدونا على الباطل قال بلى قلت فلم نعطي الدنية في ديننا قال اني رسول الله ولست اعصيه وهو ناصري

حضرت عمر نے فرمایا کہ بروز صلح حدیبیہ میں نے پیغمبر صاحب سے کہا کیا آپ نبی برحق نہیں ہیں۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک ہوں میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن ناحق پر نہیں ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا بیشک ہیں۔ تو میں نے کہا تو پھر ہم کیوں اس وقت اپنے دین میں خست و نقص گوارا کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سنو میں خدا کا رسول ہوں اسکے خلاف کچھ نہیں کرسکتا۔ وہی میرا مددگار ہے۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص۸۵ -

حدیبیہ کے مسئلہ صلح میں حضرت عمر کی مخالفت شک فی النبوۃ کے درجہ تک پہونچ گئی تھی جسکا اعتراف خود حضرت عمر ان الفاظ میں فرماتے ہیں

والله ما شككت منذ اسلمت الا يومئذ فاتيت النبي صلعم فقلت الست نبي الله حقا قال بلى قلت السنا على الحق وعدونا على الباطل قال بلى قلت اليس قتلانا في الجنة وقتلاهم في النار قال بلى قلت فلم نعطي الدنية في ديننا قال اني رسول الله ولست اعصيه وهو ناصري

آج کے دن کے سوا اسلام لانے کے دن سے آج تک مجھے کبھی ایسا شک نہیں ہوا تھا۔ میں آنحضرت کی خدمت میں گیا اور کہا کیا آپ نبی برحق نہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہاں پھر میں نے کہا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں اور کیا ہمارے مقتول جنت اور انکے مقتول دوزخ میں نہیں ہیں آپ نے فرمایا ہاں میں نے کہا پھر دین میں نقص و خست کیا معنی (یعنی آپ کیوں صلح کرتے ہیں) آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ میں خدا کا رسول ہوں اسکی نافرمانی نہیں کرسکتا اور وہ میرا معین و مددگار ہے بحوالہ تاریخ احمدی ص۸۵

[1] ظاہر ہے کہ جب حضرت عمر با این ہمہ قرب شان رسول کو ابتک نہ سمجھے تو شبلی صاحب با این فاصلہ کیا سمجھ سکتے ہیں سمجھیں تو بہتر ہے۔ المولف عفی عنہ

شبلی صاحب نے خدا جانے کس مصلحت سے حضرت عمر کے اختلاف رائے کے واقعہ کو تحریر صلحنامہ کے بعد لکھا ہے۔ حالانکہ تاریخ و سیرت کیا، تمام کتب حدیث کی ترتیب بیان کے بھی خلاف ہے۔
حضرت عمر کی اس بوقت مخالفت اور بیجا تعریض نے صحابہ پر بہت برا اثر ڈالا جیسا کہ جلد معلوم ہوتا ہے۔
ابن ہشام اور طبری لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کی اس تقریر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو بلا کر صلحنامہ لکھوایا۔ تحریر صلحنامہ کے حالات تاریخ کامل ابن اثیر کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہوں۔

تحریر صلحنامہ اور حضرت علی کا کمال ادب

فدعا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم علی بن ابیطالب فقال اکتب بسم الله الرحمن الرحیم قال سهیل لا نعرف هذا ولکن اکتب باسمک اللهم فاکتبها ثم قال اکتب هذا ما صالح علیه محمد رسول الله فقال سهیل لو نعلم انک لرسول الله لم نقاتلک ولکن اکتب اسمک واسم ابیک فقال لعلی امح رسول الله فقال لا امحی ابدا فاخذه رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فکتب موضع رسول الله محمد بن عبد الله فقال لعلی لتبلین بمثلها (ابن اثیر احمدی)

رسول مقبول صلعم نے حضرت علی کو بلا کر ارشاد کیا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل نے کہا کہ یہ ہم نہیں جانتے بلکہ لکھو باسمک اللہم چنانچہ یہی لکھا گیا پھر جناب رسالتمآب صلعم نے حضرت علی سے کہا کہ لکھو یہ صلحنامہ ہے جسکی بنا پر محمد رسول اللہ نے سہیل بن عمر سے صلح کی۔ سہیل نے کہا کہ اگر ہم تمہیں رسول اللہ جانتے تو قتال پر آمادہ کیوں ہوتے۔ لہذا بجائے رسول اللہ اپنا اور اپنے والد کا نام لکھو اور آنحضرت صلعم نے حضرت علی سے فرمایا کہ اچھا رسول اللہ کے لفظ کو نکال دو۔ انھوں نے عرض کی کہ میری مجال نہیں کہ میں رسول اللہ کے لفظ کو محو کر سکوں۔ یہ سنکر آنحضرت صلعم نے وہ کاغذ لیلیا اور لفظ رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھ کر حضرت علیؑ سے فرمایا کہ ان تمہیں بھی ایسا ہی معاملہ پیش آئیگا ۱۵

خصائص امام نسائی میں ہے۔

قال صلعم اما ان لک مثلها ستاتیها مضطهدا

آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ عنقریب تمکو بھی ویسا ہی کرنا پڑیگا ۱۵۲

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ امی تھے اور لکھنے پڑھنے سے فارغ تھے اس لیے ابن اثیر مورخ اور امام مسلم محدث وغیرہ کے اس قول کے متعلق کہ آپنے خود محمد بن عبد اللہ لکھدیا علما میں بڑی بڑی بحثیں ہوئی ہیں اور شرح زرقانی میں مفصل مرقوم ہیں شبلی صاحب نے اسکے متعلق جو رائے قائم کی ہے ہمکو اس سے اتفاق ہے وہ لکھتے ہیں۔

۱۵ اسی ایک واقعہ سے حضرت عمر کی معرفت رسول اور حضرت علیؑ کی تصدیق رسالت کی حقیقت کا اندازہ کر لیا جائے۔ مولف عفی عنہ

۱۵۲ جس معاملہ کی طرف جناب مخبر صادق نے حضرت علی سے پیشین گوئی فرمائی وہ جنگ صفین کا صلحنامہ ہے جو تحکیم کے وقت معاویہ و حضرت علی کے مابین لکھا جاتا تھا اس وقت بھی آپکی امیر المومنین کے اقرار کی نسبت ایسا ہی عذر پیش کیا گیا تھا تاریخ ابو الفداء میں ہے فقال عمرو بن عاص هو امیرکم واما امیرنا فلا عمرو عاص بولا علی تمہارے امیر ہیں ہمارے امیر نہیں قاجاب علی ومحاه وقال الله اکبر مثل بمثل والسنة بالسنة والله انی لکاتب رسول الله یوم الحدیبیة فکتبت محمد رسول الله فقالوا لست برسول الله فامرنی رسول الله بمحوه حضرت علی نے کتب لیکر اپنے ہاتھ سے امیر المومنین کا لفظ کاٹ دیا۔ اور کہا اللہ اکبر یہ وہی معاملہ اور مطابق سنت نبوی ہی جسکی خبر مخبر صادق نے دی تھی جب کہ صلح حدیبیہ میں محمد رسول اللہ لکھا تو کفار قریش نے لفظ رسول اللہ کے متعلق ایسا ہی قیل و قال کیا اور آپنے خود وہ کاغذ لیکر لفظ رسول اللہ کو محو کر دیا۔ تفصیل کیلئے دیکھو تاریخ احمدی صفحہ ۱۸۵ وغیرہم۔

آنحضرت صلعم کو لکھنا نہیں آتا تھا اس بنا پر آپکو امی کہتے تھے۔ یہ واقعہ جہاں مسلم میں منقول ہے وہاں لکھا ہے کہ آپنے رسول اللہ کا لفظ مٹا کر ابن عبد اللہ لکھدیا بخاری میں یہ واقعہ چونکہ عام روایت کے خلاف ہے اسلیے ایک معرکۃ الآرا مباحثہ بن گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ لکھنے پڑھنے کا کام روزمرہ جب نظر سے گزرتا رہتا ہے تو ناخواندہ شخص بھی اپنے نام سے حرف آشنا ہوجاتا ہے اس سے اسکی امیت میں فرق نہیں آتا۔ بے شبہ امی ہونا آپکا فخر ہے اور خود قرآن مجید میں یہ وصف شرف و عزت کے موقع پر استعمال ہوا ہے الذین یتبعون النبی الامی　وہ لوگ، جو نبی امی کی پیروی کرتے ہیں۔

شرائط صلح

صلح کی یہ شرطیں قائم ہوئیں۔ ابن ہشام لکھتے ہیں۔

اصطلحا علی وضع الحرب عن الناس عشر سنین یامن فیهن الناس ویکف بعضهم عن بعض (۲) علی انه من اتی محمدا من قریش بغیر اذن ولیه رده علیهم ومن جاء قریشا ممن مع محمد لم یردوه علیه (۳) وان بیننا عیبة مکفوفة وانه لا اسلال ولا اغلال (۴) وانه من احب ان یدخل فی عقد محمد وعهده دخل فیه وانه من احب ان یدخل فی عقد قریش وعهدهم دخل فیه (۵) وانک ترجع عنا عامک فلا تدخل علینا مکة (۶) وانه اذا کان عام قابل خرجنا عنک فدخلتها باصحابک فاقمت بها ثلاثا معک سلاح الراکب السیوف فی القرب لا یدخلها بغیرها۔ ہشام ص۱۹۰ ج۲ طبری ۱۵۴۷

(۱) جانبین سے دس برس تک جنگ و قتال نہوا اور طرفین امن و امان سے رہیں اور ایک دوسرے پر ہاتھ نہ اٹھایا جاوے (۲) قریش کا جو شخص اپنے ولی کی بلا اجازت محمد صلعم سے جا کر مل جاوے تو وہ واپس کیا جاویگا لیکن اگر محمد صلعم کا آدمی (مسلمان) مکہ میں آکر قریش کے پاس چلا آوے تو وہ واپس نہیں کیا جاویگا (۳) جانبین سے کوئی اپنی مطلب برآری کیلیے چوری اور رشوت ستانی کے عیوب عمل میں نہیں لائیگا (۴) قبائل عرب کو اختیار ہے جو چاہے محمد صلعم کی بیعت میں آکر انکا ہم معاہد ہوا اور جو چاہے قریش کا تابع اور شریک حال ہو طرفین کو اسمیں کلام نہ ہوگا (۵) مسلمان امسال بغیر زیارت کعبہ بجا لائے واپس جائیں (۶) سال آئندہ آئیں لیکن تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نکریں، ہتھیار لگا کر نہ آئیں صرف تلواریں لائیں وہ بھی نیام کے اندر۔

معاہدہ صلح سے مسلمانوں کی ناراضی

صلح لکھکر مرتب ہوگئی لیکن اکثر مسلمان اس سے راضی نہوسے۔ وہ اس صلح کو اسلام کی توہین سمجھتے تھے ابن ہشام لکھتے ہیں

وقد کان اصحاب رسول الله صلعم خرجوا وهم لا یشکون فی الفتح لرؤیا اراها رسول الله صلعم فی نفسه دخل علی الناس من ذالک امر عظیم حتی کادوا یهلکون

مسلمان جب مدینہ سے مکہ کی طرف چلے تھے تو انکو جناب رسول خدا کی خواب کے مطابق اپنی فتح کا پورا یقین تھا لیکن ان معاملات کی وجہ (امر صلح) سے ایک امر شاق عظیم میں مبتلا ہوگئے تھے اور قریب بہلاکت پہونچ گئے تھے۔

اس امر عظیم کی ابتدا حضرت عمرؓ سے ہوئی تھی۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔

ہر کس از قریش بے اذن ولی خویش پیش محمد بیاید او را بایشان باز فرستند وہر مسلمان کہ نزد قریش رود ایشان باز نفرستند

اگر قریش کا کوئی آدمی اپنے ولی کی اجازت بغیر محمد صلعم کے پاس سے تو واپس کر دیا جاوے اور اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس چلا آوے تو واپس

مسلمانان ازین شرط تعجب کردند وگفتند سبحان اللہ چگونہ
باز فرستیم کسے راکہ مسلمان آمدہ باشد و در روایتے آنکہ چون
سہیل ذکر این شرط نمود حضرت صلعم فرمود چنین باشد
حضرت عمر گفت یا رسول اللہ صلعم آیا بر این شرط راضی
می شوی۔ آن سرور تبسم نمود وگفت ہر کہ از ایشان نزد
ما مسلمان آید وما او را باز بگردانیم خداوند تعالیٰ او را فرج
ومخرجے روزی گرداند وہر کہ از ما اعراض نماید وبسوے
کفار رود ما را با او کارے نیست بلکہ وے
بمصاحبت کفار سزاوار است۔

ص ۳۵۷۔ لکھنؤ۔

نہ کیا جائے مسلمانون کو اس شرط پر سخت تعجب ہوا اور کہنے لگے سبحان اللہ
ہم کیونکر اس شخص کو واپس کرین گے جو بذات خاص مسلمان ہوچکا ہو
ایک روایت مین وارد ہے کہ جب اس شرط کو سہیل نے آنحضرت صلعم کی
خدمت مین عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ ہان یہ شرط رکھی جائے حضرت عمر نے
عرض کی یا رسول اللہ صلعم کیا آپ اس شرط پر راضی ہوگئے آپنے تبسم
فرمایا اور کہا جو شخص انکا ہماری طرف آجائیگا اور ہم اسکو پھر انھین
واپس دینگے تو خدائے سبحانہ تعالیٰ اس کیلیے کشایش ومخلصی کے
سامان واسباب عطا فرمائیگا اور جو شخص کہ ہم سے جدا ہوکر انکے
پاس جائیگا ہمکو اس سے کوئی کام نہین ہی اسلیے کہ وہ کفار ہی کی صحبت
کے قابل ہے۔

اسلام کی عدالت اور کفار کی شقاوت کی بےنظیر مثال

ابھی یہ گفتگو ہورہی تھی کہ باتفاق جمہور محدثین ومورخین ابوجندل کا (جو اسی سہیل بن عمرو موجودہ سفیر قریش کا بیٹا تھا۔ دردناک واقعہ پیش آیا ہم اسکے پورے واقعہ کو شبلی صاحب کے الفاظ مین بیان کرتے ہین۔

یہ شرطین بظاہر مسلمانون کے سخت خلاف تھین۔ اتفاق یہ کہ عین اسیوقت جسوقت معاہدہ لکھا جارہا تھا سہیل کے صاحبزادے ابوجندل جو اسلام لاچکے تھے اور مکہ مین کافرون نے انھین قید کر رکھا تھا اور طرح طرح کی ذلتین دیتے تھے کسی طرح بھاگ کر پاؤن مین بیڑیان پہنے ہوے آئے اور آپکے پاؤن پر گر پڑے سہیل نے کہا محمد صلعم صلح کی تعمیل کا یہ پہلا موقع ہی اس (ابوجندل) کو شرائط صلح کے موافق مجھکو واپس دیدو۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ابھی معاہدہ قلمبند نہین ہوچکا سہیل نے کہا تو صلح ہمکو منظور نہین۔ آنحضرت صلعم نے کہا تو اچھا انکو یہین رہنے دو سہیل نے نامنظور کیا۔ آپنے چند دفعہ اصرار فرمایا۔ لیکن سہیل کسی طرح راضی نہوا مجبورًا آنحضرت صلعم کو تسلیم کرنا پڑا۔ ابوجندل کو کافرون نے اسقدر مارا تھا کہ اسکے جسم پر نشان تھے۔ مجمع کے سامنے تمام زخم دکھائے اور کہا۔ برادران اسلام کیا پھر مجھکو اسی حالت مین دیکھنا چاہتے ہو مین اسلام لاچکا ہون کیا پھر مجھکو کافرون کے ہاتھ مین دیتے ہو۔ تمام مسلمان تڑپ اٹھے حضرت عمر ضبط نکر سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آئے اور کہا یا رسول اللہ کیا آپ پیغمبر برحق نہین ہین آپنے فرمایا۔ ہان ہون حضرت عمر نے کہا کیا ہم حق نہین ہین۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ ہان حق پر ہو حضرت عمر نے کہا تو پھر دین مین یہ ذلت کیون گوارا کرین آپنے فرمایا مین خدا کا پیغمبر ہون اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہین کر سکتا۔ خدا میری مدد کریگا حضرت عمر نے کہا کیا آپنے یہ نہین فرمایا تھا کہ ہم لوگ

کعبہ کا طواف کرینگے۔ آپ نے فرمایا لیکن یہ تو نہین کہا تھا کہ اسی سال کرینگے حضرت عمرؓ اٹھکر حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور وہی گفتگو ہوئی حضرت ابوبکرؓ نے کہا وہ پیغمبر خدا ہین۔ جو کرتے ہین وہ خدا کے حکم سے کرتے ہین حضرت عمرؓ کو اپنے ان گستاخانہ معترضات کا جو بے اختیاری مین ان سے سرزد ہوئین۔ تمام عمر سخت رنج رہا اور اسکے کفارہ کے لیے انھون نے نمازین پڑہین۔ روزے رکھے خیرات کی۔ غلام آزاد کیے۔ بخاری مین اگرچہ ان اعمال کا ذکر اجمالاً ہے لیکن ابن اسحق نے تفصیل سے یہ تمام باتین گنائی ہین۔ اس حالت کا گوارا کرنا صحابی کی اطاعت شعاری کا سخت خطرناک امتحان تھا ایک طرف (ظاہر مین) اسلام کی توہین ہو۔ ابوجندل بیڑیان پہنے ۱۴سو جان نثاران اسلام سے استغاثہ کرتے ہین سب کے دل جوش سے لبریز ہین اور اگر ذرا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایما ہو جائے تو تلوار فیصلہ قاطع کے لیے موجود ہے۔ دوسری طرف معاہدہ پر دستخط ہو چکے ہین اور ایفاے عہد کی ذمہ داری ہے۔ سیرۃ النبی ج ا ص ۳۳۶۔

شبلی صاحب نے ابوجندل کے معاملہ مین جان نثاران اسلام کی پرجوشی مگر تدبیر و تجویز رسالت کی وجہ سے ضبط و خاموشی جو کچھ لکھی ہے وہ صحیح اور فی الواقع ہے لیکن بخلاف تمام مسلمانون کے حضرت عمرؓ اسوقت بھی ضبط نکرسکے اور ابل پڑے جس طرح شرائط صلحنامہ کی تجویز کے وقت جامہ سے باہر ہو گئے تھے۔ ہم خود متعجب تھے کہ شبلی صاحب نے حدیث و تاریخ کے تمام ماخذون کے خلاف حضرت عمرؓ کے اختلاف راے کے واقعہ کو شرائط صلح کے تجویز کیے جانیکے موقع پر کیون نہ لکھا اب اسکا سبب معلوم ہوا۔ آپ نے گویا وہان کا جوڑ یہان لگایا ہے اور دو پیوند کا ایک پیوند بنایا ہے اسلیے کہ اختلاف کا واقعہ جہان تک ہوسکے تکرار سے بچے اور کمی وقوع کی طرف جھکے۔ مگر افسوس شبلی صاحب تاریخ و حدیث کے ماخذون کو کیسے دہوڈالینگے۔ جو ہر ہر واقعہ کو اپنے وقت و مقام وقوع پر لکھکر بتاتے ہین۔ دیکھیے آپ حضرت عمرؓ کی مخالفانہ تقریر و گفتگو ابوجندل کے استغاثہ کے بعد کھینچ لاتے ہین۔ حالانکہ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے کوئی تقریر ہی نہین فرمائی بلکہ ایک دوسری ترکیب سے نظم صلح کو درہم و برہم کردینا چاہا۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

عمر خطاب رضی اللہ عنہ از جاے خویش برجست و با ابوجندل می رفت و میگفت صبر کن ایشان مشرک اند و خون ایشان خون سگ است و قبضہ شمشیر خود را بوے نزدیک فرامی داشت و او را بسبیل تعریض و کنایت تحریص میکرد بر آنکہ پدر را بکشد و آن صلح را درہم بر زند چنانکہ از عمر رضی اللہ عنہ منقول است کہ گفت امیدوار بودم و توقع آن می داشتم کہ ابوجندل شمشیر از من بگیرد و گردن پدر بزند و لکن وے بکشتن پدر خویش

عمر خطاب رضی اللہ عنہ استغاثہ ابوجندل کے وقت اپنے مقام سے جست کرکے ابوجندل کے پاس گئے اور اس کے ساتھ ٹہل کر باتین کرنے لگے اور کہنے لگے صبر کرو۔ یہ سب مشرک ہین اور ان سب کا خون کتے کے خون کے برابر ہے یہ کہتے جاتے تھے اور اپنی تلوار کا قبضہ ابوجندل کے سامنے بڑہاتے جاتے تھے۔ یہ حرکات آپکی بغرض تعریض در بارہ تحریص اس امر کے تھی کہ ابوجندل اپنے باپ کو قتل کردے اور یہ صلح درہم و برہم

بخیلی نمود. و روایت آنکہ ابوجندل گفت اے عمر تو چرا این کار نمی کنی و چرا نمی کشی سہیل را. عمر جواب داد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مرا از قتل نہی کردہ است ابوجندل گفت یا عمر تو احق نیستی بطاعت پیغمبر صلعم از من ص ۳۵۸ -

ہو جائے - چنانچہ عمرؓ سے منقول ہے کہ مجھے امید تھی اور اس امر کی توقع تھی کہ ابوجندل مجھ سے میری تلوار لے لیوے اور اپنے باپ کو مار ڈالے لیکن اس نے اپنے باپ کے مارنے میں بخل کیا اور ایک روایت میں یون ہے کہ ابوجندل نے حضرت عمر سے رجوع کیا (کہا) کہ آپ خود کیون سہیل کو قتل نہین کر ڈالتے حضرت عمر نے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسکے قتل سے منع فرمایا ہے۔

ابوجندل نے جواب دیا - آپ اس امر مین مجھسے زیادہ اطاعت رسولؐ کے مستحق نہین ہین۔

قریب قریب یہی واقعہ ابن ہشام جلد دوم ص ۱۸۰ مطبوعہ مصر مین بھی درج ہے۔

آغاز ہی سے معاملات حدیبیہ مین حضرت عمر کی مخالفت اتنی بڑھ گئی تھی کہ کسی طرح سے کم نہین ہوتی تھی حالانکہ حضرت ابوبکر اور خاص جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے قریب قریب اپنے تمام ظنیات و قیاسات کو استفسار کر چکے تھے لیکن تاہم ابھی تک - یہ برہمی مزاج وہی تھی سبب یہ تھا کہ حکم رسالت کی موجودہ مصالح جو مآل و عاقبت کار کے فواید و منافع پر کلیتہً مبنی تھے - وہ ابھی تک آپکی سمجھ مین نہین آئے تھے اسلیے کہ پیش نظر نہین تھے اور جو کچھ پیش نظر تھا وہ بظاہر بالکل مخالف مدعا تھا اسی بنا پر - ظاہری ناموزونیت اور غیر مناسبت دخل قیاس کو جرأت دلاتی تھی اعتراض کراتی تھی اور اختلاف کی راہین بتلاتی تھی - اور حضرت عمر بھی اپنی غایت خوش فہمی سے اپنی مقدار عقل و ربساط فہم کو اسرار قدرت کا ہمراز سمجھتے تھے حالانکہ واللہ اعلم ان کنتم لا تعلمون (جن چیزونکو تم نہین جان سکتے خدا انکو پورے طور سے جانتا ہے) کی نص صریح پیش نظر تھی۔

جناب رسول خداؐ اور ابوجندل کو صبر و تحمل کی ہدایت

حضرت عمر کی مخالفت والے جملہ معترضہ کو تمام کر کے پھر ہم اپنے سلسلہ بیان پر آ جاتے ہین اتنا معلوم ہو چکا ہے کہ ابوجندل کے معاملہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو ترمیمین پیش کین ان مین سے ایک کو بھی سہیل نے منظور نہین کیا - باپ کا بیٹے کی طرف سے ایسا دل پتھر کر لینا صرف مخالفت اسلام کی وجہ سے تھا اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ کفار قریش کے دلمین کس عصبیت اور تعقادت کے ساتھ اسلام کی مخالفت جاگزین تھی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بالآخر مجبور ہو کر نگاہ حسرت آلود سے ابوجندل کی طرف دیکھا اور راضی برضاے الٰہی رہنے کیلیے اسکو ذیل کے الفاظ مین تعلیم و ہدایت فرمائی۔

یا ابا جندل اصبر واحتسب فان اللہ جاعل لک ولمن معک من المستضعفین فرجا و مخرجا انا قد عقدنا صلحا وانا لا نغدر بھم ابن ہشام ص۱۸۰

اے ابا جندل ضبط و صبر سے کام لو خدا تمھارے لیے اور نیز ان مظلومون کیلیے جو تمھارے ہمراہ ہین سہولیت و مخلصی کی راہ ضرور نکالے گا ہم چونکہ اُن لوگون سے صلح کر چکے اسلیے خلاف ورزی نہین کر سکتے۔

صلحنامہ پر جانبین سے دستخط ہو گئے اور سہیل صلحنامہ لیکر مکہ کی طرف واپس گیا۔

حضرت عمر کی مخالفت، راے کا اثر حکم رسول سے صحابہ کی سرتابی

ان تمام امور سے فراغت ہو چکی تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام اہل سلام کو مخاطب کر کے حکم عام دیا۔

قوموا فانحروا ثم احلقوا قال (الراوی) فواللہ ما قام منھم رجل حتی قال ذالک ثلاث مرات فلما لم یقم منھم احد فدخل علی ام سلمۃ فذکر لھا مالقی من الناس فقالت لہ ام سلمۃ یا نبی اللہ اتحب ذلک اخرج لا تکلم احدا منھم کلمۃ حتی تنحر بدنتک وتدعو حالقک فیحلقک فقام فخرج فلم تکلم احدا منھم کلمۃ حتی فعل ذلک نحر بدنتہ ودعا حالقہ فحلقہ فلما راوا ذلک قاموا فنحروا وجعل بعضھم یحلق حتی کاد بعضھم یقتل بعضا غما۔

(طبری ص ۱۵۵۰)

سب کھڑے ہو جاؤ۔ اپنی اپنی قربانیاں کرو۔ پھر سر منڈواؤ۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ مسلمانوں سے ایک شخص بھی باہر نہ نکلا۔ یہانتک کہ آپنے اس حکم کو تین مرتبہ دہرایا لیکن تاہم کوئی شخص تعمیل حکم کیلیے باہر نہ نکلا۔ یہ دیکھکر آپ حضرت ام سلمۃؓ کے خیمہ مین تشریف لے گئے اور صحابہ سے جو کچھ پیش آیا تھا دہرادیا۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ اگر آپ یہ امور بجالایا جانا چاہتے ہین تو باہر تشریف لیجائین۔ ان لوگون سے ایک لفظ بھی اسکے متعلق نہ کہین۔ یہانتک کہ آپ خود اپنی قربانی کے اونٹ کو نحر نکرلین سر نہ منڈالین۔ یہ سنکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً باہر تشریف لائے اور اپنے شتران قربانی کو ذبح فرمایا حجام کو بلاکر اصلاح فرمائی جب مسلمانون نے آپکو قربانی کرتے دیکھ لیا تو اپنی قربانیاں بھی کین اور بعض نے سر بھی منڈوائے۔

صحابہ کی یہ سرتابی آنحضرت صلعم کو بہت بُری معلوم ہوئی۔ اور آپ بہت رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہوئے۔ ملا معین لاہوری معارج النبوۃ مین لکھتے ہین۔

حضرت عمر سے عتاب آمیز خطاب

بعد ازان روبعمر آوردہ گفت شمارا فراموش شد کہ در روز احد راہ گریز پیش گرفتہ بودید ومن شمارا میخواندم وہیچ یکے ازشما بمن مجال التفات نبود فراموش کردید روز احزاب راکہ دشمنان از اعلیٰ و اسفل متوجہ بودند وآنچہ وعدہ حق تعالیٰ بود بانجاز پیوست وبعد ازان یک یک واقعہ الطاف الٰہی وانجاز وعدہ بود۔ بیاد یاران آورد وہمہ را در مقام انصاف گفتند ہرچہ خدا و رسولؐ او فرماید راست است ص ۱۹۶۔

(سلسلہ گفتگو مین پھر آنحضرت صلعم نے حضرت عمر سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ کیا تم لوگ وہ دن بھول گئے کہ جنگ احد مین تم سب بھاگے جاتے تھے اور مین تمکو اپنے پاس بلاتا تھا اور تم مین سے کوئی میرے پاس نہین آتا تھا اسیطرح تم جنگ خندق کے دن کو بھی بھول گئے کہ دشمن مدینہ کے بالائی اور زیرین حصہ سے تم پر ٹوٹ پڑے تھے اور خداتعالی نے اسدن بھی اپنے اُس وعدہ کو جو تم سے کیا تھا پورا کردیا اسیطرح آپنے ایک ایک کر کے ان تمام واقعات کو یاد دلایا جنمین خدا اور عالم نے مسلمانونکے ساتھ عطایاے الطاف اور ایفاے وعدہ فرمائے تھے تمام صحابہ نے حقیقت حال سنکر بطریق انصاف جواب دیا کہ جو کچھ خدا و رسولؐ نے ارشاد کیا وہ سب صحیح و درست ہے۔)

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضی اور رنجیدگی کی یہی حالت روانگی کے وقت تک قائم رہی

طبری میں ہے۔

عن ابن عباس قال حلق رجال یوم الحدیبیۃ وقصر آخرون فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یرحم اللہ المحلقین قالوا والمقصرین یا رسول اللہ قال یرحم اللہ المحلقین قالوا والمقصرین یا رسول اللہ قال یرحم اللہ المحلقین قالوا والمقصرین یا رسول اللہ قال والمقصرین قالوا یا رسول اللہ فلم ظاہرت الترحم للمحلقین دون المقصرین قال لانھم لم یشکوا۔

ص ۱۵۵۰

ابن عباس سے منقول ہے کہ حدیبیہ میں پہلے لوگوں نے سر منڈوایا پیچھے لوگوں نے بال کتروائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پروردگار تو سر منڈوانے والوں پر رحم فرما لوگوں نے پوچھا اور بال کتروانے والوں پر آپنے فرمایا سر منڈوانیوالوں پر خدا رحم فرما۔ لوگوں نے پوچھا اور بال کتروانے والوں پر آپنے فرمایا سر منڈوانیوالوں پر خدا رحم فرما لوگوں نے پوچھا اور بال کتروانیوالوں پر آپنے فرمایا بال کتروانیوالوں پر بھی پھر لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپنے سر منڈوانیوالوں کو بال کتروانے والوں پر ترجیح دی۔ فرمایا اسلیے کہ انھوں نے شک نہیں کیا۔

اس کے بعد آپ نے حدیبیہ سے جمعیت مسلمین کے ہمراہ مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

نزول آیہ انا فتحنا لک فتحا مبینا — شبلی صاحب رقمطراز ہیں۔

صلح کے بعد تین دن تک آپنے حدیبیہ میں قیام فرمایا پھر روانہ ہوئے تو راہ میں یہ سورت اتری۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا ہم نے تجھکو کھلی ہوئی فتح عنایت کی۔ تمام مسلمان جس چیز کو شکست سمجھے ہوئے تھے خدا نے اسکو فتح کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو بلا کر فرمایا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا فتح ہے ارشاد ہوا کہ ہاں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمر کو تسکین ہو گئی اور مطمئن ہو گئے نتائج مابعد نے اس راز سربستہ کی عقدہ کشائی کی ۳۳۶۔

شبلی صاحب نے اپنے خاص طریقہ اختصار کی شان میں مناسبت موضع کے اعتبار سے اس واقعہ کو زیب قلم فرمایا ہے لیکن اکثر محدثین نے اسکی حقیقت کو پوری تفصیل سے نقل کیا ہے انہیں سے ہم محدث شیرازی کی عبارت ذیل میں پیش کرتے ہیں

بصحت پیوستہ کہ چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حدیبیہ مراجعت نمود شبے از شبہا در راہ منزل ضجنان عمر خطاب رضی اللہ عنہ با حضرت رسالت پناہ

روایت صحیحہ میں ہے کہ جب پیغمبر خدا صلعم حدیبیہ سے واپس ہوئے تو واپسی میں منزل ضجنان میں شب کے وقت حضرت عمر آپکے ہمراہ ہو لیے تین بار متواتر انھوں نے کسی شے کی نسبت جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار کیا۔

---

[1] دوران بیان میں ہم برابر متواتر اسانید سے دکھلاتے آئے ہیں کہ تعلیم و تنبیہ اور تبلیغ و تاکید کے تمام موقعوں پر حضرت عمر سے خطاب فرمایا گیا ہے چنانچہ شبلی صاحب نے آخر خطاب کا خود لکھکر اعتراف فرما لیا اور تا نزول آیہ انا فتحنا۔ حضرت عمر کو اپنے شک پر مصر رہنے کا اقرار کر لیا۔ المولف عفی عنہ

علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہمراہ ست. سہ دفعہ از وے
سہ نوبت چیزے پرسید و ہیچ جواب نشنید۔
مرویست از عمرؓ کہ گفت با خود خطاب کردم کہ
ثکلتک امک مبالغہ نمودی سہ بار در رسول اللہؐ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب تو نداد پس شتر خود را
تیز راندم و پیش پیش لشکری رفتم و ترسان بودم کہ
مبادا در شان من قرآن نازل شود بعد از لحظہ شنیدم
کہ شخصے فریاد میکرد و مرا میخواند کہ ترا رسول خدا
میطلبد۔ آن ترس بر من زیادہ شد پس بنزد آنسرور
رفتم و سلام کردم جواب من داد و گفت با من سخن
کردی و جوابت ندادم زیرا کہ بسمع وحی مشغول بودم
انیست بر من سورۂ نازل شدہ کہ دوستر میدارم
از آنچہ آفتاب بر آن طالع میشود۔ بعد از ان
سورۂ کریمہ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً بخواند و یاران را
تہنیت گفت و اصحاب نیز او را مبارک باد گفتند
و نزد مفسران مراد از فتح مبین صلح حدیبیہ است ص ۳۶

لیکن تینوں بار کوئی جواب نہ پایا حضرت عمر خود بیان کرتے ہیں کہ مجھکو
جواب نہ ملنے سے اسقدر صدمہ ہوا کہ مین نے اپنے نفس کو یون مخاطب
کرکے کہ تیری ماں تیرے سوگ مین بیٹھے۔ کہا کہ مین نے بمبالغہ تمام رسول اللہ
صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حضور مین عرض مدعا کیا اور کوئی جواب نہ پایا۔
یہ کہکر حضرت عمر بیان کرتے ہین کہ مین نے اپنے اونٹ کو تازیانہ مار کر تیز کیا
اور تمام لشکر کے آگے کر لیا اور سب آگے آگے چلا اور اپنے دل مین برابر یہی
خوف کرتا جاتا تھا کہ مبادا کوئی حکم قرآن میرے خلاف مین نازل ہوگا اسی اثنا مین
کسی شخص نے پیچھے سے مجھے یہ کہکر پکارا کہ عمر تمھین جناب رسولخدا صلعم بلاتے ہین
یہ آواز سنکر مین فوراً لوٹا اور میرا خوف زیادہ ہوگیا آنحضرت صلعم کی خدمت
مین پہونچا۔ سلام عرض کیا۔ آپنے جواب سلام دیکر مجھسے ارشاد فرمایا کہ اے
عمر تم نے تین بار ایک بات مجھسے پوچھی لیکن مین نے تمھین کوئی جواب نہ دیا اسلیے
کہ مین وحی الٰہی کی ساعت مین ہمہ تن مصروف تھا آج رات کو ایک ایسی رۃ
نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی ان تمام چیزون سے جن پر آفتاب روشن ہوتا ہے
عزیز تر ہے۔ اس کے بعد آپنے آیہ کریمہ انا فتحنا لک فتحا مبینا تلاوت فرمایا
اور تمام صحابہ کو بلا کر تہنیت دی اور صحابہ نے بھی آپکی خدمت مین مبارکباد عرض کی
اور مفسرین کے نزدیک فتح مبین سے صلح حدیبیہ مراد ہے۔

ہم نے ان تمام واقعات کو اس تفصیل سے اسلیے لکھدیا ہے کہ واقعات وحالات سے تدبیر ربانی اور تجویز وقیاس انسانی کے امتیاز معلوم ہوتے ہین جمعیت اسلام مین جیسا کہ واقعات بتلا رہے ہین سب سے پہلے حضرت عمر ہی نے صرف معاملات کی صورت ظاہری پر اعتبار کرکے اپنی سوء قیاسی و حقیقت ناشناسی سے مدعاے مشیت اور منشاء رسالت کے خلاف تصور فرمایا۔ خود جناب رسالتمآب صلعم اور حضرت ابوبکر سے استفسار بھی فرما چکے اور جواب بھی پا چکے لیکن تاہم آپکے شکوک وشبہات کا ازالہ نہین ہوا۔ ان کے ایک شبہ نے جیسا کہ ہم واقعات مرقومہ بالا سے اوپر ثابت کر آئے ہین۔ قریب قریب تمام لشکر اسلام کی عقیدت کو متزلزل کر دیا اور اس شدت کے ساتھ کہ صدور حکم قربانی وغیرہ کے وقت تقریباً سب لوگ سرتابی و عدول حکمی پر آمادہ ہوگئے۔ اور بالآخر جناب ام سلمہؓ کی صلاح سے حضرت رسولخدا کو۔ کمال غیظ وغضب مین تنہا اپنے قربانی کے اونٹون کو نحر فرمانے۔ اپنے سر مبارک کی اصلاح بنوانے کی مثال قائم فرمانی ہوئی غرا غدا کرکے جب جاکر

مسلمانون کو اتنی توفیق ہوئی کہ انھون نے رسول اللہ صلعم کو قربانی کرتا ہوا دیکھکر اپنی قربانیان تو کردین مگر سر منڈوانیکے وقت کتنون نے سر منڈا لیے اور کتنون نے صرف بال کتروا لیے یہ تخفیف حکم بھی طبع رسالت کے ناگوار ہوئی۔ اور بار بار کے اصرار پر بھی آپنے دُعائے رحمت مین مقصّرین کو شامل نفرمایا اور تیسری بار کی الحاح وزاری کے بعد والمقصرین کو دعاے مبارک مین شامل فرمایا بھی تو یہ یاد دلا کر اور بتلا کر کہ محلقین (سر منڈوانے والے) الزام شک سے بری ہین اور مقصّرین (بال کتروانے والے) شک وشبہہ کے ارتکاب جرم مین داخل ہین۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام اہل اسلام کو عموماً اور حضرت عمرؓ کو خصوصاً مخاطب کر کے خدائے سُبحانہٗ تعالےٰ کے وہ تمام احسانات وتفضلات یاد دلائے جو ان پر سخت سے سخت آفت ومصیبت کے مختلف ومتواتر موقعون پر خاصکر مبذول فرمائے گئے تھے۔ اور پھر ان احسانات وتفضلات کے مقابلہ مین انکی احسان فراموشی وناسپاسگذاری کے موجودہ طریقہ وانداز کو دکھلا کر انکو سخت عبرت وغیرت دلائی گئی جسپر تمام اہل اسلام کے مجمع نے آپکی خدمت بابرکت مین اپنے قصور کا اعتراف کر کے اپنی طرف سے ندامت ومعذرت کا اقرار کیا جیسا کہ معارج النبوۃ کی مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوا۔ ان واقعات سے علوم رسالت کے یقینیات اور عقول صحابہ کے قیاسات وظنیات کا پورا اندازہ ہوسکتا ہے جسکی پتہ حضرت عمرؓ کے ایسے تیز طبع اور سریع الفہم صحابہ سے ہوتی ہو۔

عورتین شرائط معاہدہ سے مستثنیٰ فرمائی گئین۔

شرائط صلحنامہ مین بیان ہوچکا ہے کہ جو شخص قریش مین سے مسلمانون کے پاس چلا جائے وہ واپس دیدیا جائے بخلاف اسکے جو شخص قریش کے پاس مسلمانون کا چلا جائے وہ واپس نہ پایئگا۔ عورتین اس شرط سے بالکل مستثنیٰ تھین۔ اس صنف نازک کی نسبت جو حکم منصوص مخصوص طور پر نازل ہوا وہ یہ ہے۔

یاایھا الذین امنوا اذا جاءکم المؤمنات مھجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن الی الکفار لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن واٰتوھم ما انفقوا ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا اٰتیتموھن اجورھن ولا تمسکوا بعصم الکوافر۔

مسلمانو! جب تمھارے پاس عورتین ہجرت کر کے آئین تو تم انکو جانچ لو۔ خدا ان کے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے! اگر تمکو معلوم ہو کہ وہ حقیقتاً مسلمان ہین تو انکو کافرون کے پاس واپس نہ دو۔ نہ وہ عورتین کافرون کے قابل ہین اور نہ کافر ان عورتون کے قابل ہین۔ اور ان عورتون پر ان لوگون نے جو خرچ کیا ہو وہ تم انکو دیدو۔ اور تم ان سے خود شادی کرسکتے ہو بشرطیکہ ان کے مہر ادا کردو اور کافرہ عورتون کو اپنے عقد نکاح مین کبھی نہ رکھو۔

سیرۃ النبی جلد اول حصہ

چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد ام کلثوم بنت عقبہ ابن معیط کا واقعہ پیش آیا۔ قبیل سے اسلام لا چکی تھین صلح کے بعد

مکہ سے مدینہ چلی آئین۔ اُن کے دونو بھائی عمارہ اور ولید۔ اُن کی واپسی کی غرض سے مدینہ پہونچے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرط صلحنامہ کے مطابق واپس نہ دیا اسیطرح جن صحابہ کی عورتین ابھی تک مکہ مین مقیم تھین اور وہ اسلام سے محروم تھین صحابہ نے انھین طلاق دیکر اُن سے دائمی مفارقت اختیار کرلی۔

صلح حدیبیہ کے مفید اثر اور فاتحانہ نتائج

خدا کی بات خدا کی قسم خدا جانے۔ ابھی صلحنامہ کی تحریر کے کئی دن ہوئے تھے تحریر صلحنامہ تعیین شرائط کے وقت۔ کفار قریش کی مخالفانہ شدت۔ مخاصمانہ عصبیت۔ اسلام سے قطعی نفرت تحکمانہ اظہار زور و قوت نے کیسے خوفناک اور دہشت انگیز منظر پیش کئے تھے۔ اور انکی سوقت کے انداز سے کوئی ظاہر مین یہ رائے قائم نہین کرسکتا تھا کہ یہ سرکش و مغرور قوم اسلام کے آگے کبھی اپنا سر نیچا کرے گی یا ایسے اور اتنے سخت شرایط صلح لکھوانیکے بعد بھی کسی وقت و موقع پر مشرکین مکہ اور مغرور قریش کو اہل اسلام کے پاس ملتجی بنکر جانیکی ضرورت اور مجبوری ہوگی۔ ان حق فراموشون نے تو اپنے انسانی غور و خوض فکر و تامل و تفہم و تعقل کی امکانی قوت کے مطابق ایسی شرطین لکھوائی تھین کہ ان تمام معاملات مین انکو مسلمانون پر قابو اور دسترس حاصل ہے اور اُن کے مقابلہ مین اہل اسلام مغلوب ضعیف اور اُن کے زیر اثر و دست نگر بنے رہین۔

لیکن بالآخر تھین تو یہ تمام انسانی تدبیرین جو زیادہ سے زیادہ انسانی تخیلات و تصورات کے دائرون تک محدود تھین پھر انکے استقرار و استمرار کا اعتبار کیا۔ ان کوتہ بینون کو تقدیر ربانی اور اسرار روحانی کی کیا خبر تھی کہ خدا کا نظام جبروت اس مین کیا انقلابات پیدا کرے گا صلحنامہ کے چندہی روز ہونیکے بعد مغروران قریش کی سرکوبی تنبیہ۔ خجالت اور پشیمانی کے جو اسباب بارگاہ مسبب الاسباب سے فراہم ہوئے انکی تفصیل ذیل مین قلمبند ہے۔

ابوجندل کی مصیبتناک داستان اوپر بیان ہوچکی ہے مدارج نبوت شیرازی اس مین اتنا اور اضافہ فرماتے ہین کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدہ صلح سے مجبور ہوکر اور بہ ہدایت ضبط و صبر فرماکر اسکو بیدرد باپ کے حوالے کردیا تو وہ شقی القلب اسکو لیکر اُٹھا۔ سامنے والے ببول کی ایک شاخ توڑ لی اور اسی خاردار شاخ سے بیٹے کو مارتا ہوا مکہ لے گیا۔ روضۃ الاحباب ص ۸۵۳۔

ابوجندل کی تبلیغ دین اور مخلصی

مدبر قدرت نے اس مظلوم اور مجبور مسلمان قیدی یعنی ابوجندل سے تبلیغ و تعلیم اسلام کا جس آسانی سے کام لیا اور جس سہولت سے اس (ابوجندل) کی نجات و مخلصی کا سامان فراہم فرمایا وہ اسکی تدبیر قدرت کی خاص مثال ثابت ہوتا ہے۔ صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین۔

ابوجندل نے قید خانہ مکہ مین بیٹھکر دین حق کی تبلیغ شروع کردی جو کوئی اسکی نگرانی پر مامور ہوتا

اُسے توحید کی خوبیاں سُناتا۔ اللہ کی عظمت وجلال بیان کرکے ایمان کی ہدایت کرتا خدا کی قدرت کہ ابوجندل اپنے سچے ارادے اور عزم میں کامیاب ہوجاتا تھا اور وہ شخص زنگران مجلس مسلمان ہوجاتا تھا قریش اس دوسرے ایمان لانے والے کو بھی قید کردیتے اب یہ دونوں ملکر تبلیغ کا کام اُسی قیدخانہ میں کرتے الغرض اسی طرح پر ایک ابوجندل کے قید ہوکر مکہ پہونچ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر تین سو اشخاص اسلام لائے۔

رحمۃ العالمین ص ۲۴۰۔

عتبہ ابن اسید کا واقعہ

ابوجندل کے ایسے اکثر بے یار و مددگار مسلمان مکہ میں گرفتار تھے اور شب و روز ظالمان قریش کے ہاتھوں ناقابل برداشت مصائب اٹھا رہے تھے آخر صبر وتحمل کی تاب وطاقت کہاں تک۔ وقت اور موقع پاکر ان میں اکثر ادہر ادہر نکلجاتے تھے۔ اُن میں عتبہ ابن اسید جن کی کنیت ابوبصیر تھی۔ مکہ سے بھاگ کر مدینہ میں چلے آئے قریش کو خبر ہوئی۔ دو آدمی اُن کے پکڑنے کو آئے۔ ابوبصیر بلائے گئے اور بارگاہ رسالت سے فوراً واپس جانے کا حکم ہوا۔ ان ہذا رسول صادق امین۔ عتبہ نے عرض کی حضور ہمیں پھر کافروں میں بھیجے دیتے ہیں کہ وہ ہمیں کافر بنالیں۔ ارشاد ہوا خدائے مسبب الاسباب تمہاری نجات ومخلصی کا راستہ نکال دیگا۔ ابوبصیر مجبور ہوکر اپنے دونوں کافر رفیقوں کے ساتھ مدینہ سے مکہ واپس ہوئے منزل ذوالحلیفہ میں پہونچکر اپنے دونوں محافظوں سے ایک کو موقع پاکر مار ڈالا۔ دوسرا شخص جو بچ رہا تھا اُس نے مدینہ میں جاکر جناب رسالتمآب صلعم کی خدمت میں روئداد عرض کردی۔ اسکے پیچھے ابوبصیر بھی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور نے اپنے عہد کو پورا کردیا۔ آپ بری الذمہ ہیں۔ اب جو الزام ہے وہ مجھپر ہے میں مدینہ میں بھی نہیں رہنے کا۔ یہ کہا اور اُسی وقت مدینہ سے چلے گئے۔ اور مقام عیص میں۔ جو سمندر کے ساحل پر ذو مرہ کے قریب ہے سکونت اختیار کی۔

اب سُنئے جب عیص میں ابوبصیر کی سکونت کی خبر معلوم ہوئی تو باقیماندہ مقیدین اسلام جو مکہ میں پڑے کفار قریش کی مصیبتیں جھیل رہے تھے۔ ایک ایک کرکے موقع اور وقت سے بھاگ کر انکے پاس پناہ گزین ہونے لگے یہانتک کہ اُن کے پاس تھوڑے ہی دنوں میں ایک معتدبہ جماعت ہوگئی اور پھر تو رفتہ رفتہ انمیں اتنی قوت آگئی کہ مکہ سے آنے والے قافلہائے تجارت کو سرراہ روک لینے لگے۔ اور اس وجہ سے اسباب قافلہ بھی انکو جو کچھ دستیاب ہوجاتا تھا وہی انکے آذوقہ اور مدد معاش کے لیے کافی ہوتا تھا۔ قریش ساحل کے مقامات وحالات سے واقف بھی نہیں تھے جو اُن کے معاملات کی کوئی انسداد واصلاح کی فکر کرتے۔

بالآخر قریش نے عاجز اور تنگ ہوکر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے آدمی بھیجے

اور بڑی منت وعاجزی سے گزارش کی کہ صلحنامہ مکہ ۔ ازطرف سے یہ شرط خارج کردیجائے اور اب جو مسلمان چاہے مکہ سے بلاخوف وہراس اور بغیر عذر وکلام مدینہ مین جاکر مقیم ہو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا عذر تھا۔ فوراً منظور ہو گیا۔

مسلم مقیدین قریش ومحصورین مکہ کی رہائی ابوبصیر کی آخری سرگزشت

اُسی وقت تمام مسلم مقیدین کو مدینہ مین واپسی کا حکم عام لکھکر بھیجدیا گیا۔ ابوبصیر کو بھی اطلاع دیدی گئی۔ محدث شیرازی لکھتے ہین کہ جسوقت یہ نامہ مبارک عیص مین پہونچا غریب ابوبصیر بہ عالم نزع طاری تھا۔ ابوجندل جو مکہ سے آکر انھین کے پاس مقیم تھے۔ سرہانے تیمارداری کررہے تھے۔ ابوبصیر کے کان مین چلاکر نامہ مقدس کی آمد کی بشارت دی ابوبصیر نے یہ مژدہ جانفزا سنکر آنکھین کھولدین اور ابوجندل کے ہاتھ سے نامہ مبارک لیکر اپنے سینہ پر رکھ لیا اور روح عالم قدس کی طرف پرواز کرگئی ابوجندل کا بیان ہے کہ ہم سب نے ملکر ابوبصیر کو دفن کردیا اور ایک مسجد وہان تعمیر کردی۔ پھر وہان سے ہملوگ مدینہ منورہ مین چلے آئے۔ روضۃ الاحباب ص ۳۶۳۔

جب اتنے مشاہدات متواتر مسلمانون کی چشم ظاہر سے گزرچکے تب جاکر انکو صلح حدیبیہ کے فواید مخفیہ کی حقیقت کا یقین ہوا۔ اور اُسوقت یہ سمجھے کہ حقیقت مین وہ جس صلح کو اپنی شکست سمجھے تھے۔ وہ حقیقت مین اُنکی وہی فتح مبین تھی جسکو خود خدائے سبحانہ تعالیٰ وحی بھیجکر بتلا چکا تھا۔ صدق اللہ ورسولہ۔

وعسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم واللہ اعلم بما کنتم لا تعلمون

جو چیزین تم مکروہ سمجھتے ہو وہ تمھارے حق مین بہتر نکلتی ہین اور خدا ان چیزون کو جنکو تم نہین جانتے تم سے بہتر جانتا ہے۔

فتح مبین کی تفسیر مین محدث شیرازی لکھتے ہین۔

مراد از صلح حدیبیہ است وآنچہ در بعضی از اخبار وارد شدہ کہ اصحاب از حضرت پرسیدند افتح ھو وحضرت عمر کا کلمہ مستفسرہ سے فرمود نعم مؤید این سخن است وصلح حدیبیہ را فتح خواند زیرا کہ مقدمۃ فتوح بسیار بود وبواسطہ این صلح جمعے از مومنان کہ در مکہ بودند وایمان خود را مخفی می داشتند سرگزار شدند ومسلمانان باکفار بر سبیل مجاہرہ مناظرہ

فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے بعض اخبار مین وارد ہوا ہے کہ صحابہ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کیا یہ واقعی فتح ہوا حضرت عمر کا کلمہ مستفسرہ ہے) فرمایا۔ ہان آپکا قول مبارک اسکا موید ہے آپنے صلح حدیبیہ کو اس لیے فتح کہا کہ یہ صلح بہت سے فتوحات کی مقدمہ تھی اور اسکے ذریعہ سے بہت سے مسلمان جو اسوقت مکہ مین مقید تھے اور اپنے ایمان کو چھپاتے تھے بالکل آزاد ہوگئے اور مسلمان کفار کے ساتھ مجاہرہ اور مناظرہ کرنے پر پورے طور سے آزاد ہوگئے اور قرآن مجید

---

[۱] کیا اس سے حکم تقیہ پر عمل صحابہ ثابت نہین ہے۔ مولف عفی عنہ۔

می نمودند و قرآن برایشان می خواندند و بآن سبب بیارے از کفار مسلمان شدند۔

انکو سنانے لگے۔ اور اس سبب سے بہت سے کفار مسلمان ہو گئے۔

آخر مین محدث شیرازی تحریر فرماتے ہین

در بعضے از تفاسیر و کتب اہل سیرت کہ در آن دو سال کہ صلح میان ایشان باقی بود چندان از کفار مسلمان گشتند کہ موازی بود بہ آنکہ قبل از صلح باسلام آمدہ بودند

بعض کتب تفسیر وسیرت سے ظاہر ہوتا ہو کہ دو سال صلح کے زمانہ مین اس تعداد مین قریش (کفار) اتنے مسلمان ہوے جتنے ابتک صلح سے پہلے اسلام لاچکے تھے۔

شبلی صاحب بھی انھین مضامین کو ان الفاظ مین تحریر فرماتے ہین۔

اب تک مسلمان اور کفار باہم ملتے جلتے نہ تھے۔ اب صلح کی وجہ سے آمد و رفت شروع ہوئی خاندانی و تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفار مدینہ مین آتے مہینون قیام کرتے اور مسلمانون سے ملتے جلتے تھے۔ باتون باتون مین اسلامی مسائل کا تذکرہ آتا تھا۔ اسیکے ساتھ ہر مسلمان۔ اخلاص حسن عمل نیکوکاری۔ پاکیزہ اخلاقی کی ایک زندہ تصویر تھا۔ جو مسلمان مکہ جاتے تھے انکی صورتین یہی مناظر پیش کرتی تھین۔ اس سے خود بخود کفار کے دل اسلام کی طرف کھنچے آتے تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس معاہدۂ صلح سے لیکر فتح مکہ تک اسقدر لوگ کثرت سے اسلام لائے کہ کبھی نہ لائے تھے حضرت خالد (فاتح شام) اور عمر ابن عاص (فاتح مصر) کا اسلام بھی اسی زمانہ کا یادگار ہے۔ سیرۃ النبی ۴۳۲

صاحب رحمۃ العلمین اسکو زیادہ دلیل و تفصیل کے ساتھ یون بیان کرتے ہین۔

صلح کا حقیقی فائدہ۔ امام زہری نے معاہدہ کی دفعہ اوّل کے متعلق تحریر فرمایا ہو کہ جانبین آمد و رفت کی روک ٹوک اٹھ جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانون سے ملنے جلنے لگے اور اس طرح انکو اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کے ذریعے ملے اور اسی وجہ سے اس سال اتنے زیادہ لوگون نے اسلام قبول کیا کہ اس سے پیشتر کسی سال اتنے مسلمان نہین ہوے تھے۔ معاہدۂ حدیبیہ کی شرط دوم کے رو سے مسلمان اس سال مکہ پہونچکر عمرہ کرنے کا حق رکھتے تھے اسی لئے اللہ کا رسولؐ دو ہزار صحابہ کو لیے مکہ مین پہونچا۔ مکہ والون نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مین آنے سے تو نہ روکا لیکن خود گھرون مین قفل لگا کر کوہ ابو قبیس کی چوٹی پر جس کے نیچے مکہ آباد ہے چلے گیے پہاڑ پر سے مسلمانون کے حال کو دیکھتے رہے۔ خدا کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن تک عمرہ کے لیے مکہ مین ٹھہرا رہا۔ اور پھر ساری جمعیت کے ساتھ مدینہ کو واپس گیا۔ ان مشرکون پر مسلمانون کے سچے جوش۔ سادہ اور سچے موثر طریق عبادت کا اور انکی عفت و دیانت و امانت کا (کہ خالی شدہ شہر مین کسی کا ایک پائی کا بھی نقصان نہین ہوا) عجیب اثر ہوا جس نے سیکڑون کو اسلام کی طرف مائل کر دیا ص ۲۴۱۔

ان مفید اور خوشگوار نتائج صلح کو دیکھکر اب تمام اہل اسلام کو یقین ہوگیا کہ وہ تدبیر قدرت اور تجویز رسالت کی تفہیم سے کتنے دور تھے معاملہ صلح کی صرف صورت ظاہری پر اعتبار کر کے جو شکوک ان کے دلوں میں خطور کر رہے تھے اور جن پر وہ کسی قدر عمل پیرا بھی ہو گئے تھے۔ وہ حالت حاضرہ میں اُن کے لیے کسقدر ندامت و خجالت کے باعث ثابت ہوے اور آیہ وافی ہدایہ۔

عسی ان تحبوا شئیا وھو کرہ لکم — اکثر ایسی چیزیں جنھیں تم ناپسند کرتے ہو تمھارے حق میں اچھی نکل آتی ہیں
وعسی ان تکرھوا شئیا وھو خیر لکم واللہ — اور اکثر ایسی ہوتی ہیں جنھیں تم پسند کرتے ہو گروہ تمھارے لیے بری ثابت ہوتی
اعلم بما کنتم لا تعلمون — ہیں اور خدا اُن چیزوں کو جنھیں تم نہیں جانتے تم سے بہتر جانتا ہے۔

کے خطاب کے اصلی مخاطب بھی قرار پاگیے۔

سلاطین ممالک اور رئیسان قبائل کے نام تبلیغ اسلام کے خطوط

سلاطین ممالک اور رئیسان قبائل کے نام تبلیغ اسلام کے خطوط

صلح حدیبیہ کے ان تمام منافع و فوائد کے علاوہ جو کامل تفصیل و تشریح سے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہُوا کہ اس مصالحت کے ہوتے ہی اشاعت اسلام کے لیے جس طرح ملک کے اندرونی مقامات میں فتح الباب ہوگیا۔ اُسی طرح تمام بیرونی ممالک میں اسکی اشاعت و اعلان کے راستے کھل گئے۔

قریش کی مخالفت خفیہ سازشیں اور پوشیدہ ریشہ دوانیاں ابتک توسیع اسلام کی سد راہ ہو رہی تھیں۔ اب اسلام بالکل آزاد تھا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وما ارسلناک الا کافۃ للناس (اے رسول ہم نے تمکو تمام دنیا کے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا ہے) کے حکم برحق کے موافق بیرونی ممالک کے غیر مسلم سلاطین اور غیر مسلم امیران قبائل کے نام دعوت اسلام کے خطوط لکھے اور صحابہ متعددین میں سے حسب ذیل بزرگواروں کو خطوط دیکر غیر اسلامی سلاطین و امرائے قبائل کے درباروں میں عہدہ سفارت پر روانہ فرمایا۔

۱۔ دحیہ کلبی	قیصر روم	۴۔ عمرو بن امیۃ الضمیری	نجاشی بادشاہ حبش
۲۔ عبداللہ بن حذافہ سہمی	خسرو پرویز کجکلاہ ایران	۵۔ سلیط بن عمرو بن عبد شمس	رؤساے یمامہ
۳۔ حاطب بن ابی بلتعہ	عزیز مصر	۶۔ شجاع بن وہب الاسدی	رئیس حدود شام

صحابہ موصوفین تعمیل حکم کے لیے بسر و چشم حاضر تھے۔ ان تمام سفراے اسلام کو رخصت کرتے وقت جو ہدایت فرمائی گئی۔ وہ شبلی صاحب کے الفاظ میں یہ تھی۔

ایھا الناس۔ خدا نے مجھکو تمام دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ دیکھو حواریین عیسیٰ کی طرح اختلاف

نکرنا۔ جاؤ۔ اور میری طرف سے پیغام حق ادا کرو۔

شبلی صاحب۔ پھر اشاروں میں بات کرگئے۔ آپ کی کتاب لکھنے والوں کو یہ نہ معلوم ہوا کہ حواریون عیسٰی نے کیا اختلاف کیا تھا جس سے بچنے اور احتیاط کرنے کے لیے آپ اپنے اصحاب کو خاص طور پر ہدایت فرماتے ہیں نہیں معلوم اسکے بیان کردینے میں کیا دشواری تھی۔ حالانکہ آپ طبری کی جس عبارت سے اس مضمون کو نقل کرتے ہیں اُسی عبارت کے سلسلہ میں اسکی توجیہ بھی لکھی ہوئی ہے۔ اگر آپ چاہتے تو اسے لکھ کر اپنے کلام کے موجودہ ابہام کو بہت آسانی سے رفع کرسکتے تھے۔ مگر آپنے نہیں کیا۔ اور یہ کام مجھسے لیا۔

طبری اسی سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں۔

قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکیف کان اختلافھم قال دعا الی مثل ما دعوتکم الیہ فاما من قرب بہ فاحب وسلم واما من بعد بہ فکرہ وابی فشکا ذلک منھم عیسی الی اللہ عز وجل فصبحوا من لیلتھم تلک وکل رجل منھم یلتغۃ القوم الذین بعث الیھم فقال عیسی ھذا امر قد عزم اللہ لکم علیہ بامضوا۔

صحابہ نے عرض کی کہ وہ کیا اختلاف تھا جو ان سے سرزد ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسٰی نے انکو بھی ویسی ہی دعوت دینی دی تھی جیسی میں نے تملوگوں کو دی ہے لیکن جبتک وہ لوگ حضرت عیسٰی کے پاس رہے اسکے ساتھ خلوص وعقیدت بھی رکھا کیے اور اطاعت بھی کی لیکن جب اُن سے عیسٰی اسے دور چلے گئے۔ تو اس سے نفرت کرنے لگے۔ اور انکار کرنے لگے۔ ان کے امور کی شکایت حضرت عیسٰی نے خدا سے کی۔ پھر اسی رات کی صبح کو ان میں سے ہر شخص اس قوم کی زبان میں حضرت عیسٰی کے متعلق کلام کرنے لگا جس قوم کی طرف وہ بھیجے گئے تھے حضرت عیسٰی نے کہا یہ امر جیسا اُن کے لیے منجانب اللہ مقدر ہوچکا تھا بالآخر ویسا ہی ہو کر رہا۔

ص ۱۵۶۰

اس عبارت نے حواریون عیسٰی کے اختلاف کا انکشاف کردیا اور بتلادیا کہ حواریوں کے اس اختلاف کی مثال دکھا کر آنحضرت صلعم نے صحابہ کو ثبات دینی اور غیر قوموں کی اثر پذیری سے بچنے اور احتیاط قائم رکھنے کی تعلیم دی تھی اور تاکید کی تھی۔

دعوت اسلام کا خط قیصر روم کے نام

شاہان روم وفارس کی موجودہ اقتدار وعظمت کے اعتبار سے تمہیداً اتنا لکھدینا ضروری ہے کہ چند سال پیشتر ایرانیوں نے رومیوں کو شکست سخت پہونچائی تھی جسکا اشارہ قرآن مجید میں اذ غلبت الروم میں موجود ہے۔ ہرقل موجودہ قیصر روم نے بعد چندے ایرانیوں کو ہزیمت کامل پہونچا کر اپنے تمام نقصانات کا پورا معاوضہ لے لیا ان ایام میں کہ فرمان مبارک ہرقل کے نام صادر ہوا وہ اپنے اس موجودہ فتح کی

ادائے شکرانہ کے لیے بیت المقدس مین جاکر مقیم تھا کہ دحیہ کلبی نامہ مقدس لیکر حارث غسانی کے پاس جو قیصر کی طرف سے علاقہ شام کا گورنر تھا اور بصرے مین جو آج کل حوران کے نام سے مشہور ہے اور اسوقت علاقہ شام کا دارالسلطنت تھا مقیم تھا حارث نے وہ نامہ مبارک دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے لیکر اپنے ایک معتمد خاص کی معرفت ہرقل قیصر روم کے پاس بیت المقدس مین بھجوا دیا۔ ہرقل کو جب نامہ مقدس ملا تو اس نے بڑا شاندار دربار کیا اور اپنے ہر طبقہ کے ملازمین دربار کو جمع کیا۔ خود لباس شاہی پہنکر تخت پر جلوس کیا اور تمام مسیحی پیشوایان مذہب اور عالمان دین کو حاضر رہنے کا حکم دیا۔ جب تمام لوگ جمع ہو چکے تو اس نے حکم دیا کہ اگر کوئی عرب بیت المقدس مین موجود ہو تو اسکو خدمت ترجمانی کے لیے حاضر کرو حسن اتفاق سے ابوسفیان تجار قریش کے ساتھ ان دنون بیت المقدس مین مقیم تھا۔ لوگ ابوسفیان کو دربار مین بلا لائے۔ نامہ مبارک کھولا گیا تو اسکی عبارت یہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم
من محمد رسول اللہ ص الی ہرقل عظیم الروم السلام علی من اتبع الھدی اما بعد اسلم تسلم واسلم یوتک اللہ اجرک مرتین وان تولیت فان اثم الاکارین علیک۔	محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل بادشاہ روم کے نام سلامتی ان لوگون کے لیے ہے جو ہدایت کی پیروی کرتے ہین تم اسلام قبول کرو اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو تمہارا پروردگار تمھین دو بڑے ثواب عطا فرمائے گا اور اگر تم نے ناتوجہی کی تو تم سے عذاب منکر کا مواخذہ لیا جائیگا۔

صحیح بخاری مین نامہ مقدس کی آخر عبارت کے بعد یہ آیہ قرآنی تحریر تھی۔

| یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فاشھدوا بانا مسلمون | اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم مین اور تم مین یکسان ہے وہ یہ کہ خدا کے سوا کسی کو نہ پوجین اور ہم مین سے کوئی خدا کو چھوڑ کر کسی کو خدا نہ بنائے۔ اور اگر تم نہین مانتے تو گواہ رہو کہ ہم ماننے والے ہین۔ |

قیصر کے دربار مین نامۂ مقدس

اس نامہ مبارک کی صاف اور بے لوث عبارت موعظت کو سنکر تمام مجمع حیرت مین آگیا۔ عیسائی پیشوایان مذہب اور عالمان دین نے طیش مین آکر سخت اظہار نفرت کیا لیکن قیصر پر انکی متعصبانہ مخالفت کا کوئی اثر نہوا۔ اس نے خط مبارک کو تخت پر رکھ لیا اور ابوسفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات دریافت کرنے لگا۔ فیمابین یون گفتگو شروع ہوئی۔

قیصر۔ مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے۔

ابوسفیان۔ شریف ہے۔
قیصر۔ محمدؐ سے پہلے بھی کسی نے اُنکے خاندان میں نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔
ابوسفیان۔ نہیں۔
قیصر۔ اُسکے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے۔
ابوسفیان۔ نہیں۔
قیصر۔ جن لوگوں نے اُنکا دین اختیار کیا ہے وہ غریب مسکین ہیں یا صاحب اثر و مقتدر۔
ابوسفیان۔ وہ سب مساکین و غربائے قوم ہیں۔
قیصر۔ اُنکے پیرو بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں۔
ابوسفیان۔ بڑھتے جاتے ہیں۔
قیصر۔ کبھی تم لوگوں کو اُس مدعی نبوت پر جھوٹ بولنے کا بھی علم و تجربہ ہوا ہے۔
ابوسفیان۔ کبھی نہیں۔
قیصر۔ کبھی انھوں نے تم سے بدعہدی اور پیمان شکنی کی ہے۔
ابوسفیان نہیں کبھی نہیں لیکن اب جو نیا معاہدہ صلح حدیبیہ ہوا ہے۔ نہیں دیکھیں وہ قائم رہتا ہی یا نہیں۔
قیصر۔ تم لوگوں نے کبھی اُن سے جنگ کی ہے۔
ابوسفیان۔ ہاں کی ہے۔
قیصر۔ نتیجہ جنگ کیا رہا ہے۔
ابوسفیان۔ کبھی ہم غالب آئے کبھی وہ۔
قیصر۔ اُسکی تعلیم کیا ہے۔
ابوسفیان۔ کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو کسی اور کو خدا کا شریک نہ بناؤ۔ نماز پڑھو۔ پاکدامنی اختیار کرو۔ سچ بولو صلہ رحم ادا کرو!! سیرۃ النبیؐ

شبلی صاحب۔ اس مکالمہ کی شرح و تفصیل میں لکھتے ہیں۔

اس گفتگو کے بعد قیصر نے مترجم کے ذریعہ سے کہا کہ تم نے اُسکو شریف النسب بتلایا پیغمبر ہمیشہ اچھے خاندانوں سے ہوتے ہیں تم نے کہا کہ اسکے خاندان میں کبھی اور نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ خاندانی خیال کا اثر ہے۔ تم تسلیم کرتے ہو کہ اس خاندان میں کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو میں سمجھتا اسکو بادشاہت کی

ہو سکتا ہے تم جانتے ہو اُس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ جو شخص کسی آدمی سے جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر کیونکر جھوٹ باندھ سکتا ہے تم کہتے ہو کہ کمزوروں نے اُنکی پیروی کی ہے پیغمبروں کے ابتدائی پیرو غریب ہی لوگ ہوتے ہیں تم نے تسلیم کیا ہے کہ اُس کا مذہب بڑھتا جاتا ہے سچے مذہب کا یہی حال ہے کہ بڑھتا جاتا ہے تم تسلیم کرتے ہو کہ اس نے کبھی فریب نہیں کیا پیغمبر لوگ فریب نہیں کرتے تم کہتے ہو کہ وہ نماز تقویٰ اور عفاف کی ہدایت کرتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو میری قدم گاہ تک اُسکا قبضہ ہو جائے گا مجھکو یہ خیال تھا کہ ایک پیغمبر ضرور آنے والا ہے لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہوگا میں اگر وہاں جاتا تو خود اسکے پاؤں دھوتا۔

قیصر نے ابو سفیان سے جو گفتگو کی تھی اس سے بطارقہ اور اہل دربار سخت برہم ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر قیصر نے اہل عرب کو دربار سے ہٹوا دیا اور گو اس کے دل میں نور اسلام آچکا تھا لیکن تاج و تخت کی تازگی میں وہ روشنی بجھکر رہ گئی۔ سیرۃ النبی ص ۳۴۲۔

ابو سفیان کا بیان ہے کہ اُسی روز سے میرے دل میں اپنی ذلت کا نقش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا یقین ہو گیا۔ رحمۃ ۱۰۰۔

خسرو پرویز شاہ ایران کے نام خط مبارک

عبد اللہ بن حذافۃ السہمی خسرو پرویز کے نام جو نامہ مقدس لے گئے تھے اسکی عبارت یہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
من محمد رسول اللہ الی کسری عظیم فارس
السلام علی من اتبع الہدی و امن باللہ و رسولہ واشہد
ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر
من کان حیا اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم
المجوس۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
محمد پیغمبر خدا کی طرف سے کسری شاہ فارس کے نام سلام ہے
اس شخص کے لیے جو ہدایت کا پیرو اور خدا و پیغمبر خدا پر ایمان
لائے اور یہ گواہی دے کہ خدا صرف ایک خدا ہے اور یہ کہ خدا نے
مجھے تمام لوگوں کا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ ہر زندہ شخص کو خوف دلائے۔
تو اسلام قبول کر تو سلامت رہیگا ورنہ مجوسیوں کا وبال تیری گردن پر ہوگا۔

خسرو پرویز موجودہ فرمانروائے فارس نہایت عظمت و شان کا تاجدار تھا عجم کا ہمیشہ سے دستور تھا کہ ہر خط کے عنوان پر نام بادشاہ وقت کا عظمت کے خیال سے لکھا کرتے تھے۔ نامۂ مقدس میں انکے دستور کا فرامکے خلاف عنوان خدا اور خدا کے رسول کے نام سے شروع کیا گیا تھا اور خسرو کا نام سب سے آخر میں رکھا گیا تھا فرمان رسالت میں اسی ایک بات کو دیکھکر خسرو غیظ و غضب کی شدت میں آگ کا پتلا بن گیا اور نامہ مبارک کو چاک چاک کر ڈالا اور اپنے غرور شاہی میں آکر کہنے لگا کہ میرا رعایا اور میرا غلام اپنی تحریر میں میرے مراتب خاندانی اور مدارج سلطانی کی

یوں تحقیر کرے۔

آنحضرتؐ کی گرفتاری کا حکم اور اس کا نتیجہ

پھر اُس نے باذان کو جو اُسکی طرف سے علاقہ یمن کا عامل تھا لکھا کہ محمد صلعم کو (نعوذ باللہ) پابزنجیر کرکے میرے پاس بھیجدو۔ باذان نے دو آدمیوں کو اس خدمت پر تعینات کیا۔ ایک کا نام بانویہ تھا۔ دوسرے کا خرخسرو۔ ان دونوں نے مدینہ میں آکر شہنشاہ رسالت کی خدمت میں عرض کی کہ کسریٰ خسرو پرویز نے آپ کو طلب کیا ہے۔ اگر آپ اسکے حکم کو نمانیں گے تو وہ آپکے تمام ملک و انتظام کو تباہ و سیاہ کردیگا۔ آپ نے جواب دیا کہ کل اس کے متعلق کہوں گا۔ دوسرے دن وہ جواب لینے آئے تو آپنے ارشاد فرمایا کہ خسرو تو خود چلا گیا۔ اب کس کے پاس جاؤں۔ کل رات کو اسکے بیٹے شیرویہ نے اسے قتل کرڈالا۔ یہ دونوں ایرانی افسر یمن میں واپس آئے تو وہاں ان کے آنے سے پہلے خسرو کے قتل کی خبر پہونچ چکی تھی۔

عبداللہ بن حذافہ السہمی نے مدینہ منورہ میں واپس آکر اپنی سفارت کی جب ساری روئداد بیان کی اور نامۂ مبارک کے چاک کردیے جانے کا حال عرض کیا تو اُسیوقت ارشاد کیا گیا تھا کہ یونہی سلطنت عجم کے پُرزے پُرزے اُڑ جائیں گے۔

حاطب بن ابی بلتعہ اور عزیز مصر کے دربار میں سفارت

حاطب ابن ابی بلتعہ عزیز مصر کے دربار میں سفارت کے عہدے پر مامور ہوکر بھیجے گئے تھے۔ اسکندریہ ملک مصر کا دارالسلطنت تھا جریح ابن مینا جسکا لقب مقوقس تھا مصر کا موجودہ فرمانروا تھا۔

حاطب نے عزیز مصر کو فرمان رسالت سُنانے سے پہلے ان الفاظ میں موعظت فرمائی اور اسلام کی حقیقت بتلائی۔

ایہا الملک۔ آپ سے پہلے تخت مصر پر۔ ایک فرمانروا ایسا بھی گزرا ہے جو انا ربکم الاعلیٰ کا جھوٹا دعویٰ کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی کے سوا اُسکو کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ دریا کی تہ میں ایسا سایا کہ پھر نہ اُبھر اور نزول عذاب کے وقت نہ اسکی دولت اُسکے کام آسکی نہ فوج و سلطنت اُسے بچا سکی۔ مناسب ہے کہ موجودہ فرمانروا بھی اسکی مثال سے عبرت کا سبق لے اور ایسا نکرے کہ دوسرے اسکے حال و مثال سے عبرت پذیری اختیار کریں۔

مقوقس نے جواب دیا۔ یہ صحیح ہے لیکن فرعون تو کافر تھا۔ اور کوئی مذہب ملت نہیں رکھتا تھا میں تو ایک مذہب کا پیرو ہوں اور میں اُس سے علٰحدہ نہیں ہو سکتا جبتک بہتر کوئی دوسرا مذہب مجھے تحقیق نہ ہولے۔

حاطب نے کہا اسی لیے تو میں آپکو دین اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں جو تمام دنیا کے مذہب پر حاوی اور اُن کیلیے

کافی ہے ہمارے پیغمبر خاتم المرسلین صلعم نے اکیلے قریش کو تھوڑے ہی اسلام کی دعوت دی ہے بلکہ تمام دنیا کو اس دین کی دعوت دینے آئے ہین قریش نے ان سے مخالفت کی اور اسیطرح یہود بھی انکے دشمن بن گئے۔ مگر مین آپکو یقین دلاتا ہون کہ بخلاف ان مذاہب و اقوام کے مذہب مسیحی اور قوم نصاریٰ اسلام سے قریب تر ہے خدا کی قسم جس طرح موسیٰ نے عیسیٰ کی بشارت دی ہے اسیطرح حضرت عیسیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی خوشخبری دی ہے قرآن مجید کی طرف ہم آپکو بھی اسوقت ویسے ہی دعوت دیتے ہین۔ جیسے قوم یہود اور توریت والو نکو انجیل مقدس والو نکی دعوت دیتے ہین۔ انبیائے سابقین اور امم ماضیہ کے احوال پر غور کیجیے۔ دستور ہمیشہ سے چلا آتا ہے کہ نبی جس قوم کے زمانہ مین مبعوث ہوتا ہے وہی قوم اسکی اُمت کہلاتے ہین۔ اس دستور قدیم کے مطابق آپنے ہمارے پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے اسلیے آپ اسکے ضرور حقدار ہین کہ آپ انکے پیرو اور انکی شریعت کے معین و مددگار بنجائین اور یہ بھی سمجھ لین کہ ہم آپکو حضرت مسیحؑ ہی کے دین کی طرف گویا دعوت دیتے ہین۔

مقوقس نے کہا مین نے ابھی تمھارے پیغمبر آخر الزمان کی طرف غور نہین کیا ہے اسلیے اُنکے دین کی طرف ابھی میرا میلان خاطر نہین ہے اگرچہ جہانتک مجھے علم و اطلاع ہے انکا مذہب مجھے کسی شئے مطلوب و محبوب سے نہین روکتا اور یہ بھی مجھے پورا یقین ہے کہ تمھارا پیغمبر آخر الزمان نہ ساحر ضرر رسان ہے نہ کاہن کذب بیان۔ اور اُن مین جو علامتین اور تعریفین ہین وہ سب صفات نبوت ہی کے متعلق ہین۔ مگر بات یہ ہے کہ مین اس مسئلہ خاص مین مزید غور کرنا چاہتا ہون

مقوقس کی طرف سے آنحضرت صلعم کے خط کا جواب

یہ کہکر مقوقس نے ایک فیل دندان کی نفیس و بیش بہا ڈبیہ مین نامہ مبارک رکھوایا اور اس پر اپنی مہر لگاکر خزانہ شاہی مین رکھوا دیا اسکے بعد ان الفاظ مین نامہ مقدس کا جواب لکھا

لمحمد بن عبداللہ من المقوقس عظیم القبط سلام علیك اما بعد فقد قرأت کتابك وفهمت ما ذکرت وما تدعوا الیه وقد علمت ان نبیا بقی وکنت اظن انه یخرج بالشام وقد اکرمت رسولك وبعثت الیك بجاریتین لهما مکان فی القبط عظیم وبکسوة واهدیت الیك بغلة لترکبها والسلام علیك۔

محمد بن عبداللہ کے نام مقوقس رئیس قوم قبط کی طرف سے سلام علیک کے بعد مین نے آپکا خط پڑھا اور اسکے مضمون و مطلب کو سمجھا مجھکو اسقدر معلوم تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے لیکن مین یہ سمجھا تھا کہ وہ ملک شام مین ظہور فرمائین گے۔ مین نے آپکے قاصد کی عزت کی اور دو لڑکیان بھیجتا ہون جن مین قبطیون (مصر کی قوم) مین بڑی عزت کی جاتی ہے اور مین آپ کیلیے ملبوس بھی بھیجتا ہون اور ایک خچر بھی روانہ کرتا ہون کہ آپ اس پر سوار ہون۔ آپ پر میرا سلام ہو۔

شبلی صاحب لکھتے ہین۔ باینہمہ عزیز مصر اسلام نہین لایا۔ دو لڑکیان بھیجی تھین۔ ان مین ایک ماریہ قبطیہ تھین۔ جو حرم نبوی مین داخل ہوئین۔ دوسری سیرین تھین جو حضرت حسان کے ملک مین آئین۔ خچر کا نام

دُلدُل تھا جسکا ذکر اکثر حدیث کی کتابون مین آیا ہے جنگ حنین مین آپ اسی پر سوار تھے طبری نے لکھا ہے کہ ماریہ اور سیرین حقیقی بہنین تھین - اور حاطب ابن ابی بلتعہ جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقوقس کے پاس خط دیکر بھیجا تھا - انکی تعلیم سے دونون خاتونین خدمت نبوی مین پہونچنے سے پہلے اسلام قبول کرچکی تھین اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماریہ سے نکاح کیا ہوگا نہ کہ لونڈی کی حیثیت سے وہ آپکے حرم مین آئین -

پھر حاشیہ کی عبارت مین لفظ جاریہ کے متعلق شبلی صاحب نے لکھکر یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ہم نے جاریہ کا ترجمہ لڑکی کیا ہے اس لیے کہ عربی مین جاریہ لڑکی کو کہتے ہین اور لونڈی کو بھی ارباب سیرۃ ماریہ قبطیہ کو لونڈی کہتے ہین لیکن مقوقس نے جو لفظ اُن کی نسبت لکھا ہے یعنی کہ مصریون مین اُنکی بڑی عزت ہے - یہ لونڈیون کی شانمین استعمال نہین کیے جاسکتے - صفحہ ۳۴۶ -

مجھکو شبلی صاحب کی اس رائے سے پورا اتفاق ہے لیکن صرف اتنی گزارش ہے کہ اس معاملہ مین بھی آپنے صرف سیرت والون ہی کو مجرم قرار دیا - اور محدثین کو صاف نکالدیا - حالانکہ صحاح واسانید سے لیکر سُنن وتفاسیر کی چھوٹی بڑی کتاب ایسی نہین چھوٹی ہے جن مین علماے محدثین نے ماریہ قبطیہ کو کنیز لکھکر اقرار نکیا ہو - ان حضرات کے خلاف آپنے خود بھی اس مسئلہ خاص کے متعلق جو کچھ اطلاع وحقیقت پائی ہے وہ صرف طبری ہی کی مرویات سے جو اگر سیرت نگار نہین تو تاریخ نویس ضرور ہے - نہ محدث مشہور ہے - اور نہ مفسر - دنیا اور آپ بھی اسکو امام المورخین ہی لکھتے ہین - پھر فرد جرم مین تنہا سیرت وتاریخ والون کے نام لکھنا حقیقت سے کتنا دور ہے -

عمرابن امیۃ الضمیری در نجاشی شاہ حبشہ کے نام نامۂ مقدس

عمرابن امیۃ الضمیری کو جو نامہ مقدس - نجاشی - بادشاہ حبشہ کے نام دیا گیا تھا اسکے یہ الفاظ تھے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ صلعم الی النجاشی اصحم ملك الحبشۃ - سلام انت وانی احمد الیك اللہ الملك القدوس السلام المومن المهيمن واشهد ان عيسى ابن مريم روح اللہ وكلمتہ القاها الى مريم البتول الطيبۃ الحصينۃ فحملت بعيسى

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے نجاشی اصحم - بادشاہ حبشہ کے نام تجھے سلامتی ہو - پہلے اللہ کی تیری طرف سے اور اپنی جانب سے تعریف کرتا ہون جو مالک ہے - قدوس ہے - مومن ہے اور مہیمن ہے اور گواہی دیتا ہون کہ عیسی ابن مریم خدا کی روح اور کلمہ ہین جو مریم - دوشیزہ - طیبہ اور عفیفہ کی جانب بھیجے گیے اور انھین عیسیٰ کا حمل ہوگیا -

فخلقه الله من روحه ونفخه كما خلق آدم بيده ونفخه وانى ادعوك الى الله وحده لا شريك له والموالاة على طاعته وان تتبعنى وتؤمن بالذى جاءنى فانى رسول الله وقد بعثت اليك ابن عمى جعفرا ونفرا معه من المسلمين فاذا جاءك فاقرهم ودع التجبر انى ادعوك وجنودك الى الله فقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصحى والسلام على من اتبع الهدى ۔

طبری ص ۱۵۶۹

خدا نے عیسیٰ کو اپنی روح اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا جیسا کہ آدم کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے پیدا کیا اب میری دعوت ہے کہ تو خدا پر جو اکیلا اور بالکل لاشریک ہے، ایمان لے آ۔ اور ہمیشہ اسی کی فرمان برداری میں رہا کر اور میری اتباع کر اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کر۔ کیونکہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں میں قبل ازین اپنے برادر عم حضرت جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیج چکا ہوں۔ تم اسے بہ آرام ٹھہرانا تکبر چھوڑ دو۔ کیونکہ میں تمکو اور تمھارے اہل دربار کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ دیکھو میں نے اللہ کا حکم پہونچا دیا اور تمھیں بخوبی سمجھا دیا اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو سلام ہو اس پر جو سیدھی راہ چلتا ہے۔

نجاشی کا اسلام اور بارگاہ رسالت میں اسکا عقیدت نامہ

تمام مورخین عرب کا اس پر اتفاق ہے کہ اس نامہ مقدس کی عبارت پڑھتے ہی نجاشی مسلمان ہوگیا نامہ مبارک کے جواب میں جو عقیدت نامہ اس نے بارگاہ رسالت میں لکھا اسکے الفاظ یہ تھے

بسم الله الرحمن الرحيم

الى محمد رسول الله من النجاشى الاصحم بن الابجر سلام عليك يا نبى الله ورحمة الله وبركاته من الله الذى هدانى الى الاسلام اما بعد فقد بلغنى كتابك يا رسول الله فيما ذكرت من امر عيسى فورب السماء والارض ان عيسى ما يزيد على ما ذكرت ثفروقا انه كما قلت وقد عرفنا ما بعثت به الينا وقد قربنا ابن عمك واصحابه فاشهد انك رسول الله صادقا مصدقا وقد بايعتك وبايعت ابن عمك واسلمت على يديه لله رب العالمين وقد بعثت اليك بابنى ارها بن الاصحم بن الابجر فانى لا املك الا نفسى وان شئت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی اصحم بن ابجر کی طرف سے۔ اے نبی اللہ آپ پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکت ہو۔ اس خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔ بعد عرض ہے کہ حضور کا فرمان میرے پاس پہونچا عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ خدائے آسمان و زمین کی قسم وہ اس سے ذرہ برابر بڑھکر نہیں ہو انکی حیثیت اتنی ہی ہے جو آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ میں نے آپکی تعلیم سیکھ لی ہے اور آپکے ابن عم اور مسلمان میرے پاس با آرام تمام ہیں میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں سچے ہیں۔ راست بازوں کی سچائی ظاہر کرنے والے ہیں میں آپ سے (مزید) بیعت کرتا ہوں۔ میں نے آپکے ابن عم کے ہاتھ پر آپکی بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کر لیا ہے اور میں حضور کی خدمت میں اپنے فرزند ارہا کو روانہ کرتا ہوں میں تو

ان اتیک فعلت یا رسول اللہ صلعم فانی اشھد ان ما تقول حق السلام علیک یا رسول اللہ۔

اپنے نفس کا مالک ہوں اگر حضور کا منشا یہ ہو کہ میں حاضر خدمت ہوجاؤں تو میں ضرور حاضر ہوں گا کیونکہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ سب سچ ہے۔ آپ پر یا رسول اللہ میرا سلام ہو۔

نجاشی نے حسب الوعدہ اپنے بیٹے کو مع اسکے رفقا کے بھیجا لیکن افسوس ہے کہ قضائے الٰہی سے وہ باریاب خدمت نہ ہوسکا۔ طبری میں اسکی یہ کیفیت لکھی ہے۔

قال ابن اسحاق ان النجاشی بعث ابنہ فی ستین من الحبشۃ فی سفینۃ فاذا کانوا فی وسط من البحر غرقت لھم سفینتھم فھلکوا ص۱۵۷۱

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نجاشی نے اپنے لڑکے کو ساٹھ اہل حبش کی جماعت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا لیکن حکم الٰہی سے کشتی بیچ سمندر میں پہونچکر ڈوب گئی اور سب کے سب مر گئے۔

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ سے عقد

مہاجرین حبشہ میں اکثر لوگ ابھی تک حبشہ ہی میں مقیم تھے۔ انھیں میں ام حبیبہ بنت ابوسفیان معاویہ کی بہن بھی تھیں جو اپنے شوہر کے ساتھ وہیں سکونت پذیر تھیں قضائے الٰہی سے انکے شوہر وہیں انتقال کر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی کو لکھ بھیجا کہ میری طرف سے ام حبیبہ کی خواستگاری کرو۔ نجاشی نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور سعید بن العاص کی وساطت سے آنحضرت صلعم کا پیام بھیجا۔ ام حبیبہ کو کوئی عذر نہیں تھا۔ نجاشی نے چار سو اشرفیوں کے مہر پر آنحضرت صلعم کا عقد کر دیا اور رقم مہر ادا کر کے ام المؤمنین ام حبیبہ کو آپ کی خدمت بابرکت میں باکرام تمام بھیج دیا۔ طبری ص۱۵۷۰

سرداران قبائل کے نام خطوط حاکم بحرین کے نام نامہ مبارک

ملوک و سلاطین کے علاوہ سرداران قبائل کے نام بھی خطوط لکھے گئے تھے انھیں سے حاکم بحرین منذر بن ساوی کے نام بھی نامہ مقدس لکھا گیا۔ اور علاء ابن الحضرمی صحابی فرمان رسالت لیکر اسکے پاس گئے۔ منذر شاہان فارس کا ماتحت تھا۔ اس نے آپکے فرمان کو پڑھا اور فوراً مسلمان ہوگیا اور اسکی رعایا کے اکثر طبقات بھی مسلمان ہوگئے۔ اس نے جو عریضہ فرمان نبوت کے جواب میں ارسال خدمت کیا اسمیں عرض کی کہ میری رعایا کے بعض طبقے نے تو اسلام کو بہت ہی پسند کیا ہے لیکن بعض لوگ کراہت کرتے ہیں اور بعض ایسے محروم القسمت بھی ہیں جو مخالفت کا ارادہ رکھتے ہیں میرے علاقے میں یہودی اور مجوسی بھی کثرت سے آباد ہیں۔ ان کے لیے کیا حکم ہوتا ہے۔

منذر کی عرضی کا جواب

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں تحریر فرمایا۔

من نصح انما ینصح لنفسہ ومن اقام علی یھودیتہ او مجوسیتہ فعلیہ الجزیۃ۔

جو نصیحت پذیر ہوتا ہے وہ صرف اپنی ذات واحد کے لیے جو کوئی یہود و مجوس پر قائم رہے اسکو جزیہ[1] دینا ہوگا

[1] جزیہ فارسی لفظ گزیت کا معرب ہے۔ اور اصطلاح میں اس محصول کو کہتے ہیں جو ملوک فارس غیر اقوام زیر سلطنت سے انکے امن و امان و حفاظت مال و جان کے مصارف کیلیے لیتے تھے۔ المولف عفی عنہ

رئیس یمامہ کے نام خط ہودہ بن علی کو بھی شقہ نبوت لکھا گیا تھا۔ جو سلیط بن عمر کی معرفت بھیجا گیا تھا۔ ہودہ بن علی نے جواباً لکھا تھا۔ آپنے جو باتیں لکھی ہیں۔ وہ نہایت اچھی ہیں۔ اگر حکومت میں کچھ میرا بھی حصہ ہو تو میں بھی تمہاری اقتدا کے لیے طیار ہوں۔ اسلام ہوس ملک کے لیے نہیں آیا تھا۔[۱] آپنے فرمایا۔ زمین کا ایک ٹکڑا بھی ہو تو میں نہ دونگا۔ بات ۳۴۲ سیرۃ النبی۔

حاکم عمان کے نام فرمان حاکم عمان کے نام کا خط عمر عاص لیکر گئے تھے۔ حاکم عمان۔ دو بھائی تھے جیفر عبد طبری عبا د لکھتے ہیں۔ انکے باپ کا نام جلندی لکھا ہے۔ عمر عاص عمان پہونچے تو پہلے انکو عبد ملا یہی صلاً سردار ملک تھا اور اخلاق و سیرت میں اپنے بھائی سے بھی زیادہ خلیق و کریم مشہور تھا۔ عمر عاص نے اپنی آپ معرفی کرائی اور بتلایا کہ میں خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سفیر ہوں۔ رسول اللہ صلعم کی طرف سے دعوت اسلام کا تحفہ تمہارے اور تمہارے بھائی کیلیے لایا ہوں۔ پھر فیما بین یوں مکالمت ہوئی۔

عبد۔ میرا بھائی جیفر مجھسے عمر میں بڑا ہے اور ملک کا وہی مالک ہے۔ میں تمہیں اسکی خدمت میں پہونچا دونگا لیکن یہ تو بتلاؤ۔ تمہاری دعوت کیا ہے۔

عمر عاص۔ اس خدائے واحد کی معرفت اور پرستش کرنا جسکا کوئی شریک نہیں اور ہمارے رسول محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرنا۔

عبد۔ تم تو عمائد قریش میں خود ایک رئیس قوم کے بیٹے ہو۔ پہلے یہ تو کہو کہ اس معاملہ میں تمہارے باپنے کیا روش اختیار کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں اس امر میں ہم انہیں کی تقلید کریں۔

عمر عاص۔ میرا باپ تو ہمارے رسول کی شہادت دینے اور انکی نبوت قبول کرنے سے پہلے مر گیا میری دلی تمنا تھی کہ وہ آنحضرت صلعم پر ایمان لاتا۔ اس سے پہلے میں بھی اپنی باپ کی رائے پر تھا یہانتک کہ خدا کی توفیق میرے شامل ہوئی اور میں اسلام سے مشرف ہوا۔[۲]

عبد۔ تم کب سے اسلام لائے۔

عمر عاص۔ تھوڑے دن سے۔

عبد۔ کہاں۔

عمر عاص۔ نجاشی کے دربار میں اور نجاشی بھی مسلمان ہو گیا۔

[۱] افسوس۔ رسول صلعم کے بعد ہوس ملک اور طمع زر اسلام کا اصلی مدعا قرار پا گیا۔ [۲] العادة طبیعة الثانیة عادت انسان کی طبیعت ثانی ہو جاتی ہے جس سے چھٹنا دشوار ہے۔ عمر عاص اپنی عادت کی وجہ سے اسوقت بھی غلط گوئی اور حرف بازی سے نہ چوکے۔ عبد پر اثر ڈالنے کی غرض سے اپنا اسلام لانا نجاشی کے دربار میں اٹھالے گئے ان سے کون پوچھے کہ آپ اسلام لانے گئے تھے یا کفار قریش کی طرف سے سفیر بنکر بادشاہ حبشہ سے مسلم مہاجرین کو نکلوانے گئے تھے آپکو وہاں گئے ہوئے تقریباً نو برس ہوئے اور اسلام لائے ہوئے ابھی دو تین مہینوں سے بھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا جسکا اعتراف آپ خود اپنی تقریر میں کر چکے ہیں۔ نجاشی کے اسلام لانے کا واقعہ بھی آپکی موجودگی کا نہیں ہے کیونکہ جو سفیر نجاشی کے پاس بارگاہ رسالت سے بھیجا گیا تھا اور جسکے سامنے وہ حضرت جعفر کے دست مبارک پر ایمان لایا وہ عمرو ابن امیہ الضمیری تھے۔ نہ آپ۔ پھر آپنے جو یہ جھوٹی داستان اور نیچے کے نیچے تراشے وہ سب آپکی حرف آمیز یاوہ گوئی ہے۔ جو کسی غرض مند عاص سے ہوا اسلام کی راست گوئی اور صدق بیانی کے سخت خلاف ہے۔ یس سے ثابت ہو گیا کہ اسلام لانے پر بھی آپنے صرف اسکے زبانی اقرار سے واسطہ رکھا اسکی تعلیم آداب اخلاق سے آپ کورے رہے۔ لہذا عفا اللہ عنہ

عبد۔ نجاشی کی رعایا نجاشی کے ساتھ اسکے اسلام لانیکے بعد کیسے پیش آئی۔

عمرعاص۔ نجاشی کو سابق دستور اپنا حاکم اور فرمانروا برقرار رکھا۔ اور طبقہ رعایا میں بھی اکثروں نے اسلام قبول کیا۔

عبد۔ (تعجب سے) کیا بیشاپ اور پادریوں نے بھی۔

عمرعاص۔ ہاں۔

عبد۔ عمرا خوب غور کرلو سوچ لو سمجھلو۔ جو کچھ کہہ رہے ہو یاد رکھو جھوٹ بولنے سے زیادہ کوئی شے آدمی کو رسوا کرنے والی نہیں ہے۔

عمرعاص۔ مین نے ایک حرف بھی جھوٹ نہین کہا اور نہ جھوٹ بولنا اسلام مین درست ہے۔

عبد۔ ہرقل نے کیا کیا۔ کیا اسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے۔

عمرعاص۔ ہان معلوم ہے۔

عبد۔ تم کیسے ایسا کہتے ہو۔

عمرعاص۔ اسلام لانے سے پہلے نجاشی ہرقل کو خراج دیتا تھا لیکن اب اس نے صاف صاف کہدیا کہ آج سے ایک درہم بھی ہرقل کو نہ دون گا۔

تمھین حقیقت معلوم نہین۔ ہرقل تک یہ خبر پہونچ بھی گئی اسکے بھائی بناق نے پہونچائی کہ نجاشی کہ سلطنت روم کا باجگذار غلام اور تابعدار ہو کر اتنا شوخ گستاخ اور خود مختار ہوگیا کہ خراج دینے سے انکار کرتا ہے اور قیصر کے دین وملت کو چھوڑ کر اس نے اپنے لیے نیا مذہب اختیار کرلیا ہے۔ ہرقل نے بھائی کو جواب دیا۔ تو پھر مین کیا کرون اسے اختیار ہے۔ جو مذہب چاہے اختیار کرے۔ بھائی اگر مجھے اپنے تخت وتاج کی ہوس گلوگیر نہوتی تو نجاشی سے قبل مین نے وہ دین قبول کرلیا ہوتا۔

عبد۔ (پھر تعجب سے) عمرعاص یہ کیا یاوہ گوئی کررہے ہو۔

عمرعاص۔ خدا کی قسم۔ بالکل سچ کہہ رہا ہون۔

عبد۔ اچھا بتلاؤ تمھارا نبی کن کن چیزون کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور کن کن چیزونکے ارتکاب سے منع کرتا ہے۔

عمرعاص۔ خداے واحد کی عبادت واطاعت کا حکم دیتا ہے معصیت الٰہی سے منع کرتا ہے۔ زنا نی نا۔ استعمال

لہ کس قدر خلاف واقع ہے۔ نجاشی کے در بار مین سچی علما کا صرف آبدیدہ ہونے کا ذکر قرآن مجید مین بھی ہے لیکن انکا مسلمان ہونا نہ قرآن مین ہے نہ حدیث وتاریخ مین۔ المولف عفی عنہ۔

شراب پتھر اور صلیب کی پرستش سے قطعاً ممانعت فرماتا ہے۔

عبید۔ کیسے اچھے کام ہیں جنکی تعلیم و دعوت دہ دیتا ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ میرا بھائی بھی آنکی دعوت کو قبول کرے اور ہم دونوں بھائی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام سے مشرف ہوں میرا اپنا خیال ہے کہ اسکے برعکس اگر میرا بھائی دنیا طلبی میں مبتلا رہا اور اسلام کی موجودہ دعوت کو اس نے رد کردیا تو یہ امر اسکی سلطنت کے لئے بھی مضر ہوگا۔

عمر عاص۔ اگر تمہارے بھائی نے اسلام قبول کر لیا تو آنحضرت صلعم بھی اسے اس ملک کا فرمانروا تسلیم کرلیں گے ہاں صرف اتنا کرینگے کہ یہاں کے مالدار اور دولتمند لوگوں سے رقم صدقہ وصول کرینگے اور یہیں کے غربا کو تقسیم کردینگے۔

عبید۔ بات تو اچھی ہے۔ مگر صدقہ سے مراد کیا ہے۔

عمر عاص۔ زکواۃ وصدقات کے مسائل بتلاکر، اونٹ میں بھی زکواۃ دینی ہوگی،

عبید۔ تو پھر ہمکو اپنی مویشیوں میں سے بھی زکواۃ دینی ہوگی انکی زکواۃ کیسی وہ تو خود جنگل کی گھاس درختوں کی پتی اور دریا کا پانی پی لیتے ہیں۔

عمر عاص۔ جو کچھ بھی ہو۔ اونٹوں کی بھی زکواۃ دینی ہوگی۔

عبید۔ مجھے نہیں معلوم ہوتا کہ میری قوم کے کثیر التعداد لوگ جو دور دراز مقامات میں پھیلے ہوئے ہیں کیسے اس حکم کی تعمیل کر سکیں گے۔

عمر عاص عبید کے پاس انتظار جواب میں مقیم رہے۔ عبید روز کی خبر اپنے بھائی جیفر کو لکھکر بھیجا کرتا تھا ایک دن بادشاہ (جیفر) نے عمر عاص کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ یہ چلے۔ دربار کے دروازے پر پہونچے تو چوبداروں نے اُن کے بازو تھام کر بادشاہ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ بادشاہ نے کہا اسے چھوڑ دو انہوں نے چھوڑ دیا جب یہ چھوٹ گئے تو بیٹھنے لگے چوبداروں نے ڈانٹا۔ انھوں نے بادشاہ کی طرف دیکھا۔ بادشاہ نے پوچھا تمہارا کیا کام ہے۔ عمر عاص نے نامہ مبارک پیش کیا۔

جیفر۔ نے مہر توڑ کر نامۂ مقدس کو پڑھا۔ پھر عبید کو دیا۔ اس نے بھی پڑھا۔ عمر عاص نے انداز سے اسی وقت سمجھ لیا کہ جیفر اپنے بھائی عبید سے زیادہ نرم دل ہے۔ پھر عمر عاص اور جیفر سے یہ گفتگو ہوئی۔

جیفر۔ قریش کا کیا حال ہے۔

عمر عاص۔ تمام قریش نے طوعاً کرہاً اسلام قبول کر لیا ہے۔

جیفر۔ اسکے رفقا کون لوگ ہین۔

عمر عاص۔ وہی لوگ ہین جو اسپر ایمان لا چکے ہین گھر بار اور تمام کاروبار سے دست بردار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین ہمہ وقت حاضر ہین۔ اور کامل خوض وغور و فکر و تعمق اور تحقیق و تفتیش حالات کے بعد آپکی متابعت کو اختیار کر چکے ہین۔

جیفر۔ اچھا تم کل پھر مجھسے ملنا۔

عمر عاص عبد سے ملا وہ کہنے لگا میری رائے یہ ہے کہ اگر ہمارے ملک کو کوئی صدمہ نہ پہونچے تو بادشاہ مسلمان ہو جائیگا عمر عاص جب دوسرے دن بادشاہ سے ملا تو جیفر سے کہا کہ تم نے ہماری دعوت کے معاملہ پر غور نہین کیا جیفر نے کہا مین نے تمھارے معاملہ پر غور کیا ہین انکی اگر اطاعت قبول کرتا ہون تو وہ ہم سے اتنی مسافت بعید پر ہین کہ انکی فوج وقت پر مجھے مدد نہین پہونچا سکتی اس لیے مجھے تمام عرب مین کمزور ہو کر رہنا پڑے گا۔ حالانکہ اگر انکی فوج اس ملک مین آئے تو مین ایسی سخت لڑائی لڑون گا کہ کبھی تمھین سابقہ نہ پڑا ہو۔ عمر عاص نے کہا کہ اچھا تو مین پھر کل واپس جاؤن جیفر نے کہا کل پھر اور ٹھہر جاؤ۔

دوسرے دن جیفر نے پھر عمر عاص کو آدمی بھیجکر بلایا اور دونون بھائی بغیر کسی عذر و کلام کے مسلمان ہو گئے۔ اور ملکی رعایا کا بھی اکثر حصہ مسلمان ہو گیا۔ بحوالہ زاد المعاد ابن القیم صفحہ ۱۲ [1]۔

> سردار قبیلہ غسان کے نام خط

حارث نامی قبیلہ غسان کا سردار۔ جو حدود شام کا رئیس تھا اور قیصر رومی کا باجگذار۔ اسکو جب نامہ مقدس پہونچا تو بخلاف ہرقل قیصر روم کے نامہ مبارک پڑھکر بگڑ کھڑا ہوا اور پھر ایسا کہ فوج کو فوراً طیاری کا حکم دے ہی دیا اور سال ڈیڑھ سال ترتیب فوج اور سامان جنگ کرتا رہا مسلمان بہ خبر پاکر ہمیشہ اسکے حملہ کے منتظر تھے جنگ موتہ اور غزوہ تبوک اسی مبدا کی خبرین تھین۔

---

[1] حافظ ابن القیم نے یہ روایت اپنے اسناد سے لکھی ہے۔ جو کسی تاریخ و سیرت مین مروی نہین ہے۔ علاوہ نقل کے عقل و واقعہ کے خلاف بھی ہے۔ اس لیے کہ سنہ ۸ ہجری کے قبل عمر عاص کا اسلام لانا ہی ثابت نہین ہے۔ جیسا کہ عنقریب بیان کیا جاتا ہے۔ تو سفارت کیسی؟ اس تفصیلی بیان اور طویل داستان مین چونکہ حقیقت اسلام کے اکثر جزئیات قابل ذکر تھے۔ اور غالباً اسی ضرورت سے صاحب رحمۃ العالمین نے بھی نقل کیا ہے اس بنا پر مین نے بھی اسکا چھوڑ دینا پسند نہین کیا۔ ممکن ہے کہ یہ گفتگو جس سفیر دربار رسالت سے پیش آئی انکا نام بھی عمر ہو۔ جو رواۃ نے اپنے قیاس سے عمر عاص سمجھ لیا ہو۔ اور پھر اسی طرح نقل ہوتا ہوا حافظ ابن القیم تک چلا آیا ہو۔ عمر عاص کے فاتح مصر ہونے کی تخصیص نے انکی اس غلط فہمی کو اور قوی کر دیا ہو۔ لیکن واقعیت اور اصلیت عمر عاص کی اس سفارت کے بالکل خلاف ہے اور حافظ ابن القیم کا حدیث و تاریخ مین اتنا پایہ بھی نہین جو ان کے منفردات بھی قابل استناد سمجھے جائین۔ المولف عفی عنہ۔

خالد بن ولید اور عمرو عاص کا اسلام

اسلام کی قدرت نما تاثیر کا خاص انداز ہے کہ اسکا احساس زیادہ تر انھیں لوگوں پر بہت جلد اور گہرا ہوتا ہے جو اُس کے شدید مخالف بلکہ دشمن جان ہوتے ہیں خالد ابن ولید و عمرو عاص کی مخالفت اسلام ابتدا سے لیکر اسوقت تک اتنی عام اور علی الاعلان ہیں کہ محتاج بیان نہیں صلح حدیبیہ کے محاسن نتائج کا بہت بڑا اثر تازیانہ بنکر تمام کفار قریش میں سب سے پہلے انھیں دو شخصوں پر پڑا اور پھر اس شدت سے کہ اسکے جذبات کو پھر ایکدم کے لیے بھی یہ لوگ روک نہ سکے۔

قدرت کے عجیب نیرنگ ہیں۔ کل یوم ھو فی شان یہی حضرات ہیں جو آج چھ برس بار بار سخت جذبات کے ساتھ مدینہ میں استیصال اسلام کے لیے مضطربانہ طور پر جایا کرتے تھے۔ آج بھی یہ وہی لوگ ہیں جو محسوسات و جذبات قلبی کے ساتھ اسی اسلام کے قدموں پر اپنی متابعت و فرمان برداری کے سر جھکانے کے لیے دوڑے جاتے ہیں شبلی صاحب رقمطراز ہیں۔

حدیبیہ کی صلح کو خدا نے فتح کہا ہے لیکن اجسام کی نہیں قلوب کی، اسلام کو اپنی اشاعت کے لیے امن درکار تھا اور وہ اسی صلح سے حاصل ہوگیا۔ اس صلح کو دشمن بھی فتح سمجھتے تھے[1]۔ قریش اور مسلمانوں میں جو معرکے ہوئے۔ فوجی حیثیت سے قریش کی صف میں ہر جگہ خالد ابن ولید کا نام ممتاز نظر آتا ہے جاہلیت میں رسالہ کی افسری انھیں کی سپرد تھی۔ احد میں مشرکین کے اکھڑے ہوئے پاؤں انھیں کی کوشش سے سنبھلے تھے حدیبیہ کے موقع پر بھی قریش کا طلایہ انھیں کی زیر افسری نظر آتا تھا لیکن قریش کا یہ سپہ سالار اعظم بھی آخر اسلام کے حملہ کاری سے نہیں بچا۔ صلح حدیبیہ کے بعد حضرت خالد نے مکہ سے نکلکر مدینہ کا رُخ کیا۔ راستہ میں حضرت عمرو عاص ملے پوچھا کدھر کا قصد ہے۔ بولے اسلام لانے جاتا ہوں۔ عمرو عاص نے کہا ہمارا بھی یہی ارادہ ہے دونوں صاحب ایکبار بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام سے مشرف ہوئے۔ اور اب وہ جوہر جو اسلام کی مخالفت میں صرف ہو رہا تھا۔ اسلام کی محبت میں صرف ہونے لگا۔ سیرۃ النبی صفحہ ۴۴۳

لیکن آپ کے مختار اور ابن حجر کے قول کے خلاف جسکی سند پر آپنے خالد کا اسلام صلح حدیبیہ کے بعد بتلایا ہے امام عبد البر۔ ابن اثیر اور علامہ ابن وردی کے مختار و اقوال سے بالکل غلط ثابت ہوتا ہے۔

ملاحظہ ہو ذیل کی عبارت :-

قال ابن الوردی ثم دخلت سنة ثمان فيها قدم خالد بن وليد و عمرو بن عاص و عثمان بن طلحة۔	علامہ ابن (اپنی تاریخ میں) وردی کہتے ہیں کہ پھر ۸ ہجری شروع ہوا اور خالد بن ولید۔ عمرو بن عاص و عثمان بن طلحہ

---

[1] مگر افسوس حضرت عمر نہیں سمجھتے تھے اور حضرت ابوبکر کے سمجھانے سے بھی نہیں سمجھتے تھے۔

فاسلموا ولكن قال ابن عبد البر في الاستيعاب وابن اثير في الاسد الغابة لا يصح لخالد بن الوليد مشهد مع رسول الله صلعم قبل الفتح۔

حضور نبوی میں آکر اسلام لائے لیکن حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اور ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے خالد بن ولید کا مشرف بصحبت ہونا صحیح نہیں ہے۔
بحوالہ تاریخ احمدی ص۶۵

آغاز سال ۷ ہجری

غزوہ خیبر

غزوۂ خیبر محرم ۷ ہجری

خیبر عبرانی لفظ خیبر سے ماخوذ ہے جو اصلاً قلعوں کے معنوں میں آیا ہے مدینہ منورہ سے آٹھ منزل کی مسافت پر واقع ہے۔ سیاحین یورپ مسٹر ڈاوٹی (Mr. Doughty) نے ۱۸۷۸ء میں مہینوں خیبر کی سیر کی ہے۔ اور نگاہ تحقیق سے خیبر کے تمام مقامات کا کامل مشاہدہ کیا ہے۔ ڈاوٹی کا بیان ہے کہ نخلستان خیبر کی زمین بڑی زرخیز ہے۔ قوم یہود کے یہاں بڑے بڑے مضبوط اور مستحکم قلعے بنے ہوئے تھے۔ انہیں سے چند قلعوں کے آثار اب تک زندہ ہیں۔

جلد دوم میں یہودیوں کی جلا وطنی اور مقام خیبر میں انکی سکونت پذیری کے مفصل حالات بیان ہو چکے ہیں سمجھ لینے کے لیے مجملاً یہی کافی ہے کہ مدینہ منورہ اور اسکے گرد و نواح سے یہودیوں کے قبائل اکھڑ گئے اور گرد و پیش بس گئے۔ مال و دولت کی کثرت سے یہاں بھی انکی عالی شان عمارتیں بن گئیں اور مضبوط و مستحکم قلعے تیار ہو گئے۔ کاروبار کی بڑی بڑی منڈیاں کھل گئیں اور اطراف و جوانب میں دور دور تک انکی ثروت و اقتدار کے سکے جم گئے۔ واقعات میں تو تسلسل قائم رکھنے کی ضرورت ہمکو پھر بالاختصار یہودان مدینہ کی جلا وطنی سے لیکر خیبر میں سکونت اختیار کرنے کے موجودہ وقت تک حالات دہرانے کی ضرورت مجبور رہی ہے۔

جلد دوم میں یہاں تک معلوم ہو چکا ہے کہ بنی نضیر کے یہودی مدینہ سے اکھڑ کر خیبر میں جا بسے اور اپنی فطرتی خونخواری اور شرارت کے تقاضوں سے یہاں بھی مخالفت اسلام کی مشغلہ سے باز نہ آئے اطراف و جوانب کے تمام قبائل کو استیصال اسلام پر آمادہ و تیار کر کے مدینہ پر چڑھا لائے اور جنگ احزاب برپا کی پھر جنگ قریظہ کی بنا ڈالی لیکن یہودیوں کا سردار حیی ابن اخطب خود ہی قتل ہو گیا حیی ابن اخطب کے بعد ابو رافع اسکا جانشین ہوا اسکا پورا نام سلام ابن ابی الحقیق تھا۔ یہ عرب کا ملک التجار تھا اور بڑا عظیم الشان صاحب کاروبار قبیلہ غطفان کی آبادی خیبر سے بالکل ملی ہوئی تھی۔ یہ لوگ یہودان خیبر کے ساتھ قدیم الایام سے معاہدہ میں شریک تھے اور ہر صورت سے ان کے معین و رفیق

سنہ ۶ ہجری مین سلام ابن الحقیق نے جسکی کنیت ابورافع ہے خود اُنکے پاس جاکر سب لوگونکو اسلام کے استیصال پر برانگیختہ کیا۔ ابن سعد طبقات جلد دوم مین لکھتے ہین۔

ان ابا رافع بن ابی الحقیق قد اجلب فی غطفان ومن حولہ من مشرکی العرب وجعل لھم الحفل العظیم لحرب رسول اللہ صلعم۔ ص ۶۶

ابورافع نے غطفان اور آس پاس کے مشرکین عرب کو جنگ پر ترغیب دیکر اور آنحضرت صلعم سے جنگ کرنے کی ضرورت دکھلا کر اُن لوگون کی ایک بڑی بھیڑ جمع کی تھی۔

جب مدینہ پر اُس حملہ کی طیّاریان معلوم ہوئین تو عبداللہ بن نہیک انصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذن سے سلام بن ابی الحقیق کو اسکے قلعہ کے اندر ہی مارڈالا[۵۱]۔ سلام کے بعد یہودیون نے اسیر بن زرام کو اپنا امیر بنایا۔ اسکی فتنہ انگیزی کی کیفیت شبلی صاحب ان الفاظ مین بیان فرماتے ہین۔

یہود کی غداری

اسیر نے قبائل یہود کو جمع کرکے تقریر کی اور کہا کہ میرے پیشرو ون نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ مین جو تدبیرین کین وہ غلط تھین۔ صحیح تدبیر یہ ہے کہ خود محمد صلعم کے دارالریاست پر حملہ کیا جائے اور مین یہی طریقہ اختیار کرونگا" اس غرض سے اسیر نے غطفان اور دیگر قبائل مین دورہ کیا۔ اور ایک فوج گران طیار کی"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبرین پہونچین تو آپنے اس افواہ پر اعتبار نہین کیا بلکہ عبداللہ بن رواحہ کو بھیجا کہ خود خیبر جاکر اصل واقعہ کی تحقیق کرین۔ چنانچہ وہ چند آدمیونکو لیکر گئے۔ اور چھپکر خود اسیر کی زبانی اسکی تدبیرین اور مشورے سُن لئے۔ یہ حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کیے آپنے عبداللہ بن رواحہ کو تیس آدمی دیکر خیبر کو روانہ کیا ان لوگون نے اسیر سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمکو اسلیے بھیجا ہے کہ تم اگر حاضر ہوجاؤ تو خیبر کی حکومت تمکو دیدیجائیگی۔ چنانچہ وہ تیس آدمی لیکر خیبر سے نکلا اور احتیاط کی بنا پر یہ مخلوط قافلہ اسطرح چلا کہ دو دو شخص ہمرکاب چلتے تھے جنمین ایک یہودی ایک مسلمان ہوتا تھا۔ قرقرہ پہونچکر اسیر کے دلمین بدگمانی پیدا ہوگئی اس نے ہاتھ بڑھاکر عبداللہ ابن انیس کی تلوار کھینچنی چاہی۔ انھون نے کہا او دشمن خدا بدعہدی کرنا چاہتا ہے۔ یہ کہکر سواری بڑھائی اور جب اسیر زد پر آگیا تو ایسی تلوار ماری کہ اسکی ران کٹ گئی۔ گرتے گرتے عبداللہ کو بھی زخمی کیا اب مسلمان پیشدستی کرکے یہود پر ٹوٹ پڑے نتیجہ جنگ یہ ہوا کہ یہود ایک کے سوا کوئی نہین بچا۔ یہ آخر سنہ ۶ ہجری یا محرم سنہ ۷ ہجری کا واقعہ[۵۲] ہے۔

---

۵۱ ابورافع کے قتل کے تعین وقت مین بہت اختلاف ہے۔ جیسا کہ جلد دوم مین مذکور ہوچکا ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب نے باسناد صحاح سنہ ۶ ہجری سے پہلے بتلایا ہے اور ارباب سیر تاریخ سنہ ۶ ہجری کا خاص واقعہ ٹھہراتے ہین۔ المؤلف عفی عنہ۔

۵۲ شبلی صاحب قطر انداز ہین۔ یہ تمام واقعات ابن سعد سے منقول ہین۔ بہت سی کتابون مین لکھا ہے کہ عبداللہ ابن انیس نے خود ابتدا کی اور سلام کو قتل کرڈالا لیکن صحیح واقعہ وہی ہے جو ابن سعد سے منقول ہے اور وہی ایسے معرکہ کی وجہ ہوسکتا ہے الّا شبلی صاحب کو اس نظریہ مین پورا تسامح ہوگیا ہے۔

قوم یہود کی تمام فتنہ انگیزیاں ایک ایک کرکے جلد دوم مین بیان ہوچکی ہین یہی یہود تھے جو قریش سے ہمزبان ہوکر قبائل عرب کو مخالفت اسلام پر آمادہ اور طیار کرتے تھے ان مخالفانہ تدبیرون اور معاندانہ ترکیبون کا نتیجہ جنگ احزاب تھی جسمین شکست کا بل اٹھاکر انکے دل بیٹھ گئے لیکن اب بھی انکی غدارانہ فطرت چین سے نہ بیٹھی۔ کفار قریش سے بھی معاملات بنی قریظہ مین ان بن ہوگئی۔ اور ایسی کہ آیندہ رفاقت وحمایت کی کوئی امید باقی نہین رہی طبعی ناہمواری اور خلقی خونخواری سے فتنہ انگیز طبیعت والونکا بچنا محال ہو۔ کوئی حالت بھی ہو۔ وہ اپنی نیش زنی اور نیچکنی سے باز نہین آتے۔

قبائل گرد وپیش کے ساتھ یہود کی سازشیں

جب قریش اور اہل حجاز سے کوئی امید باقی نہین رہی۔ تو یہودیون نے خیبر اور اسکے آس پاس کے تمام قبائل واقوام کو اسلام کی مخالفت پر آمادہ کیا ابن ابی الحقیق یہودان بنی نضیر کا رئیس۔ مدینہ سے آکر خیبر مین آباد ہوا تھا۔ اس نے یہان کے مشہور ومعروف قلعہ القموص پر قبضہ کرلیا تھا سلام ابن ابی الحقیق جسکا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔ اس قلعہ کا سردار تھا اس کے قتل کے بعد اسکا بھتیجا کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق سردار قبیلہ نامزد ہوا مخالفت اسلام یہودیون کی خاندانی وصیت تھی جسکی تعمیل باپ کے بعد بیٹے پر واجب ہوجاتی تھی۔ سلام بن ابی الحقیق کی سازشون کے بعد کنانہ نے بھی۔ باپ دادا کی طرح مخالفت اسلام مین بڑی سرگرمی دکھلائی غطفان سے لیکر بنو فزارہ تک کی تمام قومون کو اسلام کا دشمن بنادیا۔ کنانہ کی اس تجویز وتدبیر مین خیبر کے تمام یہود شریک تھے۔ اسلیے کہ وہ اسکو اپنے قومی ہستی کا اصل ذریعہ قرار دیتے تھے یہود ادھر یہ سامان کرتے تھے ادھر منافقین مدینہ دربار رسالت کی روزانہ خبرین پہونچاتے تھے اور مسلمانونکی قلت تعداد عسرت اور بے سامانی کی بنا پر یہودیونکو انکی میابیونکا یقین دلاتے تھے۔

منافقین کی فتنہ انگیز تحریر

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان شورشون کی خبر پہونچتی تھی لیکن آپ برابر سکوت فرماتے تھے سبب خاموشی یہ تھا کہ آپ معاملات کو صلح وآشتی کے ساتھ طے فرمادینا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپنے ایکبار پھر اسی طرح کوشش فرمائی جسطرح اسیر بن زرام کے وقت مین تجویز فرمائی تھی اسی تجویز کی بنا پر پھر عبداللہ بن رواحہ کو آپنے اہل خیبر کے پاس پیام صلح دیکر بھیجا سفیر رسالت نے نامہ مقدس دیا۔ جواب کا منتظر تھا کہ دفعتاً راس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کا قاصد یہ خبر لایا کہ آنحضرت صلعم خیبر پر عنقریب

بقیہ عبارت صفحہ گزشتہ ”اسیر“ لکھنے کو لکھ گئے ”سلام“ واقعات مین اسیر بن زرام کی روانگی مدینہ کے حالات لکھ رہے ہین اور عبداللہ بن انیس کے ساتھ اسکی غداری اور عیاری کے واقعات خود بیان کر رہے ہین اور حاشیہ کی عبارت مین تحریر فرماتے ہین کہ عبداللہ بن انیس نے خود ابتداءً اسکی وسلام کو قتل کرڈالا یہ کیا ہے سلسلہ بیان مین آپ اوپر لکھ آئے ہین کہ سلام کے بعد یہود نے اسیر بن زرام کو مسند ریاست پر بٹھلایا پھر اسوقت سلام زندہ کہان تھا جو قافلے کے ساتھ ملا لیا گیا جیسا کہ عبداللہ بن انیس کی سبقت والا واقعہ غلط ہے اسیطرح سلام کی موجودگی بھی جھوٹی ہے اگر آپنے اسیر کی جگہ سلام کا نام خود نہین لکھا اور صرف سبقت والی روایت کے راویون کا قول نقل کردیا ہے تب بھی غلطی کی۔ پہلے آپکو اس امر کی صحت کردینی تھی بعدہ سبقت کی حقیقت لکھنی تھی۔
المولف عفی عنہ۔

لشکر گران لیکر حملہ کرنے والے ہین۔ ہوشیار ہو جاؤ لیکن اسی کے ساتھ کوئی خوف وہراس دلمین نہ لاؤ مسلمانونکی قلیل جماعت تمھاری کثیر جمعیت کا کچھ بھی بگاڑ نہین سکتی۔ تمھارے مقابلہ مین انکو سوائے نقصان کے نفع کی کوئی امید نہین ہے۔

یہود ایک تو فطرتاً یونہین غدار اور خونخوار تھے۔ اب عبداللہ بن ابی سلول کا یہ اشتعال آمیز اور فساد انگیز خط پاکر اور بھی آمادۂ فساد ہوگئے۔ عبداللہ بن رواحہ رنگ بیرنگ دیکھکر مدینہ واپس آئے۔ خط پاتے ہی کنانہ بن ابی الربیع اور ہیودہ بن قیس قبیلۂ غطفان کے امیر کے پاس چلے گئے۔

بنی غطفان سے سازش رئیس غطفان سے سب حالات کہہ سنکر اسکو نخلستان خیبر کی نصف پیداوار دیے جانیکی شرط پر اپنے ساتھ معاہدہ مین شریک کرلیا۔ غطفان کا ایک قوت دار اور نمودار قبیلہ بنو فزارہ بھی تھا۔ اسکے سردار بھی خیبر مین بلائے گئے کہ شریک ہوکر مسلمانون سے لڑین۔

بنو فزارہ کے پاس آنحضرت کا پیام صلح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے بنو فزارہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ اگر تم یہود کی اعانت سے باز رہو تو ہم وہی شرط تمھارے ساتھ کرنے پر آمادہ ہین۔

معجم البلدان مین باسناد مغازی موسی بن عقبہ تحریر ہے۔

عن ابن شهاب قال كانت بنو فزارة ممن قدم على اهل خيبر ليعينوهم فارسلهم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لا يعينوهم وسألهم ان يخرجوهم۔	ابن شہاب سے منقول ہے کہ جب بنی فزارہ اہل خیبر کے پاس انکی حمایت مین آئے تو آنحضرت صلعم نے انکو لکھ بھیجا کہ تم ان لوگون کی حمایت نہ کرو بلکہ ان سے درخواست کی کہ اہل خیبر کے معاہدہ خیبر سے نکل آؤ۔

لیکن بنو فزارہ بنی غطفان کے اغوا اور اہل خیبر کے سطوت وثروت کی وجہ سے اسلام کے پیام کیطرف ملتفت نہین ہوسکے۔

ذی قرد۔ محرم ۷ھ ہجری واقعہ ذی قرد جنگ خیبر کا دیباچہ یا بنی غطفان کی شرکت جنگ کا عنوان ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک خاص چراگاہ ذی قرد مین واقع تھی جسمین آپ کی اونٹنیان ہمیشہ سے چرا کرتی تھین۔ بنی غطفان کے ایک دستہ فوج نے اپنے سردار عبدالرحمن بن عیینہ کی ماتحتی مین حملہ کیا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اونٹنیون کے محافظ تھے۔ انکی والدہ گرامی قدر بھی ہمراہ تھین۔ قزاقان غطفان سے مزاحم ہوئے۔ خونخوار دشمنون نے انھین وہین قتل کرڈالا۔ اگلے سے ۲۰ اونٹنیان ہانک لے گئے۔ اور انھین کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری کی داغ رسیدہ زوجہ محترمہ کو بھی گرفتار کرلے گئے۔ قریب مین مسلمانون کا بھی ایک دستہ فوج تھا۔ اسکو خبر ہوئی۔

فوراً لٹیروں کے تعاقب میں پہونچ گیا۔ وہ لوگ دوڑ کر پہاڑ کے ایک درہ میں چھپ گئے۔ چونکہ پہلے سے انتظام کر چکے تھے اسلئے عیینہ بن حصین جو قبیلہ غطفان کا سردار تھا۔ انکی کمک کو پہلے سے طیار تھا اہل اسلام کی موجودہ جمعیت میں سلمہ بن الاکوع بہت بڑے تیر انداز تھے۔ وہ واصباحاہ کا نعرہ مار کر ایک معتدبہ جمعیت اسلامی کے ساتھ مقابل ہوئے اور دشمن کی جماعت کو عین اسی حالت میں کہ وہ اپنے اونٹوں کو پانی پلا رہے تھے اپنے تیروں کے نیچے رکھ لیا دشمنوں نے تھوڑی دیر تک مقابلہ میں استقامت دکھلائی لیکن پھر سب کے سب بھاگ نکلے مسلمانوں نے اپنی سب اونٹنیاں چھڑالیں اور جناب ابوذرؓ کی بی بی کو بھی مستخلص کر لیا۔ اور مدینہ میں آکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سارا واقعہ بیان کر کے عرض کی کہ غطفان سے انتقام کا یہی تو پورا موقع ہے۔ اجازت دیجائے تو دم کے دم میں سب کے سب دہیں ڈھیر کر دیئے جائیں۔

رحمت عالم نے ارشاد فرمایا۔ اذا ملکت فاسجح جب دشمن پر قابو پا جاؤ تو عفو سے کام لو۔

طبری نے اس واقعہ کو خیبر سے کل تین دن پہلے بتلایا ہے جنگ خیبر کے یہی اسباب وقوع تھے جو تفصیل سے بیان کر دیئے گئے۔ اور اسمیں کوئی کلام نہیں کہ غزوات اسلامی میں غزوہ خیبر اپنی اہمیت کے اعتبار سے امتیاز خاص رکھتا ہے۔ اسلیے کہ اس سے پہلے جو معارک اسلامی پیش آئے وہ بھی گو اپنی اپنی مقدار اہمیت سے خاص خاص امتیاز ضرور رکھتے تھے۔ مگر غور سے دیکھا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ ان میں صرف جنگی اور دفاعی نظم امتیاز تھے اور اسمیں دفاعی نظام کے ساتھ اسلام کے نظام تسلط و تصرف کے امتیازی اقتدار قائم ہوتے ہیں جنکی مثال سے اور غزوات و فتوحات کے کارنامے خالی ہیں۔

شبلی صاحب ان الفاظ میں اسکی امتیازی خصوصیت کو دکھلاتے ہیں:۔

اب تک جو لڑائیاں وقوع میں آئیں وہ محض دفاعی تھیں، یہ پہلا غزوہ ہے جسمیں غیر مسلم رعایا بنائے گئے اور طرز حکومت کی بنیاد قائم ہوئی۔ اسلام کا اصلی مقصد تبلیغ و دعوت ہے۔ اب اگر کوئی قوم اس دعوت کی سد راہ نہو تو اسلام کو نہ تو اس سے جنگ ہے، نہ اسکی رعایا بنانے کی ضرورت ہے، صرف معاہدہ صلح کافی ہے جسکی بہت سی مثالیں اسلام میں موجود ہیں لیکن جب کوئی قوم خود اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہو اور اسکو مٹا دینا چاہے تو اسلام کو مدافعت کیلیے تلوار ہاتھ میں لینا پڑتی ہے۔ اور اسکو اپنے زیر اثر رکھنا پڑتا ہے، خیبر اسی قاعدہ کے موافق اسلام کا پہلا غزوہ ہے۔ سیرۃ النبی صہ ۳۵۲

غزوہ خیبر جنگ دفاعی تھی

شبلی صاحب نے اس غزوہ کی آخری صورت حال تو بالکل سچی اور صحیح بیان کی ہے لیکن افسوس ہے کہ عنوان بیان اور آغاز داستان ہی میں ابہام پیدا کر دیا ہے۔ آپکے تمہیدی الفاظ یہ ہیں "اب تک جو لڑائیاں وقوع میں آئیں وہ محض دفاعی تھیں یہ پہلا غزوہ ہے جس میں غیر مسلم رعایا بنائے گئے اور طرز حکومت کی بنیاد قائم ہوئی۔

اس سے پہلے تو یہ معلوم ہوا کہ سابق غزوات اسلامی کی طرح یہ غزوہ دفاعی نہیں تھا دوم یہ کہ ضرورت مدافعت کے برخلاف ملک گیری کی خواہش اور حکمرانی کی داغ بیل قائم کرنے کی غرض و غایت سے یہ غزوہ اختیار کیا گیا تھا۔

جہانتک تاریخ و سیر احادیث و تفاسیر سے تلاش و اتباعات کی گئی ہے معلوم ہوا ہے کہ یہ صرف شبلی صاحب کی طبّاعی کا نمونہ ہے جو اصول مسلّمہ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ اسلام میں جو جنگ بلا ضرورت مدافعت اور حکم شریعت اختیار کیجائیگی۔ وہ جہاد نہ کہلائیگی۔ بلکہ عام ملک گیری سمجھی جائیگی اسی بناپر معتقدات کا یہ مسلّمہ ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام غزوات اصول مدافعت کے موافق جہاد دفاعی کی صورت عینی رکھتے تھے اور اسی خصوصیت سے جہاد کہلاتے تھے اور اسی لیے غزوہ خیبر سے پہلے جہاد دفاعی کہلائیگا اسکے بعد اسلام کے نظم املاک کا مقدمہ شبلی صاحب نے غضب کیا غزوہ خیبر کو پہلے جہاد کی تعریف پھر دفاعی ہونیکی خصوصیت امتیازی سے نکال ڈالا حالانکہ اسباب وقوع کی تفصیل میں یہود اور اُنکے حلیف بنی غطفان سے خونخوارانہ مظالم جو مسلمانون کی جانون و مالون پر ٹوٹے جو بیان فرماچکے ہیں۔ اور یہ بھی آپ ہی تحریر کرچکے ہیں کہ اُنکے اقدام حملات سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُنکے پاس صلح و آشتی کے خود پیام بھیجے تھے اور اُنکے قطعی انکاری جواب پانے پر بھی آپنے سوائے سکوت و خاموشی کے اور کچھ نہین کیا اور اسکے بعد تا وقتیکہ وہ لوگ خود سبقت کرکے مسلمانون پر حملہ آور ہوئے اور انکی جان و مال کا نقصان نہ کرچکے آپنے پیشدستی نہین کی۔ ربیعہ بن کنانہ اور ابورافع وغیرہ کی فتنہ انگیزیون سے جیسے آپ خود لکھ چکے ہیں۔ قطع نظر کرکے ذی قرد کا پورا واقعہ جسکو آپ اسانید و دلائل معتبرہ سے خیبر سے کل تین دن پہلے کا واقعہ ثابت فرماچکے ہیں۔ آپ کی کتاب میں پوری تفصیل قلمبند ہے کیا اس واقعہ میں حضرت ابوذر غفاری کے صاحبزادے کا خون ناحق۔ انکی والدہ ماجدہ کی گرفتاری ناقہاے رسول اللہ صلعم کا سرقہ یہود اور اُنکے حلیف بنی غطفان کا پیشدستانہ اور جارحانہ حملہ نہین تھا۔ کیا ان مظالم و مفاسد کی حیثیت و مقدار آپکے نزدیک نصاب قصاص و نظام دفاع قائم کرنے کیلیے کافی نہین تھی؟ اور کیا آپکے نزدیک یہود کی اتنی بڑی عظیم الشان طیاری غطفان اور بنو فزارہ کی مشارکت حمایت و مددگاری کے کثیر التعداد سامانکی مدافعت و مقابلت اسلام کیلیے ضروری نہین تھی؟ کیا انکی اتنی اور ایسی طیاریان کارد و دگلو کے حدود تک پہونچکر ضرورت دفاع پیدا کرنیکے قابل نہین تھین؟ جبکہ ان تمام مظالم مین یہود اور شرکائے یہود کی سبقت خود آپ کی تفصیلی تحریر سے ثابت ہے۔ تو پھر غزوہ خیبر کو جنگ دفاعی کی تعریف و تخصیص سے مرفوع القلم فرمانا آپکی خوش فہمی کے سوا اور کیا سمجھا جاسے۔

حالانکہ ارباب سیر و تاریخ پر وقوع اسباب لکھنے پر تبصرہ فرماتے ہوئے خود لکھتے ہین خیبر کا آغاز۔ اور غزوات کی نسبت ایک امتیاز خاص رکھتا ہے اور اگرچہ ارباب سیر کی نظر اس نکتہ پر نہین پڑی کہ اس امتیاز کے اسباب کیا تھے تاہم اس واقعہ کی حیثیت کے امتیازی امور انکی زبان سے بلا قصد نکل گئے ہین سب سے مقدم یہ ہے کہ جب آپنے خیبر کا قصد کیا تو اعلان عام کردیا لایخرجن منا الا الراغب فی الجہاد (ابن سعد) ہمارے ساتھ صرف وہ لوگ آئین جو طالب جہاد ہون۔ سیرۃ النبی صفحہ جنگ خیبر کے جہاد ہونیکا اس سے بہتر اور کون ثبوت ہوسکتا ہے جو خاص قول رسالت سے ثابت ہے اب اسکے ساتھ نظام

یہود کے واقعات واسباب جو اوپر بیان ہو چکے ہیں ملا لیے جاویں تو پھر اس غزوہ کے جہاد دفاعی ثابت ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا ۔
شبلی صاحب کے اس بیان تمہید کی تنقید اس وجہ سے مجھکو ضروری معلوم ہوئی کہ آپکے اس مبہم بیان سے مخالفین اسلام کو اس تعریض کا موقع مل جاتا ہے کہ خیبر کی جنگ مملوکات ومقبوضات یہود پر قابض ہونے کی غرض خاص سے اختیار فرمائی گئی تھی اور اسمیں تبلیغ دین اور حفاظت خود اختیاری کی کوئی وجہ قائم نہیں کی جا سکتی - اسلام نے بلا ضرورت سبقت کر کے یہود کو انکے مقبوضات سے بیدخل کر دیا اور مملوکات سے نکال دیا - کوتہ بین مخالفین کی عیب جو نگاہیں آپکے اس ابہام فی البیان سے منتفع ہو کر غزوہ خیبر کے اصلی مقاصد کو مختلف تعریضات وتشنیعات کا اسیطرح ہدف بنالیتی ہیں - شبلی صاحب کے محتاط قلم سے ایسی بد احتیاطی سخت افسوسناک ہے

اسی طرح شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ اس قاعدے (تبلیغ اسلام) کے مطابق خیبر اسلام کا پہلا ملک تھا صحیح نہیں معلوم ہوتا ۔ باعتبار اراضی - آبادی - پیداوار اور آمدنی کے علاقہ خیبر کو ملک کی مبالغہ آمیز تعریف کے اندر لائیں - تو کسی قدر جائز ہو سکتا ہے کہ اسلیے پہلا ملک ہو سکے جگہ کسی طرح اسلام کی پہلی ملک نہیں قرار پا سکتا اس لیے کہ اس سے پہلے یہود ان بنی قینقاع بنی نضیر اور بنی قریظہ کے مقبوضات مثل اراضیات زراعت ونخلستان ومکانات مسکونہ اسلام کی تملیک وتصرف میں آچکے تھے اور بحکم رسالت وبقاعدہ شریعت عام مسلمانوں میں تقسیم ہو چکے تھے ۔

مضامین تمہید کے آخر میں لکھا گیا ہے کہ غزوات کے خاتمہ کے بعد یہ بحث بتفصیل آئیگی کہ ایک مدت تک لوگ جہاد کو عرب کے قدیم طریقہ کے مطابق معاش کا ذریعہ سمجھتے تھے اس لڑائی (خیبر) تک یہی غلط فہمی قائم رہی - یہ پہلا غزوہ ہے جسمیں یہ پردہ اٹھا دیا گیا اور اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس لڑائی میں صرف وہ لوگ شریک ہوں جنکا مقصد محض جہاد اور اعلاے کلمۃ اللہ ہو - سیرۃ النبی صفحہ ۳۵۲ ۔

آپکے اس مختصرہ سے صحابہ دنیا پسندی سے بری نہیں ہوتے بلکہ اس مظاہرہ سے تو شیوع اسلام سے لیکر خیبر موجودہ زمانہ تک تو طمع دنیاوی میں انکا انہماک ثابت ہوتا ہو یہ بالکل صحیح ہے اور اسی بناپر آنحضرت صلعم نے بار بار کے تجربے اور مشاہدے کے بعد صحابہ کو انکی اس قصد وخیال سے باز رہنے کے لیے نہایت سختی کے ساتھ ہدایت ونصیحت فرمائی مگر وہ بیجا کوششیں تاکید وتہدید کے بعد بھی صحابہ میں خالص مجاہدین بہت ہی کم نکلے چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل کی یہ روایت شاہد ہے ۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال لما کان یوم خیبر اقبل نفر من اصحاب رسول اللہ صلعم فقالوا فلان شہید حتی مروا علی رجل فقالوا فلان شہید فقال رسول اللہ صلعم کلا انی رأیتہ فی النار ثم قال رسول اللہ صلعم یا ابن الخطاب اذهب فناد فی الناس انہ

حضرت عمر سے مروی ہے کہ روز جنگ خیبر چند صحابہ آنحضرت کے پاس آئے اور کہا کہ فلاں شخص شہید ہوا - اسی طرح پھر دوسرے شخص کی نسبت کہا کہ فلاں شخص شہید ہوا یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسا ہرگز نہ کہو میں نے اس شخص کو نار جہنم میں دیکھا ہے بعد ازاں حضرت عمر سے فرمایا کہ جا کر لوگوں میں منادی کر دو کہ سوا مومنین کے

لایدخل الجنۃ الا المومنون قال فخرجت فنادیتہا انہ لا یدخل الجنۃ الا المومنون ۔ بحوالہ احمدی ص ۱۱۲

کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا حضرت عمر فرماتے ہیں پس میں نے جا کر آنحضرت صلعم کے حکم کے موافق اس بات کا اعلان کر دیا کہ مومنین کے سوا جنت میں کوئی نہ داخل ہوگا بحوالہ تاریخ احمدی ص ۱۱۲

اگر اس آیت کا اثر تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جائے۔ تو وہ صحابہ کے طبقہ میں ہرگز دیرپا نہ رہا۔ اس لیے کہ دولت اندوزی کی بنا پر ہی جہاد فتوحات رسولؐ کے بعد تمام عرب میں تنہا ذریعہ معاش بنا لیا گیا اور تمام مشاغل قدیمہ تجارت و فلاحت موقوف و متروک کر دیئے گئے۔ اور ان تمام جہاد و سنہ کے مقاصد تبلیغ دینی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے اصول حقیقی سے علیحدہ ہو کر صاف صاف ملک گیری اور کھلی کھلی کشورستانی و جہانبانی کے دستور قدیم پر قائم ہو گئے جیسا کہ ہم جلد اول کے تبصرہ میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر آئے ہیں۔

اپنے موجودہ مضامین تنقیدی کو ختم کر کے ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔

مذکورہ بالا واقعات غزوۂ خیبر کے اصلی اسباب وقوع ثابت ہوتے ہیں۔ اور اسلام کی طرف سے اسکی دفاعی صورت قائم کرتے ہیں مذکورہ بالا اسباب وقوع کے سلسلہ میں یہودیوں کی قدیم مخالفت اور معاندت ثابت ہوتی ہے جس کا خونین منظر پہلے ذی قردین مسلمانوں کے خون ناحق کا محضر پیش کر چکا ہے خیبر کی جنگ اسلام کی انہیں مخالفانہ حملات کی مدافعت تھی جسکے سامان وہ سالہا سال سے فراہم کر رہے تھے۔ اور خود تو خود غیر جانبدار قوموں کو بھی اپنی طرف سے اسلام کی مخالفت پر آمادہ و طیار کر رہے تھے

واقعات مندرجہ بالا سے ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام مفسدوں کی خبر پا کر بھی اپنی طرف سے کسی مخالفانہ کارروائی کا قصد نہ فرمایا۔ بلکہ ایک بار نہیں کئی بار خود اپنی طرف سے قاصد بھیجکر اور صلح و آشتی کے خطوط لکھ لکھ کر انکے معاملات کو بمصالحت و مباہلت طے فرمانا چاہا لیکن یہود کی ناشنوا قوم شنوا نہ ہوئی اور اسنے تجویز رسالت کی اخلاقی خوبیوں کو قدر کی نگاہوں سے نہ دیکھا۔ اور صاف صاف لفظوں میں انکار کر دیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مایوس ہو کر خیبر کی جنگ مدافعانہ کا اعلان فرما دیا۔

یہاں ایک امر ضرور ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ بخلاف جنگ احد و خندق وغیرہ کے اس جنگ میں مخالف کی حملہ آوری معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ خود آنحضرت صلعم کا مدینہ سے آٹھ میل خیبر تک لشکر لیجانا ظاہر ہوتا ہے اس بنا پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ پھر یہ جنگ دفاعی کیسے کہی جائیگی۔ اسی شبہ نے غالباً شبلی صاحب کے قلم کو بھی وہیں کا دیکر رو کر دیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ جنگ احد و خندق کی مشکلات نے بتلا دیا تھا کہ دار الاسلام مدینہ میں پہونچکر دشمنوں کے حملات کتنے شدید تکلیف دہ اور ضرر رسان ہو جاتے ہیں اسلیے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی سے آیندہ ایسے موقعوں پر مخالف کو اپنے قریب آنے کی مہلت دینی بالکل نامناسب اور خلاف مصلحت سمجھ لیا تھا۔ ذی قرد کے خونخوارانہ حملہ نے جو جنگ خیبر سے کل تین روز

پہلے واقع ہوا تھا آپکی اس تجویز کو حقیقت اور مصلحت کے بالکل مطابق ثابت کر دیا یون تو یہودیون کے حملہ کی خبر مدت سے گرم تھی۔
لیکن ذی قرد کے خونین مناظر نے انکا مشاہدہ کئی گرد دیا تھا اسی وجہ سے جنگ خیبر مین آپنے غنیم کو اتنا وقت نہین دیا کہ وہ مدینہ منورہ پر چڑھ
آئین اور شہر کا محاصرہ کرکے اہل اسلام کو محصور و مجبور کرلین بلکہ غزوۂ بدر کی طرح ابو جہل کے لشکر کی آمد سنتے ہی آپنے مدینہ سے ۸۰ میل
آگے بڑھکر چشمہ بدر پر روکدیا اور بڑی ہمت و استقلال سے اسکو ہزیمت کامل پہونچائی۔ بالکل یہی صورت جنگ خیبر کی تھی۔
وہ غزوۂ بدر مشرکان مکہ کے حملات مخالفانہ کی مدافعت کی غرض سے قائم ہوا تھا اور یہ یہودان خیبر کی غدارانہ مفسدہ انگیزی کی
تنبیہ و تادیب کی ضرورت سے اختیار فرمایا گیا۔ مدعاے دفاع دونون مین مشترک تھا اس لیے خیبر کی جنگ بھی جہاد دفاعی ضرور تھی۔

خیبر کی طرف روانگی۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محرم سنہ ۷ ہجری مین چودہ سو مسلمانون کی جمعیت کے ساتھ خیبر کا قصد
فرمایا منزل صہبا مین پہونچکر راہ بہت ہی پر پیچ اور کج مج پائی گئی۔ زمین تو ناہموار تھی ہی۔ اور صحرائی درختون سے اور
جنگلی جھاڑیون سے بالکل پُر خار۔ اگرچہ متفرق جادے معلوم ہوتے تھے مگر یہ معلوم ہونا دشوار تھا کہ براہ راست خیبر کو
کس جادے سے جانا چاہیے۔ اسلیے دلیل کی ضرورت ہوئی۔

دوسری ضرورت یہ تھی کہ تدبیر قدرت اور تجویز رسالت یہ تھی کہ لشکر اسلام ایک ایسے قریب اور سہل اور جلد پہونچانے
والے راستہ سے خیبر مین پہونچ جائے کہ غطفان کا قبیلہ یہودان خیبر کے پاس جمع نہ ہونے پائے اور فوج اسلام پہلے پہونچ
جانیکی وجہ سے جانبین کی سد راہ ہو جائے۔ انھین ضرورتون کی وجہ سے دلیل بلایا گیا حسیل نامی ایک دلیل پیش کیا گیا اور
وہ اجرت پر ہمراہ لیا گیا۔ وہ ایک ایسے مقام پر لے آیا جہان سے مختلف راہین مختلف مقامات پر جاتی تھین آنحضرت صلعم نے
فرمایا ان راستون کے نام مجھکو بتلاؤ مین جس راستہ کو پسند کرون تم اسی راستہ سے مجھے لیچلو۔ اس نے کہا ایک راہ کا نام
حزن ہے۔ آپنے فرمایا مجھے یہ راہ نہ پسند ہے اور نہ مین اس راہ سے جانا چاہتا ہون پھر اس نے بتلایا دوسرے
راستہ کا نام شاش ہے۔ ارشاد ہوا یہ بھی نہین۔ پھر اس نے کہا تیسری راہ کا نام حاطب ہے۔ آپنے فرمایا یہ بھی میری
راہ نہین ہے اور نہ اس راہ سے جانا مجھے منظور ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہین کہ مجھے تعجب ہوتا تھا کہ وہ شخص دلیل ایک نام
لیتا تھا۔ وہ حضور کے نزدیک قبیح نکلتا تھا۔ اور آنحضرت صلعم اس راہ کو کریہ سمجھتے تھے۔ ایک ہی راہ باقی تھی۔
دلیل نے عرض کی اس راہ کا نام مرحب ہے۔ آپنے فرمایا مجھے اسی راہ سے لیچلو کہ مجھے اسی کے نام کی خوشی ہے حضرت عمر نے
خفا ہوکر دلیل سے کہا کہ تو نے پہلے ہی کیون نہ اس راہ کا نام لے لیا اور اتنی دیر تک کیون کہتا رہا۔

منزل صہبا سے کوچ

موکب رسالت منزل صہبا سے اٹھکر اسی راستہ سے خیبر کیطرف چلا۔ رات کو سفر کیا جاتا تھا اور
دن کے وقت لشکر کو آرام لینے کے لیے ٹھہرا دیا جاتا تھا۔ راہ کٹنے کے لیے صحابہ مجاہدین اور تمام اسلامی بہادرین بلکہ
انکے شتربان تک حدی خوانیان رجز خوانیان کرتے جاتے تھے جو سننے والونکی لطافت اور نیز سہولت مسافت

وسافرت کا باعث ہوتا تھا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان اشعار سے محظوظ خاطر ہوتے تھے۔ حدی خوانون عامر بن الاکوع بہت مشہور تھا اسکے اشعار یہ تھے۔

اللھم لو انت ما اھتدینا	اے خدا اگر تو ہدایت نہین نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہ پاتے
ولا تصدقنا ولا صلینا	نہ خیرات کرتے اور نہ روزہ و نماز ادا کرتے
فاغفر فداء لک ما اتقینا	ہم تجھ پہ فدا ہون ہم جو تیرے احکام بجا نہین لاتے
والقین سکینۃ علینا	تو اُن کو معاف فرا دے اور ہم پر تسلی نازل فرما
انا اذا صیح بنا اتینا	ہم جب فریاد مین پکارے جاتے ہین تو ہم پہنچ جاتے ہین
وثبت الاقدام ان لاقینا	اور جب مقابلہ ہو تو ہمکو ثابت قدم رکھ۔ لوگون نے
وبالصیاح عولوا علینا۔	پکار کر ہم سے استغاثہ چاہا ہے۔

یہ اشعار صحیح بخاری مین نقل کئے ہین مسند بن حنبل مین یہ اشعار زیادہ ہین۔

ان الذین قد بغوا علینا	جن لوگون نے ہم پر دست درازی کی ہو جب وہ کوئی
اذا ارادوا فتنۃ ابینا	فتنہ برپا کرنا چاہتے ہین تو ہم اُن سے دبنے نہین ہین
ونحن عن فضلک ما استغنینا	اور اے خدا ہم تیری عنایت سے بے نیاز نہین سیرۃ النبی صفحہ ۲۵۲

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عباد بن بشر انصاری کو طلیعہ فوج اسلامی بنا کر روانہ کیا اور مخالف کی خبر رسانی کیلیے تاکید فرما دی جسن اتفاق سے بشر بن عباد کو آگے جا کر تھوڑے ہی دور خیبریون کا ایک جاسوس مل گیا جسے عباد نے فوراً گرفتار کر لیا۔ اس سے استفسار حال کیا تو اس مکار نے پہلے حقیقت حال پر پردہ ڈالا۔ اور کہا میرا اونٹ گم ہو گیا ہو۔ اسکو تلاش کر رہا ہون بشر بن عباد نے بہت سی ایسی حرکتین دیکھی یقین اسکی حیلۃ الوقتی پر کوئی اعتنا نہ کی۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تنبیہہ و تادیب پرستوری دکھلائی اور اس سے پوچھا کہ خیبریونکی کیا خبر ہے۔ اس نے کہا کہ مین صرف اتنا جانتا ہون کہ یہود ابن قیس نے کنانہ بن ابی الحقیق کو غطفان کے پاس بھیکر حمایت کیلیے بلایا ہے اور عیینہ بن بدر سلاح پوش چہ انون کی جمعیت ہمراہ لیکے ساتھ خیبر پہونچ گیا ہے۔ سب ملا کر خیبر مین اسوقت دس ہزار فوج مسلمانون سے مقابلہ کیلیے طیار ہے۔

عباد تو پہلے ہی جان گئے تھے کہ یہ خیبریون کا جاسوس ہے۔ مگر وہ خوف جان سے اظہار حال نکر سکا عباد نے چشم نمائی کی تو اس نے صاف صاف لفظون مین پھر کہا کہ میری جان بخشی کر دیجائے تو مین حقیقت حال عرض کرونگا عباد بن بشر نے اسکی استدعا قبول کر لی۔ اس نے سب سے پہلے اپنے جاسوس ہونے کا اقرار کیا پھر کہا کہ باوجود دس ہزار

سلاح پوش جوانون کے موجود ہونے کے بھی یہود ان خیبر بنی نضیر و بنی قریظہ کے معاملات کو پیش نظر رکھ کر اہل اسلام سے سخت ہراسان ہو رہے ہین۔ اگرچہ مدینہ کے منافقین نے انکے پاس کہلا بھیجا ہے اور بہت کچھ اطمینان دلایا ہے کہ تم کو مسلمانون سے ذرا بھی ڈرنا نہین چاہیے۔ تمھاری جمعیت کثیر کے سامنے انکے مٹھی بھر آدمی کچھ کام نہین کر سکتے۔ تمھارے پاس لشکر اور سامان جنگ بھی افراط سے ہے۔ انکے پاس تو لڑنے کو ہتیار بھی کافی نہین ہین پھر تم کیون دبنے لگے؟ اس اطمینان و سامان سے بھی خیبر والون کو تسکین نہین ہے سب کے سب یہی مخوف ہین۔ وہ نہین ہارے خوف کے سہنکھے لگے ہین۔ اب خیبر والون نے مجھے خاصکر مسلمانون کی تعداد لشکر دریافت کرنے کو بھیجا ہے۔ یہ حال سنکر بشر ابن عباد مجھکو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین لے آئے۔

بارگاہ رسالت مین غنیم کا جاسوس

جاسوس بارگاہ رسالت مین حاضر ہوا بشر ابن عباد نے روئداد عرض کی حضرت عمر نے واقعہ سنکر عرض کی کہ اسکی گردن اتار لی جائے بشر ابن عباد بولے یہ نہین ہو سکتا مین اسے امان دیکر لایا ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بشر ابن عباد سے ارشاد فرمایا کہ اسکو بآرام تمام اسوقت تک اپنی حراست و حفاظت مین رکھو۔ جبتک کہ اسکے بیان کی صداقت نہ ہوجائے چنانچہ جب آپ خیبر مین پہونچ گئے تو وہ خود مسلمان ہو گیا۔ روضۃ الاحباب ص۳۔ افسوس ہے کہ حضرت عمر کی عجلت و مداخلت علی الاکثر قبل از وقت کام کرنا چاہتی تھی در آیہ وافی ہدایہ واللہ اعلم ان کنتم لاتعلمون کے مفاد پر جناب کی توجہ بہت کم رہتی تھی۔

میدان جنگ کی تبدیلی حباب ابن منذر کا مفید مشورہ

موکب رسالت وادی حرضہ کی راہ سے خیبر کی طرف بڑھا اور قریب خیبر پہونچکر ایک مقام پر خیمہ زن ہوا۔ تو حباب بن منذر جو معارک جنگ کے بڑے تجربہ کار بزرگ تھے خدمت اقدس مین حاضر ہوکر عرض کرنے لگے کہ اگر حکم خدا کے رو سے یہان قیام فرمایا گیا ہے تو مجھے کوئی عذر نہین اور اگر یونہین قیام کیا گیا ہے تو مجھے کچھ عرض کرنیکی اجازت دی جائے۔ آپنے ارشاد فرمایا نہین۔ مین نے خدا کے حکم سے یہان قیام نہین کیا ہے۔ بلکہ یونہین اتر پڑا ہون۔ حباب نے عرض کی کہ یہ مقام یہود کے قلعہ نطاۃ سے اتنا قریب ہے کہ ہماری آوازین انکی سماعت تک پہونچ سکتی ہین لیکن ہم انکی باتون کو نہین سن سکتے۔ اسی طرح ان کے پتھر بلا مزاحمت ہم تک آسکتے ہین لیکن ہمارے پتھر ان تک نہین پہونچ سکتے۔ اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ ہم پر انکا قابو ہر طرح حاصل ہو سکتا ہے اور ہمارا ان پر نہین۔ اسکے علاوہ یہ غدار اور خونخوار قوم جس طرح شبخون کی عادی اور مشاق ہے وہ معلوم ہے۔ اس لیے انکی اس خونخواری کی طرف سے بھی خاص اندیشے لگے ہین۔ ان تمام باتون سے بھی قطع نظر کی جائے تاہم یہ مقام بالکل نشیب مین واقع نظر آتا ہے اور چارون طرف

سالہا سال کی غلاظت اور عفونت سے بھرا پڑا ہے ممکن نہین کہ مجاہدین اسلام یہان قیام کرین اور انکی صحت قائم رہ جائے جناب کی اِس مفید تجویز سے آنحضرت صلعم نے اتفاق فرمایا اور محمد بن مسلمہ نے حباب بن منذر کی ہدایت کے مطابق مقام رجیع کو جو وہان سے قریب تھا پسند کیا۔ چنانچہ لشکر اسلام وہان سے اٹھکر مقام رجیع مین خیمہ زن ہوا۔
روضۃ الاحباب صـ ۳۹۲

شبلی صاحب سیرۃ النبیؐ مین لکھتے ہین۔

چونکہ معلوم تھا کہ بنی غطفان خیبریون کی مدد کو ضرور آئین گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام رجیع مین فوجین اتارین جو غطفان اور خیبر کے بیچ مین ہے اسباب باربرداری خیمہ خرگاہ اور مستورات یہین چھوڑدی گئین اور فوجین خیبر کی طرف بڑھین غطفان یہ سنکر کہ اسلامی فوجین خیبر کی طرف بڑھ رہی ہین ہتیار سجکر نکلے لیکن آگے بڑھکر جب انکو معلوم ہوا کہ خود انکا گھر خطرہ مین ہے تو واپس چلے گئے طبری مین ہے۔

ان غطفان لما سمعت بمنزل رسول اللہ صلعم من خیبر جمعوا لہ ثم خرجوا لیظاھروا یھود علیہ حتی اذا ساروا منقلۃ خلفھم فی اموالھم واھالیھم حتی ظنوا ان القوم قد خالفوا الیھم فرجعوا الی اعقابھم فقاموا فی اھالیھم واموالھم وخلوا بین رسول اللہ وبین خیبر صـ ۱۵۷۵

جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کی خبر غطفان کو پہونچی تو سلاح جنگ سے سجکر یہودیون کی حمایت مین نکلے لیکن پھر انکو اپنے مال و اہل و عیال کی تباہی و بربادی کا [illegible] سوجھا کہ قوم یہودیون سے خلاف معاہدہ [illegible] پلٹ کر اپنے اہل بچون مین بیٹھ رہے اور جناب سرور کائنات صلعم و اہل خیبر کے باہم مقابلہ کے لیے راہ خالی کردی۔

رایت خیبر مین حضرت عائشہ کی چادر کا علم ہوا

عرب مین اظہار مفاخرت و مسابقت ہمیشہ سے ہر قبیلہ اور عشیرہ کا نصب العین تھا اور زندگی قومی اور سیاسی امور مین اسکا اجراء ذکر ضروری سمجھا جاتا تھا۔ قدیم الایام سے عرب کے تمام اقوام و قبائل نے ان امور کے اظہار کے لیے ایک خاص شعار اور نشان مقرر کرلیا تھا انکی انھین تخصیصی علامات مین علم و رایات بھی تھے۔ جو تمیع قبائل و اقوام کے ضروری امور [illegible] سمجھے جاتے تھے اسکا دستور سفر کے وقتون مین بھی سب سے زیادہ ضروری تھا جلد دوم مین اسکی اہمیت تفصیل سے بیان ہوچکی ہے عرب کے جلیل القدر رسوم مین لواء کا بھی ایک خاص امتیازی منصب تھا۔ اور صاحب اللواء قافلہ مین معزز اور ممتاز عہدہ دار شمار ہوتا تھا۔ لواء قومی کی ترتیب بھی سردار قوم کے مخصوص ہاتھون سے ہوتی تھی۔ اور لوائے قومی ایک خاص عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ قبیلہ قریش کے لواء قوم کی ترتیب سوائے بنی ہاشم کے کوئی دوسرا نہین کرسکتا تھا ہم اس منصب خاص کی تفصیل قصی کے زمانہ سے لیکر حضرت عبد المطلب کے وقت تک جلد دوم مین بیان کرچکے ہین۔

اس منصب کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ واقعۂ احد میں علمداران کفار میں ایک ایک کر کے جب سب کا خاتمہ ہو گیا تو آخر خاندان بنی عبد الدار کے ایک غلام نے صرف انکے خاندان کے غلام ہونے کی عزت کے باعث قریش کی علمداری کا منصب پایا لیکن جب حضرت علی مرتضیٰ کی تیغ آبدار نے اسکو بھی قتل کر ڈالا تو علقمہ نامی خاندان بنی عبد الدار کی ایک عورت نے وہ علم اٹھا لیا۔ اور اس صنف نازک کی یہ قوت و جگرداری دیکھکر جوانان قریش کی گرمجوشیوں میں ایک نیا ہیجان پیدا ہو گیا۔

ان واقعات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ عرب میں علم و رایت ایک قومی علامت امتیاز ہے اور انکا علمبردار افراد قوم کا ممتاز ممبر ہے لیکن تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عظمت واقتدار اسی علم و لوا کے ساتھ مخصوص ہے جو معرکہائے جنگ میں آراستہ کیا جاتا ہے۔ عام تجارتی کاروان یا دیگر قومی اور ملکی قافلوں کے ساتھ جو علم ہوتے تھے وہ نہ اسقدر معزز خیال کیے جاتے تھے اور نہ ان کے علمبردار معزز۔ عرب کے خاص محاورے میں ایسے علموں کو رایات کہتے تھے لیکن جو علم حریف سے مقابلہ و مقاتلہ کے وقت افراد قوم کا نشان امتیاز بنا کر ساتھ لیا جاتا تھا وہ لوا کہلاتا تھا۔ اور مجازاً رایت بھی بولا جاتا تھا۔ چنانچہ زرقانی لکھتے ہیں۔

فصرح بما عرف من اللغويين بترادف الراية
واللواء وهو العلم الذي يحمل في الحرب لكن
روى احمد وترمذي عن ابن عباس والطبراني
عن بريدة وابن عدي عن ابي هريرة قالوا كانت
راية رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم سوداء ولواءه ابيض

اہل لغت رایت و لوا کو باہم مترادف ٹھہراتے ہیں اور اس علم کا
نام بتلاتے ہیں جو موقع جنگ پر آراستہ کیا جاتا ہے لیکن امام احمد۔
ترمذی حضرت ابن عباسؓ اور طبرانی بریدہ سے اور ابن عدی
ابوہریرہ کے اسناد سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے رایت کا
رنگ سیاہ تھا اور لوا کا سفید۔

صفحہ ۲۵۶

شبلی صاحب کی موقع شناسی اور وقت رسی البتہ قابل تعریف ہے! یہ مطلب کا ایک شوشہ ملنا چاہیے دم کے دم میں مسلسل مضمون طیار۔ چونکہ اس غزوہ میں منصب علمداری کی تفویض ایک شرف خاص اور امتیاز تخصیص رکھتی ہی اور دہ حسن اتفاق سے ایک ایسے ذی قسمت بزرگوار کی خوش تقدیری کا حصہ ٹھہری ہے جو آپکی طبع نفیس کے نزدیک مطبوع و ممدوح نہیں اس لیے ابتدا ہی سے اس تخصیص کو بھی محض معمولی واقعات کے نقل کا پردہ ڈالکر تعمیم و معمول کے عام شکل صورت میں دکھلانیکی کوشش فرمائی گئی ہے اگرچہ ان نقش و نگار مصنوعی پر تقیینات قیاس بھی کر لیا جائے تاہم آپکے مفید مطلب نہیں ہوتا۔ اسلیے کہ جس علم مخصوص کو امتیاز خاص حاصل تھا وہ آپ ہی کے اقراری الفاظ سے ایک فرد جداگانہ ثابت ہوتا ہے آپکے الفاظ یہ ہیں۔

غرض آپ غطفان اور یہود کے حملہ کی مدافعت کے لیے مدینہ سے محرم ۷ھ میں سباع بن عرفطہ انصاری کو مدینہ کا افسر مقرر کر کے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ازواج مطہرات میں حضرت ام سلمہ ساتھ تھیں۔ فوج کی تعداد ۱۴سو تھی ۲۰۰ سوار اور باقی پیدل تھے۔ اس وقت تک لڑائیوں میں علم کا رواج نہ تھا چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں ہوتی تھیں۔ یہ پہلا مرتبہ تھا کہ آپ نے تین علم طیار کرائے۔ دو حباب ابن منذر اور سعد بن عبادہ کو عنایت ہوئے اور خاص علم نبوی جس کا پھریرا حضرت عائشہ کی چادر سے طیار ہوا تھا جناب امیر کو مرحمت ہوا۔ سیرۃ ص ۴۵۲۔

شبلی صاحب کے مندرجہ بالا طلسم الفاظی کی پہلے قلعہ کشائی کر لی جائے تو اس کے بعد حقیقت کی جلوہ نمائی کیجائے گی آپ فرماتے ہیں اسوقت تک لڑائیوں میں علم کا دستور نہیں تھا چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں ہوتی تھیں" چھوٹے بڑے سے بحث نہیں۔ آپکے پہلے فقرہ عبارت کے بعد دوسرے ہی فقرہ سے ثابت ہے کہ لڑائیوں میں علم کا رواج و دستور قدیم تھا۔ افسوس ہے کہ آپ اپنے غلط دعویٰ کی شان بیان میں واقفیت کیطرف ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتے۔

اگر آپ کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ اسوقت تک لڑائیوں میں علم کا رواج نہ تھا۔ تو بتلایا جائے کہ امارت مکہ اور خدمات کعبہ کے ذکر میں منصب لوا ء جو قریش کے منصبہائے عظیم و قدیم کی فہرست میں ایک خاص جدول کے اندر سیرۃ النبی جلد اوّل صفحہ ۱۵۵ پر لگایا گیا ہے اور اسکو خاندان اُمیہ کا عموماً اور ابو سفیان کا خصوصاً التمغا بنایا گیا ہے۔ کیا اسے بتلایا جائیگا۔ شاید ان سے وہی چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں مراد ہوں۔ تب بھی تو قوم و ملک میں علم کا دستور ثابت ہوتا ہے۔ عام اس سے کہ ایک بڑے نشان کی صورت میں ہو۔ یا ہاتھ بھر کی جھنڈی کی قد و قامت میں۔

اگر معرکہائے جنگ میں اسکی عدم موجودگی مخصوص ہے تو آپ خود ظہور اسلام سے سابق زمانہ میں حرب الفجار کے سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں۔

یہ لڑائی قریش اور قیس کے قبیلہ میں ہوئی۔ قریش کے تمام خاندانوں نے اس معرکہ میں اپنی اپنی الگ فوجیں طیار کی تھیں۔ آل ہاشم کے لیے علمبردار زبیر ابن عبدالمطلب تھے۔ جب لڑائیوں میں علم کا دستور ہی نہیں تھا تو یہ علم اور علمدار کہاں سے نکل آئے۔ (سیرۃ النبی ص ۱۲۲)۔

پھر ظہور اسلام کے خاص ایام میں اور مخصوص غزوات میں غزوہ خیبر سے پہلے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اپنے دست مبارک سے متعدد علم آراستہ فرما کر مختلف ممتازین اسلام کو عنایت کرنا تمام حدیث و تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ جنگ احد کے اسلامی علمداروں کے نام امام قسطلانی نے یہ بتلائے ہیں۔

وعقد علیہ الصلوٰۃ والسلام ثلاثۃ الویۃ لواء للاوس بید اُسید بن الحضیر و لواء للمھاجرین بید علی بن ابیطالب	(جنگ احد میں) آنحضرت صلعم نے تین علم طیار فرمائے۔ قبیلہ اوس کا علم اسید بن حضیر کو۔ اور مہاجرین کا علم حضرت علی بن ابیطالب

وقیل بید مصعب بن عمیر ولواء الخزرج بید الحباب بن منذر وقیل بید سعد بن عبادۃ
(زرقانی جلد دوم ص ۲۲۸)

اور بعض کہتے ہین مصعب ابن عمیر کو۔ اور قبیلہ خزرج کا علم جناب بن منذر کو اور بعض کہتے ہین کہ سعد بن عبادہ کو عنایت فرمایا۔

اب تو شبلی صاحب کو معلوم ہوگیا کہ انعقاد علم کا رواج عرب مین۔ ایام جہالت سے لیکر اسلام کی اشاعت تک برابر جاری رہا۔ تو پھر آپکے یہ دونو دعوی کہ اسوقت تک لڑائیون مین علم کا رواج نہ تھا اور یہ خیبر پہلا مرتبہ ہے کہ آپ نے تین علم طیار کراے۔ کسقدر واقعیت اور حقیقت کے خلاف ہوکر لغو ثابت ہوتا ہے۔

اب یہ دیکھنا اور دکھلانا باقی رہگیا ہے کہ شبلی صاحب کو ایسی لغو خامہ فرسائی کی کیا ضرورت واقع ہوئی۔ ضرورت تو وہی ثابت ہوتی ہے جسکی طرف ہم اوپر اشارہ کرآے ہین۔ اور وہ یہ ہے کہ خیبر کے علم مین بمقابلہ دیگر علمہاے معارک اسلامی کے ایک خاص شرف اعزاز اور شان امتیاز تھی۔ اور وہ حقیقت و واقعیت کے اعتبار سے ایک ایسے بزرگوار کا خاص طور پر معیار فضیلت ثابت ہوتی ہے جسکو آپ کسی امتیازی و اختصاصی نگاہ سے نہ خود دیکھنا چاہتے ہین اور نہ کسی کو دکھلانا چاہتے ہین۔ اسی وجہ خاص سے پہلے منصب لوا کو انکاری پھر استخفافی الفاظ مین سٹانا اور گھٹانا چاہا۔ اول تو معارک جنگ مین سرے سے اسکے وجود ہی سے یہ کہکر انکار فرمایا کہ اسوقت تک لڑائیون مین اسکا دستور ہی نہ تھا لیکن فوراً اسکی قدامت اور مرویات مین اسکے ذکر متواتر و متکاثر کا خیال ثانی آگیا تو اسکی عظمت اور اہمیت کو استخفاف کے درجہ تک گھٹا کر ان لفظون مین بیان کیا کہ چھوٹی چھوٹی جھنڈیان ہوتی تھین "ان تمام لفظی قلعہ بندیون کا مدعاے خاص یہ تھا کہ لواے جنگ اور صاحب لوا اور خصوصاً صاحب لواے خیبر اسکے اعزاز خاص کا اثر ناواقف مسلمانون کے دل پر نہ پڑنے پاے۔ اور وہ لواے خیبر کے روحانی عظمت واقتدار کو تعمیم کے اصول معمول سے بڑھا کر خصوصیت کے مرتبہ تک نہ لیجائین کیونکہ ایسا یقین و اعتقاد آپکے اس مدعاے حقیقی اور منشاء اصلی کے بالکل خلاف ثابت ہوگا جس کی بنا پر مجلدات سیرۃ النبی کی تصنیف کی ضرورت آپکو واقع ہوئی ہے۔

شبلی صاحب کے دونون بیان دعوون کی لغویت ثابت کردی گئی۔ اب آپ کی ایک نئی قلمکاری ملاحظہ کی جاے۔ سابق عبارت کے آگے لکھتے ہین۔ "دو علم حباب بن منذر اور سعد بن عبادہ کو عنایت ہوے اور خاص علم نبوی جس کا پھریرا حضرت عائشہ کی چادر کا طیار کیا ہوا تھا۔ جناب امیرؑ کو مرحمت ہوا"

چونکہ اس غزوہ مین تفویض علم سے جناب امیر علیہ السلام کا خاص اعزاز و امتیاز ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے شبلی صاحب کی طبع نازک پر انکی یہ شان اعزاز ناگوار گذری لیکن چونکہ یہ واقعات اعزاز و امتیاز خاص متواترات کے درجون سے بڑھکر یقینیات تک پہونچ ہوے تھے اس لیے ان سے انکار تو ہو ہی نہین سکتا تھا۔ ان قلمکاری

ہوسکتی تھی اور وہ اسطرح کی گئی جناب امیر علیہ السلام کے اس نشان اعزاز و اختصاص میں بوئے حضرت عائشہ کی شرکت کا پیوند لگا دیا گیا۔ مدعا یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے دامن فضائل مخصوصہ پر شرکت و تعمیم کا ہلکا سا رنگ آجائے ۔ ؎

بہر رنگیکہ خواہی جامہ می پوش ٭ من انداز قدت را می شناسم

پہلے تو اس روایت کی حقیقت اور شبلی صاحب کے اصول نقل و استنباط کے نیرنگ ملاحظہ ہوں۔ یہ روایت مواہب لدنیہ میں امام قسطلانی نے علامہ دمیاطی کی سیرۃ دمیاطی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ امام قسطلانی کا شمار محدثین میں ہے اور دمیاطی کا اصحابان سیرۃ میں سوائے اس ایک محدث اور اس ایک اہل سیرۃ کے۔ نہ کسی اور محدث نے روایت حضرت عائشہ کی تصریح کی ہے نہ کسی اور اہل سیرۃ نے۔ طبری، ابن ہشام ابن سعد، ابن اثیر، ابوالفدا وغیرہم سیرت و تاریخ کی اتنی کتابیں۔ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، مسند امام احمد حنبل، مشکوٰۃ وغیرہم احادیث کی اتنی کتابیں موجود ہیں۔ کسی میں تو اس تصریح کا نشان نہیں۔ نہیں معلوم دمیاطی کو یہ تصریح کس حوالہ سے پہونچی۔ ضرور ہے کہ یہ خبر منفرد و موضوع عہد معاویہ کی موضوعات کے حواشی میں داخل ہو۔ ورنہ کیا معنی کہ تفاسیر، احادیث، سیرت اور تاریخ اسلامی کے اتنے بڑے بڑے ذخیرے ہوں اور مؤلفین و مصنفین حضرت ام المومنین کی ایسی فضیلت خاص کے استشہاد و استشہار سے سعادت اندوز نہ ہوتے۔

اسی لیے شبلی صاحب کے مقرر کردہ معیار و اصول نقل و استنباط کے موافق تو یہ روایت کبھی نقل و ذکر کے قابل ہی نہیں تھی۔ کیونکہ صاحبان صحاح میں سے اسکو کسی نے نہیں لکھا۔ سیرت کے نقول آپ کو قبول نہیں۔ کیونکہ درجہ استناد میں سیرت کا پایہ صاحبان حدیث سے فروتر رکھا گیا ہے۔ پھر شبلی صاحب نے اپنے اصول مقررہ کے خلاف اس روایت کی نقل و استنباط پر کیسے جرأت کی جو نہ کسی صحیح میں ہے نہ کسی مسند میں۔ مواہب لدنیہ میں سیرۃ دمیاطی سے نقل کی گئی ہے اور آپ خود ان دونو کتابوں کی مجہولیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

مواہب لدنیہ مشہور کتاب ہے۔ اور متاخرین کا یہی ماخذ ہے۔ اسکے مصنف قسطلانی ہیں جو بخاری کے مشہور شارح ہیں۔ حافظ ابن حجر کے شاگرد تھے۔ یہ کتاب اگرچہ نہایت مفصل ہے لیکن ہزاروں موضوع اور غلط روایتیں بھی موجود ہیں۔ دیباچہ ص ۲۷ کیا عجب کہ یہ تصریح بھی انہیں موضوعات میں ہو۔

سیرۃ دمیاطی کے متعلق تحریر ہے کہ مصنفین سیرت میں سے بعض لوگوں نے اس نکتہ کو سمجھا اور جب احادیث کی چھان بین کی تو انکو تسلیم کرنا پڑا کہ ان کی (دمیاطی) کتابوں میں بہت سی روایتیں صحیح حدیث کے خلاف درج ہو گئی ہیں۔ لیکن چونکہ انکی تصنیف تکمیل پا چکی تھی اس لیے اصلاح نہ ہو سکی۔ حافظ ابن حجر ایک موقع پر دمیاطی کا ایک قول نقل کرکے لکھتے ہیں۔

ودل ھذا علی انہ کان یعتقد الرجوع عن یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اکثر واقعات جن میں دمیاطی نے

كثير مما وافق فيه اهل السيرة وخالفت الاحاديث الصحيحة وان ذلك كان منه قبل تضعيفه منها والحق نسخ كتابه وانتشاره لم يتمكن من تغييره ۔

اہل سیر کی موافقت اور صحیح حدیثوں کی مخالفت کی تھی۔ اپنی سے رجوع کیا لیکن چونکہ انکی کتاب کے نسخے تمام پھیل گئے تھے اس لیے اُن کی اصلاح نکر سکے۔ سیرۃ النبی۔ دیباچہ صفحہ ۴۱ -

باوجود اتنی مذکورہ بالا خامہ فرسائی کے پھر آپ نے انھین دونوں ناقابل استناد کتابوں کے حوالوں پر اعتبار کیا طرفہ یہ ہے کہ آپکو انکے حوالے دیتے وقت صحیحین بخاری و مسلم کی ساتھ خوش اعتقادی اور ذمی اعتمادی کا بھی خیال نہ آیا۔ آخر کیون؟ صرف اسلیے کہ استخفاف فضیلت علیؑ اور اظہار فضیلت عائشہ کی ضرورت پیش تھی اور یہ دونوں ضرورتین ایسی شدید و ناگزیر تھین کہ انکی نقل و تحریر کے آ گئے۔ اگرچہ اپنے معیار مقررہ سے اختلاف ہو اقرار رقم کردہ سے انحراف ہو۔ کچھ بھی ہو اعراض و تغافل اور تسامح و تساہل ممکن نہین تھا سبق آموزی بخاری کا یہ پہلا قاعدہ ہے ۔

بہرحال ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ آپ کی یہ قلمکاری بھی آپکے مفید مطلب نہین ہوئی کیونکہ جس علم کو آپ نے علم نبوتی لکھکر تمام مسلمانون کو خیبر کے لواے مشرہ پر گمان کرنے کا دھوکا دیا ہے وہ اصل مین وہی رایت تھا جو قافلہ اور لشکر کی جمعیت عام مین امتیاز قوم و قبائل کی ضرورت سے ہمراہ لیا جاتا ہے نہ حقیقتًا وہ علم مبارک اور وہ لواے مقدس تھا۔ خیبر مین جسکے اشتیاق حصول مین تمام ممتازین صحابہ کو شب بھر سخت اضطراب و بیقراری اور اختر شماری مین کٹ گئی۔ علامہ زرقانی کی مرقومہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

روى احمد والترمذي عن ابن عباس و الطبراني عن بريدة وابن عدي عن ابي هريرة قالوا كانت راية رسول الله صلعم سوداء ولواءه ابيض وزاد ابو هريرة مكتوب فيه لا اله الا الله محمد رسول الله وهو ظاهر في التغاير فلعل التفرقة بينهما عرفية قال الحافظ وفي المصباح لواء الجيش علمه وهو دون الراية وقال الدمياطي وكانت منه في جواب سوال نشا من ذكر الرايات وهو مم كانت رايته فقال كانت راية النبي صلعم السوداء من برد لعائشة رض والاولى سوداء بالتنكير

امام احمد اور ترمذی نے ابن عباس سے اور طبرانی نے بریدہ سے اور ابن عدی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم کے رایات سیاہ تھے۔ اور لواے فوج آپ کا سفید تھا۔ اور ابوہریرہ نے اس مین یہ اضافہ کیا ہے کہ اسپر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ یہ قول ابن حجر کا ہے۔ اور مصباح مین منقول ہے کہ لواے فوج آپ کا علم کہلاتا تھا اور وہ آپکے رایات سے علیحدہ تھا۔ دمیاطی نے اُن لوگون کے سوال کے جواب مین کہا ہے جو آنحضرت صلعم کے رایات کے بارے مین پوچھتے ہین کہ وہ (رایت) سیاہ تھا اور حضرت عائشہ کی چادر سے بنا تھا۔ زرقانی لکھتے ہین کہ سیاہ رنگ کا ہونا بالتنکیر

کما قال الصحابۃ الثلاثۃ لانہ لم یتقدم ذکرھا وکانت تسمی العقاب۔

زرقانی جلد دوم صفحہ ۲۵۶ مصر

یعنی بالعموم ہے اسلیے کہ آپکے تمام رایات سیاہ ہوا کرتے تھے جیسا کہ تین صحابہ کے اقوال سے پہلے بیان ہو چکا ہے اور اُن میں سے کسی ایک نے بھی اس روایت کو مقدم نہیں کیا۔ اور وہ علم وہ تھا جس کا نام عقاب تھا۔

مگر شبلی صاحب ہیں کہ بخلاف اتباع صحابۂ کرام ذکر رایات کو مقدم کرتے ہیں صرف اسلئے کہ فضیلت حضرت عائشہ الم نشرح ہو اور آپ کی چادر سکے نیچے علمبردار خیبر کے فضائل مخصوصہ چھپ جائیں۔ یا کم سے کم حضرت علیؑ کی فضیلت مخصوصہ میں جناب عائشہ بھی شریک ہو جائیں۔ اول تو علامہ زرقانی کی شرح ومعانی سے جس علم کی تفویض نے جناب امیر علیہ السلام کو شرف مخصوص بخشا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان سیاہ علموں سے بالکل جدا تھا اور وہ سفید تھا اور وہ معارک جنگ کیلیے مخصوص تھا۔ اور اس کا نام عقاب تھا۔ اس علم خاص کے علاوہ جو سیاہ رنگ والے علم تھے وہ رایات کہے جاتے تھے اور قوم وقبیلہ کی تمیز وشناخت کے لیے ہمراہ لیے جاتے تھے۔ انھیں رایات میں سے جو جمعیت خیبر کے موقع پر ساتھ لگئے تھے ممکن ہے کہ ایک میں حضرت عائشہ کی ردا بھی پھریرہ کی جگہ لگا دی گئی ہو۔ اگرچہ بالکل خلاف قیاس اور خلاف واقعہ ہے اسلیے کہ زرقانی نے اسکو بھی لکھکر صاف کر دیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے رایات بالعموم سیاہ ہوتے تھے۔ تو اگر صرف سیاہ رنگ کی وجہ سے رداے حضرت عائشہ کا قیاس کیا جاتا ہے تو پھر یہ ماننا ہوگا کہ آپکے تمام رایات سیاہ میں حضرت عائشہ کی چادریں لگی تھیں اور یہ محال ہے کہ اتنی ردائیں حضرت عائشہ کے پاس موجود ہوں۔ کیونکہ آپ خود فرماتی ہیں کہ ازواج پیغمبرؐ میں کسی کے پاس کبھی ایک جوڑے سے زیادہ پہننے کو نہیں رہتا تھا۔ اس بنا پر حضرت عائشہ کی چادر سے رایات کی آراستگی موضوعات کے حواشی ہیں اور کچھ بھی نہیں۔

اگر بفرض محال ہم اسکو تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیں تب بھی تو شبلی صاحب کا مطلب نہیں نکلتا کیونکہ ان رایات میں جو کچھ عظمت وبرکت تھی وہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس نسبت سے تھی نہ اس وجہ سے کہ یہ حضرت عائشہ کی ردا کا بنا تھا یا کسی صحابہ کے دامن عبا کا۔ نہ اس روایت سے کہ سعد ابن عبادہ کے ہاتھ میں تھا یا حباب ابن منذر کے کاندھے پر۔ ان وجوہ واسباب کی بنا پر یہ یقین کر لینا چاہیے کہ رایات یا لوایات جنگ کی عظمت واہمیت جناب رسولخدا صلعم کی نسبت اور یمن وبرکت کی بدولت تھی نہ کسی دوسرے کی نسبت ورعایت مخصوص سے۔

اسی طرح اگر شبلی صاحب کا یہ بیان کہ مدینہ سے روانگی لشکر کے وقت رایات بنا کر وسعد وحباب کو اور ایک جناب امیر علیہ السلام کو مرحمت ہوا۔ صحیح بھی مان لیا جاوے۔ تو حقیقت اور واقعیت صرف اتنی ثابت ہوگی کہ جناب امیر کے

دست اقدس میں جناب رسولخدا صلعم کا رایت مبارک تھا جو آپ کے امیر المومنین اور رئیس المہاجرین ہونے کا معیار کامل تھا۔
پھر چند دنوں کے بعد جب غزوۂ خیبر کا لوائے موعود مخصوص زینت دوش مطہر ہوا تو اس رایت برداری وعلمداری کی شان دوبالا ہوگئی۔ جیسا کہ عنقریب بتفصیل طور پر معلوم ہوگی۔

تعجب ہوتا ہے کہ شبلی صاحب کا ایسا محقق۔ مورخ اور محدث ہو کر ایسی ایسی موضوع اور غیر مفید مرویات سے استدلال فضائل کی بنیاد قائم کرے اور خاصکر ایسی حالت میں وہ ذاتی طور پر خود جانتا ہو کہ جناب امیر علیہ السلام کا ایسا بزرگوار جو بالنفس والنفیس اصحاب کساء میں داخل۔ آل عبا میں شامل ہو۔ اور جس کی تصدیق فضائل میں آیۂ تطہیر نازل ہو چکا ہو وہ کسی کی چادر کا کیونکر منت کش ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

خیبر میں داخلہ شبلی صاحب کی تمہید غیر مفید کی مرقومہ بالا تنقید کو ختم کر کے ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آ جاتے ہیں اوپر بیان ہو چکا ہے کہ منزل صہبا سے رجیع میں قیام کی جگہ بدل دی گئی۔ یہاں ٹھہر کر فوج میں رسد تقسیم کی گئی۔ جو صرف پسے ہوئے ستو تھے یہی خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی آگے رکھا گیا۔ آپ نے بطیب خاطر پانی میں گھول کر اُسے نوش فرمالیا اور شکر خدا ادا کیا۔ خیبر وہاں سے متصل تھا۔ رجیع سے کوچ فرما کر مغرب کے بعد موکب رسالت خیبر میں داخل ہوگیا ہمیشہ سے شہنشاہ رسالت کا دستور تھا کہ جب کسی نئے مقام شہر۔ قریہ یا آبادی میں داخل ہوتے تھے تو مرقومہ ذیل دعائے داخلہ پڑھ لیتے تھے۔

اللھم انا نسئلك خیر ھذہ القریۃ و	اے خدا ہم تجھ سے اس قصبہ اور اس قصبہ کے رہنے والوں اور قصبہ کی تمام داخلی
خیر اھلھا وخیر ما فیھا ونعوذ بك من شرھا	چیزوں کی بھلائی چاہتے ہیں اور اس قصبہ اور قصبہ والوں وقصبہ کی داخلی چیزوں کی
وشر اھلھا وشر ما فیھا۔	بُرائی کے لیے تجھ سے پناہ مانگتے ہیں زرقانی جلد دوم وابن ہشام جلد دوم ص۱۵۶

خیبر کے قلعوں کی تفصیل یہ دعا فرما کر تمام لشکر کو حکم ہوا کہ بسم اللہ کہکر آگے بڑھو خیبر میں رات بھر کامل خموشی و سکوت سے قیام کیا گیا چونکہ رات کو غنیم پر حملہ کرنا۔ فرمان نبوت کے مطابق بالکل ممنوع ہو چکا تھا اسلیے لشکر اسلام نے رات بھر پورے اطمینان سے آرام کیا۔

خیبر میں چھوٹے بڑے ملاکر چھ قلعے تھے جو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر یکے بادیگرے واقع تھے مورخ یعقوبی نے ان قلعوں کے یہ نام بتلائے ہیں۔ سالم۔ نطاۃ۔ قصارہ۔ شق۔ جریطہ اور القموص ان قلعوں میں یہود کی مجموعًا بیس ہزار فوج موجود تھی۔

ان تمام قلعوں میں قموص نہایت مستحکم محفوظ اور مضبوط مشہور تھا مرحب جسکو یعقوبی یہود کا رستم ودستان اور ہزار جوانوں کے برابر ایک جوان تسلیم کرتا ہے اسی قلعہ کا قلعدار اور یہاں کی فوج کا سردار تھا ابن ابی الحقیق کا خاندان جو مدینہ منورہ سے جلاوطنی کے بعد خیبر پر قابض ہو گیا تھا۔ اسی قلعہ میں رہتا تھا۔ یہود پہلے ہی سے ہوشیار تھے استحفاظ و مدافعت کے انتظام قبل ہی سے درست کر چکے تھے۔ اپنی مستورات کو ان قلعوں سے ہٹا کر ایک محفوظ و مستور جگہ میں بھجوا دیا۔ اور رسد و غلہ کا ذخیرہ قلعہ ناعم میں رکھوا دیا۔ اور فوجیں قلعہائے نطاۃ و قموص میں جمع کرا دیں۔

اس انتظام کے اعتبار سے صرف قلعہ قموص اور نطاۃ مقابلہ جنگ کی ضرورت کے لیے منتخب کر لیا گیا تھا اور باقی قلعوں کو دوسرے سامانوں کے لیے۔

مقابلہ و مقاتلہ پر یہود کی طیاری اور اسلام کی احتیاط

اسلام کی مخالفت اور مسلمانوں کے استیصال پر وہ اسقدر آمادہ تھے کہ باوجود سخت بیمار و لاغر و ناتوان ہونے کے بھی سلام بن مشکم نصیری نے قلعہ نطاۃ کی قلعہ داری سنبھالی اور وہاں کی فوجیں اسکی ماتحتی میں جنود اسلامی کے مقابلہ کا انتظار کرنے لگیں اتنے متواتر اور عینی واقعات کی موجودگی میں بھی جو ہمہ دم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیش نظر تھے ابتک آپ کا ارادہ کشت و خون کا نہیں تھا۔ اور جیسا کہ ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہیں۔ آغاز معاملات سے لیکر اسوقت تک آپ کی خواہش دلی یہی تھی کہ صلح و آشتی کے شرایط پر جانبین سے معاملات طے ہو جائیں لیکن یہود کیطرف سے یہ خونخوارانہ طیاریاں دیکھکر آپ کو انکے معاملات کی طرف سے مایوسی ہوگئی تو چار و ناچار جناب رسول خدا صلعم نے لشکر اسلامی کو طیاری کا حکم دیا۔

علامہ حسین دیار بکری تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں۔

ولما تیقن النبی صلعم ان الیہود تحارب وعظ اصحابہ و نصحہم و حرضہم علی الجہاد	آنحضرت صلعم کو جب اسکا یقین ہوگیا کہ یہود ہم سے ضرور لڑینگے تو آپنے تمام مسلمانوں کو وعظ و نصیحت کی، شرائط و نصاب جہاد بتلاے اور جہاد پر آمادہ کیا۔

چند عورتیں بھی اس غزوہ میں خدمت مجاہدین کرتی تھیں۔

جائزہ لشکر کے وقت چند خواتین اسلامی کو ہمراہ لشکر دیکھکر فرمایا گیا کہ تمہارا آنا کس غرض سے ہے۔ محترمات نے عرض کی مجاہدین کی خدمت کے لیے ہم نے اپنی امکانی قوتوں کی نذر کر لی ہے۔ ایام سکون میں ہم لشکر کے ساتھ چرخہ کاتیں گے اس سے جو کچھ مال پیدا نصیب ہوگا وہ لشکر کے مصارف میں نذر کریں گے۔ دوران قتال میں مبارزان مجروحین کی خدمت کریں گے انکے زخموں کی مرہم پٹی کرینگے۔ ہمارے ساتھ دوائیں بھی ہیں۔ اُن سے علاج کرینگے۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان پرہمت خواتین کے مردانہ وار جواب سنکر بیحد متاثر ہوے اور انکو ہمراہی لشکر کی اجازت دیدی چنانچہ فتح خیبر کے بعد تقسیم غنیمت میں ان عورتوں کو مردوں کے برابر حصہ دیا گیا۔ یہ مال غنیمت نہ روپے تھے۔ نہ اشرفیاں۔ نہ موتی تھے نہ جوہر۔ بلکہ صرف خشک کھجوریں تھیں جو سرفروش و وفادار مبارزین کو بھی ملیں اور ان خدمت گزار خواتین کو بھی۔

احکام و آداب لشکر

ہم اس سے قبل تمام غزوات اسلامی کی خصوصیات میں لکھکر دکھلاتے آئے ہیں کہ آداب و تہذیب فوج کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمیشہ خاص توجہ رکھتے تھے اور عرب کے عام دستور جنگ کے

مطابق شور و غوغا کے خلاف سکوت و خاموشی اختیار کرنے کی لشکر اسلامی کو سخت تاکید فرمائی گئی۔ غزوہ میں ایک شب یہ مبارزین اسلام نے بلند آواز سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اصول خاموشی کے اعتبار سے ہدایتاً ارشاد ہوا کہ آہستہ آہستہ تکبیریں کہو سمجھ لو جسے تم پکارتے ہو وہ گران گوش نہیں۔ اور نہ تمہاری نگاہوں سے اتنا دور ہے کہ تمہیں چلا کر پکارنے کی ضرورت ہو وہ تو تم سے بالکل قریب ہے پھر اتنے زور سے پکارنا کیا۔

قلعہ ناعم (سلام) کا محاصرہ محمود بن مسلمہ کی شہادت

شبلی صاحب نے بھی یہ دونوں واقعے بخاری باب غزوۂ خیبر اور سنن ابو داؤد کے اسناد سے سیرۃ النبی جلد اوّل صفحہ ۳۵۵ میں تحریر فرمائے ہیں۔ ترتیب فوج سے فراغت پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخالف کی طرف سے آغاز جنگ کا انتظار کرنے لگے۔ اس اثنا میں یہود کی طرف سے قلعہ ناعم کی فوج نے لشکر اسلام پر تیر بارانی شروع کی۔ محمود بن مسلمہ نے لشکر اسلام سے بڑھ کر مخالف کے حملات کو روکا اور بڑی ہمت و دلیری سے انکے خونخوارانہ محاربات کا کلیجہ جواب دیا۔ یہانتک کہ تکان جنگ سے تھک کر دیوار قلعہ کے نیچے دم لینے کے لیے بیٹھ گئے۔ مکاری و غداری یہودیوں کی فطرت تھی۔ وہ ایسا موقع کب چوکنے والے تھے۔ کنانہ بن الربیع نے موقع پاکر اور نامردانگی دکھاکر فصیل قلعہ سے چکی کا پاٹ ایسا تاک کر گرایا جو محمود بن مسلمہ کے وسط سر پر گرا اور وہ غریب ناواقف اسکے نیچے دب کر شہید ہوگئے رضی اللہ عنہ لیکن اہل اسلام نے قلعہ کو بھی بہت جلد خالی کرالیا۔

شبلی صاحب لکھنے کو تو تاریخ لکھتے ہیں اور سیرت نبویؐ کی ترتیب دیتے ہیں لیکن نہیں معلوم کہ نقل و تحریر واقعات میں اتنی عجلت کو کس مصلحت سے اختیار فرماتے ہیں کہ واقعات کے واقعات حالات کے حالات جن سے اسلام کے محاسن تاثیر اور اسکی تبلیغ و تعلیم کے روحانی فیوض ثابت ہوتے تھے قلم انداز فرماتے جاتے ہیں حالانکہ حدیث و سیرت کے بحث عنوان میں مسلم ہو چکا ہے کہ سیرت و تاریخ واقعات و حالات کے ذخائر کا نام ہے۔ اور احادیث و فقہ احکام و نصابات شرعیہ کے مرتب و فاتر ہیں۔ باوجود ان اعتراضات کے واقعات ضروری کے بیان سے تاریخ و سیرت میں تغافل و تساہل کرنا مؤلف کی شان اور تالیف کے طریق و عنوان سے بالکل مخالف ہے۔

اکثر علماے محدثین قلعہ نطاۃ کو اسلام کے اوّل فتوحات میں شمار کرتے ہیں لیکن امام المغازی ابن اسحٰق قلعہ ناعم کو فتح اسلام کا دروازہ قرار دیتے ہیں۔ اہل سیر و تاریخ نے زیادہ تر قول ابن اسحاق کو اپنا منتہا قرار دیا ہے اور اسی لیے ہم نے حصون خیبر کے فتوحات کا فتح ناعم ہی سے فتح الباب کیا ہے۔

قلعہ نطاۃ کی فتح

قلعہ ناعم کو فتح کرکے لشکر اسلام نے قلعہ نطاۃ و وشق جو بالکل ایک دوسرے سے ملحق تھے محاصرہ کیا۔ عامر یہودی ان دونوں قلعوں کا سردار تھا۔ عامر کا ایک حبشی غلام تھا جو اسکے گوسفندوں کی گلہ بانی کرتا تھا۔ لشکر اسلام کے محاصرہ کی خبر گرم تھی۔ وہ سویرے سے بھیڑوں کے گلوں کو لیکر صحرا میں نکل گیا تھا شام کو حسب المعمول

جب واپس آیا تو تمام اہل قلعہ کو مسلح اور آمادہ جنگ دیکھا۔ اپنے آقا عامر سے پوچھا کہ آج یہ کیسی طیاری ہے۔ عامر نے جواب دیا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ اس شخص سے جس نے چند دنوں سے نبوت کا دعویٰ کیا ہے جنگ کریں۔

یہودی گلہ بان کا قبول ایمان

اس غلام حبشی پر یہ جواب سنکر ایک خاص حالت طاری ہو گئی۔ لیکن وہ خاموش رہگیا۔ جب لشکر اسلام قلعہ کے مقابل آ گیا تو وہ حسب المعمول اپنے بھیڑوں کے گلّے کو لیکر باہر نکلا۔ اور اپنی بھیڑوں سمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بلا تکلف آپکے سامنے زمین پر دو زانو بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ ارشاد ہوا اسلام کی اور وحدہ خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی تصدیق ہے۔ اُس نے کہا کہ اگر میں آپ کی دعوت کی تصدیق کر دوں تو اسکے معاوضہ میں مجھے کیا ملے گا۔ ارشاد ہوا بہشت بشرطیکہ اصول اسلام پر تم مستقل رہسکو۔ یہ سنتے ہی وہ غلام حبشی فوراً مسلمان ہو گیا۔ اور عرض کرنے لگا میرے پاس بھیڑیاں امانت ہیں۔ انھیں واپس دیکر فوراً حاضر ہوتا ہوں۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر حصار کے اندر جاؤگے۔ تو یہود تمھارا مسلمان ہو جانا سنکر تمھیں فوراً قتل کر ڈالینگے مصلحت وقت یہ ہے کہ حصار کے قریب جا کر اپنے مالک کو آواز دو کہ اپنی بھیڑیاں آکر لیجا وے۔ تم بھیڑیاں دیکر چلے آؤ۔

حسب الحکم اس غلام حبشی نے ایسا ہی کیا۔ قلعہ کے نیچے جا کر آواز دی اور کہا کہ اپنی بھیڑیاں اندر کر لو۔ عامر فوراً پہچان گیا حبشی بھیڑیاں واپس دیکر مبارزین اسلام کی صف میں چلا آیا۔ اور شتابان سے آناً فاناً شیر میدان بن گیا اور شریک جنگ ہو کر یہودیوں سے خوب لڑا۔ یہانتک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ لوگ اسکو میدان جنگ سے اٹھا لائے اور ایک خیمہ میں رکھدیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکے خاتمہ احوال کی اطلاع کی تو آپنے ارشاد فرمایا

عمل قلیل واجر کثیر۔ کام تو کم ہیں لیکن اسکے اجر بہت زیادہ ہیں۔

ایک روایت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جب اسکے خاتمہ کی خبر آپ کو پہونچائی گئی تو آپ اس خیمہ میں تشریف لائے جہاں اسکی لاش رکھی تھی۔ اسکی لاش کو دیکھکر فرمایا۔ خداے سبحانہ تعالیٰ نے یقیناً اپنے اس بندہ پر عنایت و رحمت فرمائی اور اسکو بہشت میں درجات عالی عطا فرماے۔ روضۃ الاحباب ص۳۹۳۔

جاسوس یہود کی گرفتاری

دستور جنگ کے موافق۔ ایام محاصرہ میں۔ دن بھر لڑائی ہوتی تھی۔ رات کو جانبین کے لشکر اپنے اپنے مقامات پر واپس جاتے تھے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ ہر رات کو ایک شخص محافظت لشکر کی خدمت پر خاص طور پر مقرر ہوتا تھا اور وہ اپنے رفقا کے ساتھ لشکرگاہ کی حفاظت کرتا تھا ایکبار حضرت عمرؓ کی باری کی رات تھی۔ یہ پہرہ داری میں مشغول تھے انکے رفقا ایک مرد یہود کو پکڑ کر انکے پاس لائے انھوں نے اسکے قتل کا حکم دیا یہودی نے حکم سنکر عرض کی کہ مجھے قتل نہ کیا جاوے بلکہ پیغمبر اسلام کی خدمت میں لے جایا جاوے۔

مجھے خدمت رسالت مین کچھ باتین عرض کرنی ہین۔ اور مین اسی غرض سے شب کے وقت قلعہ سے چھپکر نکل آیا ہون حضرت عمر نے اسکی استدعا قبول کی اور اسکو خدمت رسول صلعم مین حاضر کیا۔ یہودی نے آتے ہی سلام عرض کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا خبر لائے ہو۔ عرض کی کہ اگر میری جان بخشی ہو۔ تو صحیح خبر مین عرض کرون۔ ارشاد ہوا تمھاری امان کا حکم ہے۔ اُس نے عرض کی کہ مین یہود ان قلعہ کو ابھی ابھی اس حالت مین چھوڑ کے آتا ہون کہ اسوقت تک اُنمین کسی قسم کا نظم درست نہین ہوا ہے۔ اسلیے کہ لشکر اسلام کی ہیبت سے سب کے ہوش و حواس زائل ہوگئے ہین اور اس شدت سے خوف و ہراس طاری ہے کہ مجھے یقین ہے کہ وہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ جائینگے اور نطاۃ سے نکل کر قلعہ شق مین کیونکہ شق مین نطاۃ سے زیادہ فوج بھی ہے اور سامان و اسلحات جنگ بھی صبح کو آپ قلعہ نطاۃ مین بخوف و ہراس چلینگے تو مین آپکو وہان کے ذرہ ذرہ سے آگاہ کردونگا۔ حضرت نے فرمایا انشاء اللہ۔ اُس یہودی نے بھی کہا انشاء اللہ چنانچہ صبح کو ایک خفیف سی لڑائی کے بعد قلعہ نطاۃ مسلمانون کے قبضہ مین آگیا۔

قلعہ شق کی فتح

نطاۃ کے بعد لشکر اسلامی قلعہ شق پر جا پڑا۔ اور دم کے دم مین وہ بھی فتح ہوگیا۔ اور مسلمانون نے اُسپر بھی قبضہ کرلیا۔

قلعہ صعب کی فتح

یونہین اور چھوٹے چھوٹے قلعے فتح ہوتے گئے اور اہل اسلام اُنپر متصرف ہوتے گئے یہانتک کہ قلعہ صعب کا محاصرہ ہوا۔ یہ قلعہ مضبوطی اور استحکامی مین اور قلعون سے زیادہ مضبوط و مستحکم تھا۔ یہود نے لشکر اسلام مین رسد قبل ہی سے روک دی تھی مسلمانون کے پاس جو کچھ ذخیرہ تھا وہ بھی ختم ہوچکا تھا۔ اس وجہ سے فوج اسلامی مین فاقون کی نوبت تھی معتب بن قشیر اسلمی کا بیان ہے کہ ہم نے ان تکلیفون سے تنگ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خدمت مین عرض حال کی تو آپنے فرمایا تھوڑا صبر و تحمل اور کرو۔ انشاء اللہ تمھارے رزق مین بہت جلد وسعت عطا کی جاتی ہے

دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حباب ابن منذر کو فوج دے کر اہل قلعہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور اُن کو ہدایت کردی کہ ایکبار تمام جمعیت سے حملہ کردو۔ اُس دن قبیلہ اسلم کے تمام لوگ حباب بن منذر کی ماتحتی مین خدمت جہاد مین مصروف تھے۔ آنحضرت صلعم کی ہدایت کے موافق سب نے ایکبار حملہ کرکے قلعہ صعب کو نہایت آسانی سے فتح کرلیا۔ قلعہ مین داخل ہوئے تو اُمید سے زیادہ زر و مال اور کھانے پینے کی چیزین دستیاب ہوئین۔

ایک صحابی کی شراب خواری

لطیفہ تر یہ ہے کہ ان تمام چیزون سے زیادہ شراب کا ذخیرہ ہاتھ آیا۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ وہ منظر میری آنکھون سے نہین ہٹتا کہ شرابون کی مشکون پر مشکین قلعہ سے باہر لاکر زمین پر پانی کی طرح بہائی جاتی تھین۔ یہانتک کہ یہود کا یہ سالہا سال کا ذخیرہ دم کے دم مین تباہ و برباد ہوگیا۔ عبداللہ حمار مسلمان ہوچکا تھا۔ لیکن مدتون اُسکو ابھی تک اُسکا چسکا پڑا تھا کبھی کبھی مفت کی مل جاتی تھی تو پی لیا کرتا تھا کہ یون تو پیتا نہین پی لیتا ہون گاہے ماہے۔

وہ بھی تھوڑی سی مزہ منھ کا بدلنے کے لیے۔ اس حرکت ناشائستہ کے لیے اسکی وایک مرتبہ تادیب وتنبیہ بھی ہوچکی تھی۔
عبداللہ حمار اس سیلاب کو دیکھ کر جوں روئے لگا اور ضبط نہ کرسکا تھوڑی سی اٹھا کر پی لی۔ یاروں نے دیکھ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پکڑ لائے۔ آپ کو بھی اسکی یہ حرکت نہایت بری معلوم ہوئی نعلین مبارک سے اس شرابخوار صحابی کی خود بھی تنبیہ کی اور حاضرین صحابہ کو بھی اسی طریقہ سے اس کی تادیب کا حکم فرمایا اور صحابہ کرام نے بھی حسب الحکم انکی پوری مرمت فرمائی۔ حضرت عمر کی زود غضبی تاب نہ لاسکی فرمانے لگے۔ اَللّٰھُمَّ الْعَنْہُ خدا اس پر لعنت کرے۔ بار بار اس شخص سے کہا جاتا ہے تاہم یہ اپنی عادت سے باز نہیں آتا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اے عمر۔ اسے برا نہ کہو۔ باانیہمہ۔ یہ شخص خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ روضۃ الاحباب ص ۳۸۵

قلعہ القموص کا محاصرہ علمبرداران خیبر کا فرار

اسی طرح ایک ایک کرکے یہود کے تمام قلعے فتح ہوتے گئے۔ صرف قلعہ القموص رہ گیا۔ اور اسی پر یہود کی قسمت کا آخر فیصلہ موقوف تھا۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ مورخین ومحدثین کی متفقہ بیان کے مطابق قلعہ قموص۔ یہود کے تمام قلعوں سے زیادہ مضبوط اور مستحکم تھا۔ زرقانی لکھتے ہیں وھو اعظم حصون سب قلعوں سے عظیم ترین تھا۔ ص ۲۲۳ ج ۲۔
شبلی صاحب۔ قموص کی قلعہ کشائی کے متعلق رقمطراز ہیں :۔
ناعم کے بعد اور قلعے آسانی فتح ہوگئے لیکن قلعہ قموص مرحب کا تختگاہ تھا اس مہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو بھیجا لیکن دونو ناکام واپس آئے۔ طبری میں روایت ہے کہ جب خیبری قلعہ سے نکلے تو حضرت عمر کے پاؤں نہ جم سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کی کہ فوج نے نامردی کی لیکن فوج نے ان کی نسبت بھی یہی شکایت کی۔
اس روایت کو طبری نے جس سلسلہ سے نقل کیا ہے۔ اسکے راوی عوف ہیں۔ انکو بہت لوگوں نے ثقہ لکھا ہے لیکن بندار جب ان کی روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے وہ رافضی اور شیطان تھا۔ یہ لفظ نہایت سخت ہے لیکن انکی شیعیت سب کو تسلیم ہے۔ اور گو شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس روایت میں حضرت عمر کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جاوے۔ شیعہ کی زبان سے اس کا رتبہ کیا رہ جاتا ہے۔ اسکے علاوہ اوپر کے راوی عبداللہ بن بریدہ ہیں جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں لیکن محدثین کو اس بات میں شبہ ہے کہ انکی جو روایتیں باپ کے سلسلہ سے منقول ہیں صحیح بھی ہیں یا نہیں۔ سیرۃ النبی ج ۱۔ ص ۵۶۳۔

شبلی صاحب کی خدمت میں گذارش

شبلی صاحب کی مرقومہ بالا عبارت میں۔ پہلے تو ہم کو آپ کا وہی انداز اختصار دکھلاتا ہے جو ایسے خاص مقامات پر آپ کی تحریر کا معیار خاص ثابت ہوتا ہے۔ اس بنا پر آپنے

صرف اتنا لکھ کر کہ اس مہم پر آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو بھیجا لیکن دونوں ناکام واپس آئے۔ گویا تمام واقعہ کو ختم کر دیا۔ حالانکہ آپ کے اس مختصر اور مبہم بیان نے اصل واقعیت ہی کو خبط و بے ربط کر دیا۔ سطحی علم و اطلاع رکھنے والے مسلمان یہ سمجھیں گے کہ گویا یہ واقعہ یک روز و بیک وقت گذر گیا پہلے حضرت ابوبکر گئے۔ پھر حضرت عمر گئے۔ لوٹ آئے اور تھوڑی تھوڑی سی لڑائیوں کے بعد محض اتفاقی طور پر ان دونوں صاحبوں کو کامیابی نہ ہوئی "

شبلی صاحب نے آپنے اپنے مفہوم میں جو مطلب پیدا کرنا چاہا ہے۔ وہ تو واقعیت نہیں ہے اور نہ آپ کی یہ تحریر صحیح واقعہ کی اطلاع دیتی ہے۔ واقعیت یہ ہے کہ ایکدن حضرت ابوبکر قلعہ کشائی کے لیے بھیجے گئے اور دن بھر انھوں نے حتی الامکان کوشش کی۔ مگر کشود کار نہوئی۔ ہزیمت اُٹھا کر واپس آئے۔ دوسرے دن حضرت عمر خیبر کشا بن کر قلعہ خیبر کے نیچے آئے اور آپنے بھی دن بھر ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن کچھ مفید کار نہوا۔ اُسدن سے زیادہ آج کے روز مسلمانوں کو بلا و مصیبت اُٹھانی ہوئی۔ ملاحظہ ہو امام نسائی خصائص میں لکھتے ہیں۔

عن ابی بریدۃ قال حاصرنا خیبر فاخذ الرّایۃ ابوبکر ولم یفتح لہ فاخذہ من الغد عمر فانصرف ولم یفتح لہ واصاب شدّۃ وجھدا

ابو بریدہ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگوں نے قلعہ خیبر کا محاصرہ کیا۔ تو حضرت ابوبکر علم لے کر نکلے۔ مگر بغیر فتح کیے واپس آئے دوسرے دن حضرت عمر علم لیکر گئے وہ بھی بے نیل مرام واپس آئے اور شدید محنت و تکلیف اٹھانی ہوئی

ہم خوب جانتے ہیں شبلی صاحب کے ٹھہرنے کا یہ میدان نہیں ہے۔ آپ ان مقامات سے بہت جلد نکل جایا کرتے ہیں اور اپنی اختصار نویسی کے پردے میں اصل حقیقت اور نفس واقعیت کو چھپا ڈالتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ آپکے ممدوحین کی لغزشیں طشت از بام اور مشہور عام نہ ہوں ؟

علمبرداران خیبر کی گریز کا انکشاف

شبلی صاحب کو طبری کے اس لکھدینے پر کہ یجبنہ اصحابہ ویجبنھم پھر یہاں حضرت عمر حضرت علمبردار پر بزدلی کا الزام لگاتے تھے اور حضرت عمر ان پر سخت طیش آگیا ہے۔ اور اس کے عقلی و نقلی دونوں طریقہ تنقید پر تیار ہو گئے ہیں لیکن حقیقت یہ بتلا رہی ہے کہ آپ اپنے دونوں طریقہ تنقیدی میں سے کسی ایک میں بھی کامیاب نہ ہوئے تفصیل یہ ہے۔

اوّل اعتراض یہ ہے کہ اس روایت طبری کا ایک راوی شیعہ ہے۔ اسوجہ سے گویا قابل اعتبار نہیں لیکن یہ دلیل تنقیدی جیسی ضعیف تھی وہ شبلی صاحب کو خود معلوم تھی۔ اس لیے ایک طرف اسکی مجہولیت کا اظہار بھی مقصود تھا اور دوسری طرف اسکی تائید بھی منظور تھی۔ اس لیے گویا اجتماع ضدین کے غیر امکان بنا و عنوان پر جو تحریر لکھی گئی اسکی مجہولیت اور مہملیت کے لیے خود آپکے الفاظ عبارت شاہد ہیں اور وہ یہ ہیں۔

اس روایت کو طبری نے جس سلسلہ سے نقل کیا ہے۔ اُسکے راوی عوف ہیں۔ انکو بہت لوگوں نے

ثقہ کہا ہے۔ لیکن بندار جب اُن کی روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ وہ رافضی اور شیطان تھا۔
یہ لفظ نہایت سخت ہے لیکن اُن کی شیعیت سب کو تسلیم ہے اور گو یا شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل
نہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس روایت میں حضرت عمرؓ کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جاوے شیعہ کی
زبان سے اُس کا رتبہ کیا رہ جاتا ہے"

شبلی صاحب کی یہ عبارت اجتماع ضدین اور مؤلف کی ذوجہتی کے مزے دے رہی ہے یعنی شیعہ ہونا آپ کے نزدیک دلیل بے اعتباری بھی نہیں۔ پھر آپ اُسی بے اعتباری کی بناء پر عوف کی روایت کو ماننے بھی نہیں اور بندار کے قول منفرد اور رائے واحد کے مطابق لکھتے ہیں کہ جس روایت میں حضرت عمرؓ کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جاوے شیعہ کی زبان سے اُس کا رتبہ کیا رہ جاتا ہے یعنی وہ بیان قابل اعتبار نہیں رہتا۔

اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے ان دونوں متناقض و متخالف بیان نے آپ کے موجودہ استدلال کا کیا رتبہ باقی رکھا جو کسی کے آگے قابل تسلیم مانا جاوے۔ آپ خود لکھ کر اعتراف کر چکے ہیں کہ عوف کو بہت سے لوگوں نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن بندار جب ان کی روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے وہ رافضی تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عوف کو غیر ثقہ سوائے بندار کے کسی اور نے نہیں کہا۔ ورنہ بندار کے ساتھ آپ اسکا نام بھی ضرور لکھ دیتے۔ آپ کی دلیل کے اس ضعف کو دیکھکر اہل تحقیق و انصاف خود یقین کر لینگے کہ آپ ایک گروہ کثیر کے قول متفقہ کو چھوڑ کر جو عوف کو ثقہ ہونے کے بارے میں منقول ہیں۔ صرف بندار کے قول آحاد پر اعتبار کرتے ہیں۔ اور قول منفرد سے قول کثیر کی تکذیب کرنا چاہتے ہیں جو عقلاً و نقلاً ممنوع ہے۔ اور اصول تنقید و تحقیق کے بالکل منافی ہے۔ اس لیے کوئی بھی اسے قبول نہیں کر سکتا۔

اب بندار کی حیثیت خاص بھی ملاحظہ فرمالی جاوے کہ وہ کس پایہ و مایہ اور کس اہلیت و صلاحیت کے بزرگ ثابت ہوتے ہیں۔ جن کے قول کو آپ اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ انکے قول واحد کے مقابلہ میں اپنے علماء کثیر کے اقوال متفقہ کو فضول دیکار اور ساقط از اعتبار کیے دیتے ہیں۔ انکی تفصیل شخصیت یہ ہے۔

آپ کا اصلی نام محمد بن بشار ہے اور بندار کے لقب سے مشہور ہیں میزان الاعتدال میں علامہ ذہبی انکی نسبت لکھتے ہیں کذبہ الفلاس قلاس نے اُن کی تکذیب کی ہے۔ پھر اُسی میزان الاعتدال کی جلد دوم ص ۳۵۲ میں انکی نسبت تحریر ہے۔

قال عبد اللّٰہ بن الدّورقی کنا عند یحیی بن معین یحیی ذکر بندار فرایت یحیی لا یعبا بہ	عبد اللہ بن الدورقی کا بیان ہے کہ ہم لوگ یحیی بن معین کی صحبت میں تھے کہ بندار کا ذکر آیا تو میں نے دیکھا کہ انھوں نے

و لیس تضعیفہ — اُسکی طرف کوئی توجہ نہین کی بلکہ تضعیف کی۔

یہ تو میزان الاعتدال کی عبارت سے بندار کی حقیقت معلوم ہوئی۔ اب تہذیب التہذیب کے الفاظ مین انکی تفصیلی حقیقت ملاحظہ ہو۔

قال اسحاق ابن ابراهيم الفرازي كنا عند بندار فقال في حديث عن عائشة قال قالت رسول الله فقال له رجل يسخر منه اعيذك بالله ما افصحك فقال اخرجنا من عند روح دخلنا الى ابي عبيدة فقال قد بان ذلك عليك وقال عبد الله بن اسمعيل بن سيار سمعت عمر بن علي يحلف ان بندار يكذب فيما يروي عن يحيى وقال علي بن مديني سمعت ابن ابي صالح حديث ثنا بندار قال تسحروا فان في السحور بركة فقال هذا الكذب وانكر اشد الانكار وقال حدثني ابو داود موقوفا وقال رايت القواريري لا يرضاه وقال كان صاحب الحمام - صفحہ ۷۰ جلد ۹ -

اسحق ابن ابراہیم الفرازی کہتے ہین کہ ہم بندار کے پاس بیٹھے تو اُس نے کہا کہ عائشہ نے کہا کہ نعوذ باللہ رسول اللہ فرماتی تھین۔ تو ایک شخص نے فوراً ٹوک کر کہا کہ حدیث مین تو رسول سے تمسخر کرتا ہے خدا کی پناہ دیکھو کیا فضیحت کیا تمکو۔ وہ کہتا تھا جب ہم روح کے پاس سے ابو عبیدہ کے پاس جاتے تھے۔ تو وہ کہتا تھا تیری بات فاش ہو گئی اور عبد اللہ بن اسمعیل بن سیار کہتے تھے کہ ہم نے عمر بن علی کو حلفاً کہتے ہوئے سُنا ہے کہ بندار جھوٹا ہے اُن حدیثون مین جو یحییٰ سے روایت کرتا ہے۔ علی بن مدینی۔ اُستاد امام بخاری کہتے ہین کہ ہم نے ابن ابی صالح سے یہ حدیث بندار تسحروا فان فی السحور برکۃ کے متعلق پوچھا تو اُسنے کہا کہ بالکل جھوٹ اور غلط ہے اور اسکا انکار شدید کیا ابو داؤد نے اُنکو موقوف بتلایا اسیطرح قواریری بھی بندار کو پسند نہین کرتا بلکہ کہتا تھا کہ وہ کبوتر باز تھا

بندار پر شبلی صاحب کی دلیل تنقیدی کا دارومدار رہا۔ وہ خود ہی۔ ناقدین فن حدیث کے نزدیک ناقابل اعتبار اور ساقط الاستناد ثابت ہوئے یحییٰ بن معین اُنھین ناقابل توجہ سمجھ کر اُن کی تضعیف کرتے ہین۔ قواریری اُنسے سرے سے کاذب بتلاتے ہین۔ عمر بن علی ضعیف الاسناد ٹھہراتے ہین۔ ابن سیار عمر بن علی کا قول حلفی لکھ کر اُنکی تائید مزید فرماتے ہین۔ ابن مدینی اُستاد امام بخاری کاذب اور منکر الحدیث دونون بتاتے ہین ابو داؤد اُس سے روایت کرنے مین احتیاط فرماتے ہین۔ قواریری اُنکو خفیف الحرکات اور کبوتر بازی کے لہو و لعب مین مبتلا بتلاتے ہین۔ تو پھر ایسے مجہول الحال شخص کے قول منفرد سے استدلال کرنا کسقدر مضحکہ انگیز ہے حقیقت یہ ہے کہ آپکو بندار کے تلاش حال کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسلیے کہ آپ کا مدعا تو اس روایت کی تضعیف تھی۔ خواہ وہ کسی ناحق ضعیف طریقہ سے نہ وارد ہوئی ہو۔ وہ آپنے پوری کر دی لیکن خوش فہمی سے آپ یہ نہ سمجھے کہ بندار کے جاننے والے انکی حقیقت

وصلاحیت کے پہچاننے والے اور بھی بہت ہین جو انکی بے اعتباری اور آپکی قلمکاری کی حقیقت کھول دے سکتے ہین ۔
اس بنا پر آپ کا ثبوت استدلال جو اس روایت مندرجہ کی تنقید مین آپنے پیش کیا ہے بالکل لغو ثابت ہوا ۔ اور عوف کی
نا اعتباری ثابت ہونے کی جگہ خود بنداری کی تکذیب ثابت ہو گئی ۔

باقی رہا آپ کا یہ فقرہ کہ عوف کی شیعیت سب کو تسلیم ہے ۔ ایک مغویانہ چکمہ سے زیادہ نہین ۔ سب کو ۔ یہ لفظ
عام کس جماعت کی طرف راجع ہے ۔ اگر اس سے سواد اعظم اہلسنت مقصود ہی جیسا کہ ظن غالب بتلاتا ہے ۔ تو یہ شیعون کے
لئے کیسے قابل تسلیم ہو سکتا ہے ۔ آپکی تالیفی تدین کا مقتضے تو یہ ہونا چاہتا تھا کہ آپ شیعون کے اعترافات سے اسکا شیعہ
ہونا ثابت کر دیتے تب البتہ آپکے استدلال مین کچھ قوت آتی شیعون کے اقرار سے عوف کا شیعہ ہونا کہانتک ثابت کیا جائیگا
آپ تو اپنے فرقہ کے قول و آراسے بھی اس کے شیعہ ہونے کا اظہار نفرما سکے عام مسلمانونکے بدظن بنانے اور اپنے محقق ہونے
کی سطوت بٹھانے کی غرض خاص سے لکھدیا کہ عوف کی شیعیت سبکو تسلیم ہی جسکی عوے کے شہود موجود نہون تو صریح یاوہ گوئی ہے ۔
لیکن ہم آپ کی اس ترکیب کو بھی آپ کی ایجاد وطبعزاد خاص نہین کہینگے ۔ بلکہ یہ تو آپکے سلف صالحین کا قدیم طریقہ
چلا آتا ہے کہ جب کسی بحث مین کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہین دیکھی گئی اسکے راوی کو شیعہ کہدیا گیا ۔ آپکے علم کلام کی
کتابین اسکی مثالون سے بھری پڑی ہین خصوصاً آپ کے امام المتکلمین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اس ترکیب
خاص کے بہت بڑے باکمال مشاق گذرے ہین ۔

اگر بفرض محال عوف شیعہ ہی تھا ۔ جیسا آپ لکھکر بتلانا چاہتے ہین تو آپ ہی کے اقراری قول کے موافق
اسکی شیعیت اسکی بے اعتباری کی کیونکر دلیل ہو سکتی ہے چنانچہ اس اصول کو آپ خود متعدد جگہون پر لکھ چکے ہین ۔
اور بتلا چکے ہین کہ رواۃ شیعہ قابل الاستناد ہین ۔ چنانچہ دیباچہ صفحہ ۴۴ مین بذکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری
المتوفی سنہ ۲۱۲ ہجری مرقوم ہے ۔

ثقات محدثین مین انکا شمار ہے ۔ مزاج مین کسیقدر تشیع تھا ابن معین کہتے ہین کہ عبدالرزاق
اگر مرتد بھی ہو جائے ۔ تب بھی ہم ان سے حدیث ترک نہین کر سکتے ؟؟

آپ خود اس عبارت شیعہ رواۃ کی ذی اعتمادی اور قوی الاسنادی کا اسقدر پایہ بلند کر چکے اب انکو گراتا تو
گویا خود گرنا ہے ۔ پھر اسی دیباچہ کے صفحہ ۱۹ مین انھین امام طبری کی تصدیق و توثیق مین ۔ جن کی روایت کی
یہان ضرورتاً تنقید کی جاتی ہے ۔ یہ عبارت لکھی گئی ہے ۔

تاریخی سلسلہ مین سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے ۔ طبری اس درجہ
کے شخص ہین کہ تمام محدثین انکے فضل و کمال تفقہ ثقاہت اور وسعت علم کے معترف ہین ۔

ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے۔ محدث ابن خزیمہ کا قول ہے کہ دُنیا مین
مین کسی کو ان سے بڑھکر عالم نہین جانتا۔ سنہ ۳۱۰ھ مین وفات پائی۔
بعض نے اُن کی نسبت لکھا ہے کہ یہ شیعون کے لئے حدیثین وضع کیا کرتے تھے لیکن علامہ ذہبی نے
میزان الاعتدال مین لکھا ہے۔

ھذا رجم بالظن الکاذب بل ابن جریر من کبار ائمۃ الاسلام المعتمدین	یہ جھوٹی بدگمانی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابن جریر اسلام کے معتمد اماموں مین سے ایک بڑے امام ہین۔

علامہ ذہبی نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ان مین فی الجملہ تشیع تھا لیکن مُضر نہین۔ تمام مستند
اور مفصل تاریخین مثلاً تاریخ کامل ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ ابو الفدا وغیرہ انھین کی کتاب کے
مختصرات ہین۔ یہ کتاب بھی ناپید تھی۔ یورپ کی بدولت شائع ہوئی۔

اب اہل تحقیق خود انصاف کرلین۔ کہ شبلی صاحب کو ان اقرار و اعترافات کے مقابلہ مین۔ شیعہ رواۃ کی بے اعتباری عموماً اور امام طبری کی روایت کی خصوصاً بے اعتمادی کیسے ثابت ہوسکتی ہے۔ امام طبری کی تاریخ و تفسیر پر کیا موقوف و منحصر ہے صحیحین مسلم و بخاری کے رواۃ پر نظر غور فرمایئے تو جسطرح بخاری مین خوارج رواۃ کا ذخیرہ پایا جائے گا اسی طرح مسلم مین شیعہ رواۃ کی کثرت دکھلائی دے گی۔ اگر شیعہ رواۃ کی تکذیب و تغلیط پر آئندہ جرأت کی جائے گی تو صحیح مسلم کی صحت سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اس بنا پر یہ لکھ کر بتلا دینا بہت ضروری ہے کہ شبلی صاحب پر اُن کے اس اعتراض سے پہلے تناقض فی الکلام اور انحراف عن الاعتراف کے دو چارج بیک وقت قائم ہوجاتے ہین۔

اب شبلی صاحب کا آخر الافقرہ کہ "یہ ظاہر ہے کہ جس روایت مین حضرت عمر کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جاوے شیعہ کی زبان سے اس روایت کا کیا رتبہ رہ جاتا ہے"

بالکل خلاف اصول و فیصلہ دل اعتراض ہے اور ایسا مضحکہ خیز کہ شبلی صاحب کی اس طفلانہ ضد پر بچے بھی ہنس پڑین گے۔ جناب والا۔ اگر یہی وجہ اعتراض ہے تو ہر شیعہ اس کہنے کا مستحق ہے کہ فضائل خلفاء ہین جتنی روایتین اہلسنت کی زبان و قلم سے نکلی ہین انکی کیا وقعت باقی رہ جاے گی۔ اسی کے ساتھ نحن معاشر الانبیا والی روایت آحاد و منفرد کی کیا حقیقت رہ جائے گی۔ اسکو بھی سوچ لیا جاوے فافہم فتدبر

شبلی صاحب اپنی خود غرضی کی پُر جوشی مین ایسے وارفتہ ہو گئے کہ عوفی اور طبری کو تو جانے دیجیے۔ صحابہ اور تابعین کی بھی بے اعتباری ثابت کرنے لگے۔ چنانچہ اسی بحث کے آخر عبداللہ بن بریدہ پر بھی بے اعتباری کا

چیر کر دے گئے سے اک چھری اور لگاتے گئے جاتے جاتے۔ تحریر فرماتے ہین۔

اس کے علاوہ عبداللہ بن بریدہ ہین۔ جو اپنے والد سے روایت کرتے ہین لیکن محدثین کو اس بات مین شبہ ہے کہ ان کی جو روایتین باپ کے سلسلہ سے منقول ہین صحیح بھی ہین یا نہین "

حالانکہ خود امام بخاری اپنی صحیح مین اور اُنکے شیخ الشیوخ امام احمد بن حنبل اپنی مسند مین۔ انھین عبداللہ بن بریدہ سے بلا تردد و تامل روایت کرتے ہین۔ چنانچہ صحیح بخاری وسط مغازی مین۔ بذیل ذکر محاصرۂ یمن و قصۂ کنیز بسلسلہ رواۃ مین ہے۔

حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا	محمد بن بشار کہتے ہین کہ مجھ سے روح ابن عبادہ نے حدیث کی
روح بن عبادة قال حدثنا علی بن سوید بن	اُن سے علی بن سوید ابن منجوق نے حدیث کی اُنسے عبداللہ بن
منجوق عن عبداللہ بن بریدة عن ابیہ	بریدہ نے اپنے باپ کی زبانی حدیث کی۔

اس روایت کی سند مین عبداللہ بن بریدہ داخل ہین اور اپنے باپ بریدہ سے روایت کرتے ہین اور یہی وہ سلسلہ ہے جسکو شبلی صاحب محدثین کے نزدیک مشتبہ بتلاتے ہین۔ محدثین کے نام بھی نہین لکھتے اور اگر لکھتے تو اُنکے حکم و مختار کا امام بخاری کے آگے کیا اعتبار رہتا۔

اب اسمین یہ نکتہ بھی خاص طور پر لحاظ و غور کے قابل ہے کہ بخاری نے اس روایت کو پہلے محمد بن بشار ملقب بہ بندار ہی سے نقل کیا ہے جو شبلی صاحب کے نزدیک نہایت معتبر اور معتمد ثابت ہوے ہین اور انھین کے قول سے طبری کی روایت کی تردید فرمائی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ بندار اور امام بخاری دونو کے نزدیک عبداللہ بن بریدہ کی وہ مرویات جو وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہین۔ صحیح الاسناد اور قابل الاستناد ہین۔ پھر شبلی صاحب کے گمنام محدثین کے قیاس سے عبداللہ بن بریدہ کی تضعیف کیسے قابل تسلیم ہوسکتی ہے۔

یہ تو امام بخاری کی سلسلہ رواۃ کی سند نقل تھی اب امام احمد بن حنبل کا سلسلہ ملاحظہ ہو۔

حدثنا یحیی بن سعید حدثنا عبد الجلیل	یحیی بن سعید نے ہم لوگون سے حدیث کی اُنسے عبدالجلیل اور عبدالجلیل
قال انتہیت الی حلقة فیہا ابو مجلز وابنا بریدة	نے سلسلہ رواۃ ایک حلقہ پر تمام کیا جسمین ابو مجلز اور بریدہ کے
فقال عبداللہ بن بریدة۔	دونون بیٹے داخل ہین۔ عبداللہ بن بریدہ نے کہا:۔

اسمین بھی وہی عبداللہ بن بریدہ داخل ہین۔ اور امام احمد بن حنبل نے بلا تامل اُن سے روایت کی ہے آخر حدیث مین عبداللہ بن بریدہ کے خاص الفاظ اس حدیث کی تصدیق و صحت مین یون مرقوم ہین۔

قال عبداللہ فوالذی لا الہ الا غیرہ ما بینی و	قسم اُس خدا کی جسکے سوا کوئی خدا نہین ہے کہ اس حدیث مین میرے اور
بین رسول اللہ صلعم فی ہذا الحدیث غیر ابی بریدة	رسول اللہ صلعم کے درمیان سوائے میرے باپ کے اور کوئی دوسرا واسطہ نہین ہے

اگر اتنے شاہد کے بعد بھی شبلی صاحب کو عبداللہ بن بریدہ کی تضعیف پر اصرار قائم رہے تو نہایت حیرت انگیز ہے

شبلی صاحب نے اپنی حیلۃ القلمی سے اصل واقعات پر جو پردہ ڈالا تھا۔ اسکو چاک کر کے باقی حالات خیبر کی مفصلہ ذیل بیان میں شیرازہ بندی کی جاتی ہے۔

علم خیبر کی گرانمایہ عطار

ہم برابر لکھتے آتے ہیں کہ حقیقت کسی حال سے نہ چھپی ہے اور نہ چھپ سکتی ہے۔ شبلی صاحب نے حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل مخصوص چھپانے اور گھٹانے میں تو ابتداہی سے کوشش بلیغ فرمائی تھی در مرقومۂ بالا مقام پر تو گویا حضرت عمرؓ کی جنبہ داری پر آستین چڑھا کر تل گئے تھے جیسا کہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہو چکا ہے مگر خیریت ہو گئی کہ چند ہی سطور کے بعد وہ پُر جوشی بالکل دھیمی پڑ گئی۔ اسلیے صرف کہ وہ حقیقت تھی چھپ نہ سکی چنانچہ مرقومہ بالا عبارت کے آگے تحریر فرماتے ہیں

تاہم اسقدر صحیح ہے کہ اس مہم پر پہلے اور بڑے بڑے صحابہ بھیجے گئے تھے لیکن فتح کا فخر کسی اور کی قسمت میں تھا جب مہم میں دیر ہوئی تو ایکدن شام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل میں علم اُس شخص کو دونگا جسکے ہاتھ پر خدا فتح دیگا۔ اور جو خدا اور خدا کے رسولؐ کو چاہتا ہے اور خدا اور خدا کا رسولؐ بھی اُسے چاہتے ہیں۔ یہ رات نہایت اُمید اور انتظار کی رات تھی۔ صحابہ نے تمام رات اسی بیقراری میں کاٹی کہ دیکھیے یہ تاج فخر کسکو ہاتھ آتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے قناعت پسندی اور بلند نظری کی بنا پر کبھی حکومت اور سرداری کی تمنا نہیں کی لیکن جیسا کہ صحیح مسلم باب فضائل علیؑ میں مذکور ہے انکو خود اعتراف ہے کہ اس موقع کی تمنا میں اُنکی خودداری بھی نہ قائم رہ سکی"

شبلی صاحب نے اس واقعہ میں عطائے لوا کے متعلق جو حدیث لکھی ہے اسمیں سے تین لفظوں والا کلمہ بالکل نکال ڈالا۔ اسلیے کہ اُن کلمات رسالت سے آپکے اُن مرقومہ واقعات کا پورا انکشاف ہو جاتا تھا جسکو آپنے چھپایا ہی نہیں تھا بلکہ اُس کی حقیقت کی بڑی زوروں سے تضعیف و تردید فرمائی تھی۔ ہم آپکے ترجمہ حدیث کی اصل عبارت کو امام احمد بن حنبل اور امام نسائی کے خاص الفاظ میں نقل کرتے ہیں:۔

عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن ابیہ انہ قال لعلیؑ کان یسیر معہ ان الناس قد انکروا منک انک تخرج فی البرد فی الملاء وتخرج فی الحر فی الحشو والثوب الغلیظ قال اولم تکن معنا بخیبر قال فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعث ابابکر وعقد لہ الرایۃ فخرج فبعث عمر و عقد لہ الرایۃ فرجع بالناس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاعطین الرایۃ غدا رجلا

عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے باپ سے ناقل ہیں کہ وہ سفر میں جناب امیر علیہ السلام کے ہمرکاب تھے جناب امیرؑ سے کہنے لگے کہ لوگ آپکی اس بات کو بُرا جانتے ہیں کہ آپ جاڑے میں باریک کپڑا اور گرمی کے دنوں میں گندہ اور موٹا کپڑا پہنتے ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کیا تم ہم لوگوں کے ساتھ خیبر میں نہیں تھے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو بھیجا اور علم اُنکے ہاتھ میں دیا اور وہ لوٹ آئے پھر حضرت عمر کو بھیجا اور علم اُنکے ہمراہ کیا وہ بھی لوگوں کے ساتھ واپس آئے پھر حضرت نے فرمایا البتہ کل ہم علم ایسے آدمی کو دینگے جو اللہ اور اللہ کے

یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ کرّار غیر فرّار

رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اللہ کا رسول اس سے محبت کرتا ہے۔ ضربون پرضرب لگانے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں۔

امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو بہ تغیر الفاظ ابو رافع اور ابو سعید خدری سے بھی نقل کیا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام قسطنطنیہ امام سلیمان البلخی القندوزی اپنی کتاب ینابیع المودۃ فی القربیٰ مین لکھتے ہین۔

عن ابی رافع وابی سعید الخدری ان النبی صلعم اخذ الرایۃ وھزھا ثلاثا ثم قال من یاخذھا بحقھا فجاء فلان فقال انا فقال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم والذی کرم وجہ محمد لاعطینھا رجلا لایفرھناك یا علی خذ ھذہ فانطلق بھا حتی فتح اللہ خیبر راخرجہ احمد)

ینابیع المودۃ صفحہ ۱۷۳ مطبوعہ بمبئی

ابو رافع اور ابو سعید خدری ناقل ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم آراستہ کیا جسکو تین آدمیون نے اٹھایا۔ پھر آپ نے کہا کون شخص ہے جو اس علم کو اسکے حق کی ادا کاری کی شرط کے ساتھ اٹھائے۔ فلان شخص (راوی حدیث نام ظاہر کرنا نہیں چاہتا) اٹھا اور کہنے لگا مین اٹھاؤنگا۔ آپ نے کہا خدا کی قسم جس نے جمال محمدی کو انوار کرامت عطا فرمایا ہے یہ علم ایسے شخص کو دونگا جو اسکے ایسا بھاگ نہ آئیگا۔ یہ فرماکر آپ نے ارشاد کیا اے علی آؤ اور اسکو لو اور چلے جاؤ چنانچہ حضرت علی اسکو لیکر چلے اور خدا ذوالعالم نے خیبر کو آپکے دست مبارک سے فتح کرادیا۔

امام المغازی ابن اسحٰق اپنی سیرۃ مین تحریر فرماتے ہین:۔

عن سلمۃ بن الاکوع قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ابا بکر الصدیق بالرایۃ الی بعض حصون خیبر فقاتل ولم تکن فتح لہ وقد جھد ثم بعث الغد عمر بن الخطاب فقاتل ثم رجع ولم تکن لہ فتح وقد جھد فقال رسول اللہ صلعم لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علی یدیہ کرار لیس بفرار

سلمہ سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے ابو بکر الصدیق کو خیبر کے بعض قلعون کی طرف روانہ کیا یہ لڑے بہت کوشش کی مگر فتح نہوئی دوسرے دن حضرت عمر بھیجے گئے وہ بھی لڑے۔ بڑی کوشش کی مگر فتح نہوئی تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ کل مین علم ایسے شخص کو دونگا جو اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اللہ کا رسول اس سے محبت کرتے ہین اور اسی کے ہاتھ سے اللہ فتح دلائے گا وہ حملہ کرنے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں ہے (منقول از روح المطالب جلد اول ص ۵۶۰ - مطبوعہ لاہور)

ف شبلی صاحب پر منحصر نہیں۔ یہ الفاظ زمانہ موجودہ کے تمام علماے سواد اعظم کی آنکھون مین کھٹکتے ہین شبلی صاحب نے تو وہ حدیث ہی نہیں لکھی جسمین یہ الفاظ تھے۔ خواجہ صاحب امرتسری نے تو قیامت کی کہ متن مین تو یہ الفاظ لکھے مگر ترجمہ مین غائب کردیے بس کا کیا علاج (المؤلف)

محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں مرقوم فرماتے ہیں:-

در احادیث صحیحہ بہ ثبوت پیوستہ کہ یک روز ابوبکر علم رسولؐ را برداشت و بپاے قلعہ آمد۔ و مقاتلہ شدید نمود و فتح ناکردہ بازگشت۔ روز دیگر عمر علم برداشت و مقاتلہ کرد و اشد از مقاتلہ روز سابق داد و او نیز فتح نشد۔ و در روایتے آنکہ روز اول عمر جنگ کرد و روز دیگر ابوبکر رضی اللہ عنہ و روز سوم باز عمر بجنگ رفت و حصن مفتوح نگشت۔ ہنگام شب حضرت رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرمود لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرارا غیر فرار یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ یفتح اللہ علی یدیہ ص ۳۴۵

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر علم رسول صلعم لے کر قلعہ کے پاس آئے سخت جنگ کرتے رہے اور بغیر فتح واپس گئے۔ دوسرے دن حضرت عمر علم لیکر نکلے۔ پہلے دن سے کہیں زیادہ سختی کے ساتھ لڑے لیکن کامیابی نصیب نہیں ہوئی اور ایک روایت میں آیا ہو کہ اول روز حضرت عمر جنگ کے لیے نکلے اور دوسرے روز حضرت ابوبکر لڑنے کو نکلے اور تیسرے دن پھر حضرت عمر مقابلہ کو گئے لیکن قلعہ فتح نہوا۔ تو رات کے وقت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل صبح کو علم میں ایک ایسے شخص کو دونگا جو ضربوں پر ضربیں لگانے والا ہو اور بھاگنے والا نہیں ہے اور خدا سبحانہ تعالے اور اسکا رسولؐ اس سے محبت کرتا ہو اور وہ خدا اور خدا کے رسولؐ سے محبت کرتا ہو

محبت علی کی حقیقت اور اُس کی تاکید شدید

چنانچہ علامہ زرقانی بھی ان الفاظ کو باسناد ابن اسحٰق داخل حدیث لوار قرار دیتے ہیں اور محبت علیؑ کی تاکید کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

قال الحافظ فی المناقب اراد وجود حقیقۃ المحبۃ والا فکل مسلم یشترک مع علی فی مطلق ہذہ الصفۃ وفیہ تلمیح بقولہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ فکانہ اشار الی ان علیا تام الاتباع لرسول صلعم حتی وصف بصفۃ محبۃ اللہ ولذا کانت محبتہ علامۃ الایمان و بغضہ علامۃ النفاق ففی مسلم عن علی والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ انہ لعہد النبی صلعم ان لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق ولہ شاھد من حدیث ام سلمۃ عند احمد (مطبوعہ مصر ص ۲۵۷) (جلد دوم)

حافظ ابن حجر مناقب میں لکھتے ہیں کہ اس قول میں وجود محبت مراد ہے ورنہ تمام اہل اسلام حضرت علیؑ کے ساتھ اس صفت میں شریک ہو جاتے اور اس قول رسول صلعم میں اشارہ ہے آیہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کیطرف۔ اور یہ اشارہ ہے اس امر کیطرف کہ حضرت علیؑ کو اتباع رسول میں کمال تام حاصل تھا اسلیے جناب سرورؐ نے حضرت علی کو محب اللہ کی صفت خاص سے موصوف بتلایا اور اسی صفت خاص کے باعث حضرت علیؑ کی محبت ایمان کی علامت اور انکے ساتھ بغض نفاق کی علامت قرار دیگئی ہے اور صحیح مسلم میں حضرت علی سے مروی ہو کہ قسم ہے اس خالق کی جو دانہ کو شگافتہ کرتا ہو اور جو کو جاندار بناتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے میرے لیے یہ عہد کیا ہے کہ مجھ سے نہیں محبت کرے گا سوا مومن کے اور نہیں بغض رکھیگا سواے منافق کے اور اسیم روایت حضرت ام سلمہ بھی شاہد ہے جسکو امام احمد بن حنبل نے لکھا ہو۔

انتی متعدد اور متواتر حدیثوں سے معلوم ہو گیا کہ اس ارشاد نبوی میں کرّار غیر فرّار کے الفاظ بھی ضرور تھے جن سے سابقین مجاہدین کی پست ہمتی اور کمی جرات کی حقیقت فاش ہوتی تھی اور حضرت علیؑ کی شجاعت و دلیری کے کمال ظاہر ہوتے تھے۔ اگرچہ شبلی صاحب نے اسکا اقرار کیا ہے۔ مگر اقرار میں ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے سابقین مبارزین کی گریز پائی کی واقعیت ظاہر نہونے پائے۔ یہ اہتمام صرف اسلیے تھا کہ صحابہ کبار کی سبکی نہو ہم بار بار اور خاصکر غزوۂ خندق کے ذکر میں لکھ کر بتلا آئے ہیں کہ یہ حضرات میر سامان ضرور تھے مرد میدان ہرگز نہیں۔ پھر اپنے ذاتی مدعا کے لیے غیرحقیقی طور سے حقیقت حال کو پوشیدہ کرنا۔ نہ محققانہ طرز تالیف کہا جا سکتا ہے اور نہ منصفانہ طریقہ تحریر۔

اس کے آگے تحریر ہے۔

حضرت علی اور لوائے خیبر کی عطا

صبح کو یہ آواز کان میں آئی۔ علی کہاں ہیں؟ یہ بالکل غیر متوقع آواز تھی۔ کیونکہ جناب موصوف کی آنکھوں میں آشوب تھا۔ اور سب کو معلوم تھا کہ وہ جنگ سے معذور ہیں۔ غرض حسب طلب وہ حاضر ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی جب اُنکو علم عنایت ہوا تو انھوں نے عرض کی کہ کیا یہود کو مار کر مسلمان بناؤں۔ ارشاد ہوا کہ بہ نرمی انپر اسلام پیش کرو۔ اگر ایک شخص بھی تمھاری ہدایت سے اسلام لایا تو سو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ سیرۃ النبی ص ۲۵۷ بحوالہ بخاری۔

شبلی صاحب۔ بہت بڑے موقع شناس ہیں۔ آپنے موجودہ زمانہ کی ایسی فسانہ نویسی کی شان میں اس عظیم الشان اور معرکۃ الآرا واقعہ کے بیان کو کُل تین چار سطروں میں تمام کر دیا کیوں؟ اسلیے کہ حضرت علی مرتضیٰ کے اظہار فضائل و مناقب کے خاص مقامات تھے۔ اور آپ کو بخاری صاحب کیطرح اس راہ دشوار گذار سے بہت جلد گذر جانا منظور رہتا ہے بہر حال ہم اس واقعہ کی تفصیل شرح زرقانی سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ اور دکھاتے ہیں کہ آپکے اور آپکے محدثین کے بیانات میں کتنا فرق ہے۔

وفی البخاری عن سلمۃ کان علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ تخلف عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی خیبر وکان رمد اولابن ابی شیبۃ عن علی ارمد والطبرانی عن جابر ارمد شدید الرمد وابو نعیم عن ابن عمر ارمد لا یبصر فقال انا اتخلف عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال الحافظ کانہ انکر

بخاری میں سلمہ سے منقول ہے کہ حضرت علی خیبر میں آنحضرت صلعم کی ہمراہی سے پیچھے رہگئے تھے اسلیے کہ آپکو آشوب چشم لاحق تھا۔ اور ابن ابی شیبہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھکو آشوب چشم تھا؛ اور طبرانی میں جابر کے یہ الفاظ ہیں کہ آپکو نہایت سخت آشوب چشم عارض تھا اور ابو نعیم ابن عمر کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اسدن آپکو ایسا آشوب چشم تھا کہ آپ کچھ نہیں سکتے تھے۔ اسوقت حضرت علی کہتے تھے کہ میں آنحضرت صلعم سے کیوں پیچھے رہ گیا۔ حافظ ابن حجر اسکی شرح میں لکھتے ہیں کہ آپکا یہ فرمانا شرکت جنگ کی محرومی پر مبنی تھا اور اپنی نفس سے خطاب مقصود تھا۔ یہ کہکر آپ

علی نفسہ تاخرہ عنہ فقال ذلک فلحق زاد الصحیح فقیل یحتمل قبل وصولہ الی خیبر ویحتمل بعد وصولہ الیہا۔

اٹھے اور لشکر سے مل گئے۔ شیخین کہتے ہین کہ اس سے دونون باتون کا احتمال ہوتا ہی۔ یہ بھی کہ آپ اسیوقت مدینہ سے خیبر مین آئے اور یہ بھی کہ آپ پہلے سے خیبر مین آ گئے تھے لیکن بوجہ درد شریک جنگ نہین ہوسکے تھے۔

اس کے آگے زرقانی اپنے سلسلۂ بیان مین لکھتے ہین۔

فلما اصبح الناس غدوا واتوا صباحا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلہم یرجون ان یعطاہا ای الرایۃ وفی مسلم عن ابی ہریرۃ ان عمر قال ما احببت الامارۃ الا یومئذ وفی حدیث بریدۃ فما منا رجل لہ منزلۃ عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا وہو یرجو ان یکون ذلک الرجل حتی تطاولت لہا فقال علیہ السلام این علی ابن ابیطالب فقالوا یا رسول اللہ صلعم ہو یشتکی عینیہ قال ارسلوا الیہ قال سہل ای الصحابۃ الی علی وہو بخیبر لم یقدر علی مباشرۃ القتال لرمدہ ولمسلم عن سلمۃ فارسلنی الی علی فجئت بہ اقودہ ارمد ص ۲۵۷ جلد دوم

جب صبح ہوئی تو تمام لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حصول علم موجودگی کی امید لگا کر حاضر ہوئے اور مسلم مین حضرت عمر کا یہ قول ابوہریرہ کی زبانی لکھا ہے کہ مجھکو کبھی ایسا شوق امارت نہین ہوا تھا جیسا آج کے دن۔ بریدہ بیان کرتے ہین کہ ہم لوگون مین سے کوئی شخص ایسا نہین تھا کہ جسکو آنحضرت صلعم کی خدمت مین رسوخ و منزلت ہو اور وہ یہ نہ چاہتا ہو کہ وہ شخص (صاحب علم) مین ہی بنایا جاؤن یہانتک کہ لوگون کی امیدون کو طول ہو گیا۔ تو اسی اثنا مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی کہان ہین؟ لوگون نے عرض کی انکو آنکھون کی شکایت ہے آپنے فرمایا انکو بلا بھیجو۔ سہیل (بن حنیف انصاری) کا بیان ہے کہ اس حکم سے یہ مراد تھی کہ کوئی صحابی انکو جا کر بلا لائے کیونکہ وہ خیبر مین آ چکے تھے لیکن آشوب چشم کی وجہ سے شریک جنگ نہین ہوسکے تھے اور صحیح مسلم مین سلمہ سے منقول ہے کہ مین حضرت علی مرتضی علیہ السلام کے بلانے کے لیے گیا تھا اور مین آپ کو درد چشم کی شدت کی وجہ سے ہاتھ پکڑ کر خدمت رسالت مین لے آیا تھا۔

علی کی آنکھون کا علاج اور اسکی معجزنما تاثیر

زرقانی اس کے آگے بیان کرتے ہین:۔

فبصق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی عینیہ عند الحاکم عن علی فوضع راسی فی حجرہ ثم بزق فی الیۃ راحتہ فدلک بہا عینی ودعا لہ فقال اللہم اذہب عنہ الحر والقر فبرأ حتی کان لم یکن بہ وجع ص ۲۵۸

اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی آنکھون مین اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ امام حاکم حضرت علی کی زبانی اس علاج کی یہ صورت بیان کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے میرا سر اپنی گود مین لے لیا اور اپنا لعاب دہن اپنی ہتھیلی پر لیکر میری آنکھون مین لگا دیا اور میرے لیے یہ دعا فرمائی کہ بار الٰہا علی سے حرارت اور برودت کی مضرت کو دور فرما دے۔ اسیوقت سے میرا درد چشم زائل ہو گیا۔

اب اس اجمال کا خلاصہ محدث شیرازی کی مفصلہ ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔

سہیل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ گوید چون حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم این سخن بر زبان راند آن شب یاران در شورش بودند کہ آیا فردا رایت بکدام یک از ایشان خواہد داد و بریدہ بن الحصیب گوید کہ ہیچکس از مایان نبود کہ نزد رسولؐ منزلتے داشت الا کہ امیدوار بودیم کہ آن مرد وے باشد در روایتے آنکہ جمعے از قریش با یکدیگر میگفتند کہ مراد علی پسر ابیطالب نخواہد بود۔ زیرا کہ وے را چشم درد میکند بحدے کہ پیش پائے خود نمی بیند و منقول است کہ چون امیر المومنین این خبر شنید کہ آنحضرت صلعم آن سخن فرمودہ گفت۔

اللّٰہم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت

و گویند جناب ولایت مآب بواسطہ درد چشم از ان سفر تخلف نمودہ در مدینہ ماندہ بود و درد وے بغایت صعب داشت چنانچہ ہیچ چیز نمی دید۔ با خویشتن گفت تخلف کردن من از رسول اللہ خوب نیست۔ کارسازی کردہ از مدینہ بیرون آمد و در اثناء راہ یا بعد از وصول بخیبر بپیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملحق گشت۔ ایاس بن سلمہ بن الاکوع از پدر خویش سلمہ روایت می کند کہ چون بامداد شد یاران ہمہ بدر خیمہ حضرتؐ آمدند و متوقع ہر یک آن بود کہ بآن دولت فائز آید۔ از سعد بن وقاص منقول است کہ گفت در برابر چشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بزانو آمدم و برخاستم و باستادم بامید آنکہ آنکس من باشم و ابو ہریرہ از عمر بن خطاب نقل میکند کہ گفت ہرگز امارت را دوست نداشتم الا آن روز۔ القصہ حضرت از خیمہ بیرون آمد و فرمود علی بن ابی طالب کجا است گفتند چشمش درد می کند فرمود وے را بیارید سلمہ بن الاکوع رفت و دست وے را می کشید و می آورد تا بنزد پیغمبر صلی اللہ علیہ آلہ وسلم رسانید

"سہیل بن سعد ساعدی کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے یہ کلمات بشارت ارشاد فرمائے تو صحابہ میں اُس رات کو عام طور سے چہ میگوئیاں پھیل گئی کہ دیکھیں علم موعود کل کس شخص کو عنایت ہوتا ہے۔ بریدہ بن الحصیب کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی ایسا شخص جسکی منزلت آنحضرت کے نزدیک کچھ بھی ہو نہیں باقی رہا تھا جسکو یہ تمنا نہوئی ہو کہ وہ شخص (صاحب علم) میں ہوتا۔ اور ایک روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ قریش کی ایک جماعت کہنے لگی کہ اس بشارت سے ہوں نہوں علی ابن ابیطالب مراد ہیں۔ مگر وہ تو درد چشم میں ایسے مبتلا ہیں کہ آگے کی کوئی چیز بھی نہیں دیکھ سکتے۔ منقول ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کو اسکی خبر ہوئی اور آپ نے آنحضرت صلعم کے قول کو سنا تو فرمایا۔ پروردگار تو جس کو کوئی چیز عطا فرمائے کوئی شخص اُسے منع نہیں کر سکتا اور جو چیز کہ تو کسی کو نہ عطا فرمائے کوئی شخص اُسے دے نہیں سکتا۔ منقول ہے کہ جناب ولایت مآبؑ درد چشم کی وجہ سے مدینہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ اور آپکو ایسا سخت آشوب چشم لاحق تھا کہ آپ کسی چیز کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اس حالت میں آپنے دل میں سوچا کہ ایسے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ترک رفاقت میرے لیے بہتر نہیں ہے یہ سوچکر آپ کسی تدبیر سے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں تھے یا خیبر میں پہنچ گئے تھے کہ آپ کو اس ارشاد رسولؐ (حدیث لواء) کی خبر ملی۔ اس کے بعد آپ لشکر سے ملحق ہو گئے۔ ایاس بن سلمہ بن الاکوع۔ اپنے باپ سلمہ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تمام صحابہ خیمۂ رسولؐ میں حاضر

واز امیر منقول است کہ چون بخدمت آنحضرت رسیدم سر مرا در کنار خویش نہاد و آب دہن در چشمان من بریخت و بروایتے آب دہن خود را در کف خویش نداشتہ در چشمان من مالید ببرکت لعاب دہن آنحضرت فی الحال درد از چشم من زائل گشت و شفائے کلی یافتم و از آن روز بار دیگر درد چشم و درد سر نکشیدم و در روایتے آنکہ علی گفت حضرت در شان من دعائے خیر بتقدیم رسانید و فرمود اللھم اذھب عنہ الحر و القر امیر گوید بعد از آن ہیچگاہ ہرگز سرما و گرما نیافتم روضۃ الاحباب ۳۶

ہوئے۔ ہر شخص اسکا متوقع تھا کہ حصول دولت علم پر وہی فائز ہوگا۔ سعد بن ابی وقاص خود اپنی حالت یون بیان کرتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آکر دو زانو زمین پر بیٹھ گیا اور پھر بیٹھ کر کھڑا ہو گیا کھڑے ہو کر بیٹھ گیا اس امید مین کہ وہ شخص (صاحب علم) مین ہی ثابت ہون اور ابو ہریرہ حضرت عمر کی زبانی بیان کرتے ہین کہ مجھ کو اتنا شوق امارت کسی دن نہین ہوا تھا جتنا آج کے دن۔

القصہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمہ سے برآمد ہوئے اور فرمایا علی بن ابیطالب کہان ہین۔ لوگون نے عرض کی کہ انکی آنکھین دکھتی ہین۔ آپنے فرمایا انکو میرے پاس بلاؤ سلمہ بن اکوع گئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر خدمت مبارک مین لے آئے۔ جناب امیر سے منقول ہے کہ مین جب آنحضرت صلعم کی خدمتمین حاضر ہوا تو آپنے میرا سر گود مین لے لیا اور اپنا لعاب دہن میری آنکھون مین لگایا اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اپنی ہتھیلی پر لیا اور میری آنکھون مین لگا دیا۔ اسیوقت میری آنکھون کا درد زائل ہوگیا اور مجھ کو شفائے کلی حاصل ہوگئی۔ پھر مجھے کبھی نہ درد چشم عارض ہوا اور نہ کبھی درد سر لاحق ہوا اور ایک روایت مین یون وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم نے پھر میرے لیے یہ دعا فرمائی کہ پروردگار تو ان سے سردی اور گرمی کی مضرت کو دور فرمادے۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہین کہ آپ کی اس دعا فرمانے کے بعد مجھکو گرمی اور سردی کی شدت کبھی نہ معلوم ہوئی"

عطائے لوائے خیبر کے یہ تفصیلی واقعات ہین جنکو شبلی صاحب نے اپنی مجبوری کی خاص علت سے قلم انداز فرمایا آپ کو جو مجبوری عارض تھی وہ صرف فضائل علی کے اظہار کی وجہ سے تھی۔ جو اوپر بیان ہوچکی ہے۔

اب اس سلسلہ مین شبلی صاحب آگے بیان فرماتے ہین :-

مرحب سے مقابلہ مرحب قلعہ سے یہ رجز پڑھتا ہوا باہر نکلا ؎

شاکی السلاح بطل مجرب دلیر ہون۔ تجربہ کار ہون۔ سلاح پوش ہون" مرحب کے سر پر یمنی زرد رنگ کا مغفر اور اس پر سنگی خود تھا۔ قدیم زمانہ مین گول پتھر خالی کر لیتے تھے یہی خود کہلاتا تھا۔ مرحب کے جواب مین حضرت علی نے یہ رجز پڑھا۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہ مین وہ ہون کہ میری مان نے میرا نام شیر رکھا ہے۔

کلیث غابات کریہ المنظرہ — میں خیر نیستان کی طرح کریہ المنظر ہوں۔ سیرۃ النبی ص ۲۵۷۔

مندرجۂ بالا مضامین میں لوائے خیبر کے عطا ہونے کے واقعہ سے لیکر حضرت علیؑ کے روانہ ہونے تک کے حالات شبلی صاحب کی عبارت کتاب سے نقل ہو چکے ہیں۔ اسکے بعد شبلی صاحب نے مندرجۂ بالا اشعار رجز لکھکر جانبین کے مقابلہ کی کیفیت شروع کر دی ہے۔ اور حضرت علی کی آمد اور آپ کی ہیبت و جلالت کا اثر جو یہودیوں پر پڑا۔ وہ بالکل قلم انداز فرمایا گیا اسلیے کہ اس میں وہی فضائل علی کے اظہار کا نقص واقع تھا۔ اب دیکھیئے کہ آپکے علما اسکے متعلق کیا لکھتے ہیں:۔ علامہ زرقانی اور ابن ہشام تحریر فرماتے ہیں۔

قال سلمۃ فخرج علی واللہ یھرول وانا خلفہ نتبع اثرہ حتی رکز رایتہ فی رضم من حجارۃ تحت الحصن فاطلع علیہ یھودی من راس الحصن فقال من انت قال علی بن ابیطالب قال غلبتم وما انزل علی موسی۔

سلمہ ابن اکوع کا بیان ہے کہ حضرت علی علم خیبر لیکر ہرولہ لیتے ہراول لشکر کے آگے آگے چلے اور ہم لوگ انکے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے یہانتک کہ قلعہ کے پاس پہونچے تو حضرت علیؑ نے اُس علم کو پتھر کی ایک چٹان پر قلعہ کے نیچے گاڑ دیا۔ قلعہ کے اوپر سے ایک یہودی نے آپ کی سن بظر توت کو دیکھکر پوچھا تم کون ہو۔ آپنے جواباً ارشاد فرمایا میں علی ابن ابیطالب ہوں۔ یہ جواب سن کر وہ اپنی قوم کو چلایا اور کہنے لگا کہ قسم موسی کی اور جو کچھ اُن پر نازل ہوا ہے کہ تم سب کے سب مغلوب ہو گئے۔

زرقانی صفحہ ۲۵۷ مصر ابن ہشام ص ۱۸۶ جلد دوم مصر۔

محدث شیرازی بھی بلفظہ و بحرفہ اس واقعہ کو روضۃ الاحباب میں اس عبارت کے ساتھ نقل فرماتے ہیں:۔

پس علی مرتضی کرم اللہ وجہہ علم برگرفتہ روان شد تا بپائے حصار نمود علم را برکوہ سنگریزہ کہ در انجا بود برزد۔ یہودی از بالائے حصار خود را بخود و از وے پرسید تو کیستی۔ جواب داد منم علی بن ابیطالب۔ یہودی فریادے بر آورد کہ اے اہل خیبر مغلوب شدید و در روایتے آنکہ یہودی گفت بحق آن خدائے کہ توریت بموسی فرستادہ کہ این مرد فتح ناکردہ باز نخواہد گشت۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ علم لیکر روانہ ہوئے جب قلعہ قموص کے نزدیک پہونچے تو علم کو ایک پتھر کی چٹان پر جو وہاں پڑا تھا گاڑ دیا۔ ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے سر نکال کر پوچھا تم کون ہو ارشاد ہوا۔ علی ابن ابیطالب۔ یہ سنکر اُسنے فریاد بلند کی اور یہودیوں کو چلا کر کہا کہ اے اہل خیبر تم سب کے سب مغلوب ہو گئے اور ایک روایت کے مطابق اُسنے کہا کہ اُس خدا کی قسم جسنے موسی پر توریت کو نازل فرمایا ہے کہ یہ شخص بغیر قلعہ فتح کیے کبھی واپس نہ جائے گا۔

ص ۳۸۵

شبلی صاحب نے مقابلہ سے پہلے کے اس واقعہ کو اگر اظہار فضائل علی کے سبب سے ترک فرما دیا تھا تو لشکر اسلام کی فوج یہود پر ہیبت و جلالت کے غیر متحمل اثر پیدا کرنے کے ثبوت میں تو اسکو لکھکر دکھلا دیا ہوتا۔ اسمیں تو حضرت علی کے اظہار فضائل کا نہ خوف تھا نہ دہشت۔

شبلی صاحب اور اُنکے اکثر محدثین نے جنمین اصحاب صحاح بھی شامل ہین مرحب کے مقابلہ سے خیبر کے جنگ کا آغاز کیا ہی اور اس کے خاتمہ پر اس عظیم الشان غزوہ کا خاتمہ کر دیا ہی جس سے ہر شخص عموماً یہ سمجھ سکتا ہی کہ مرحب کے تنہا مقابلہ اور اُسکے قتل ہو جانے کے بعد ہی خیبر کی مہم سر ہو گئی اور یہودیون کا اتنا بڑا مستحکم اور مشہور و معروف قلعہ قموص فتح ہو گیا۔ حالانکہ یہ واقعیت کی تفصیل کے خلاف ہے۔ اگر تفصیل واقعیت مدنظر رکھی جائے اور تحقیق سے کام لیا جائے تو ثابت ہو جائے گا کہ مرحب کے مقابلے سے قبل اور اُسکے قتل کے بعد بھی معرکۂ کارزار اور میدان گیر و دار بڑی دیر تک گرم رہا۔ اور یہود نے مرحب کے مارے جانے کے بعد بھی قلعہ پر مسلمانون کا قبضہ نہونے دیا۔ جبتک کہ اُنکے تمام نبرد آزما اور شجاع رزمگار سردار ایک ایک کرکے ذوالفقار آبدار سے مقتول نہو چکے۔ محدثین نے عموماً اور مؤلفین صحاح نے خصوصاً اسکی تفصیل و تصریح کو کیون قلم انداز فرمایا۔ اسلیے کہ اُنکے موضوع تالیف سے زائد تھا۔ بخلاف انکے ارباب سیر و تاریخ نے اسکی تفصیل کو قلمبند کیا۔ اسلیے کہ وہ اُن کا عین موضوع تھا۔ اس بنا پر مؤرخین نے کم اور ارباب تاریخ و سیر نے علی الاکثر ان واقعات کو مسلسل و مفصل طریقہ سے قلمبند فرمایا ہے۔ کیا شبلی صاحب اب بھی حدیث و تاریخ کے فرق مابہ الامتیاز کو نہ سمجھین گے۔ کیا اب بھی آپ کو اسلامی سیرتون کی تدوین مین تاریخ و سیر کی جگہ صرف بات نقل کرنے پر اصرار قائم رہے گا۔

ان واقعات کے قلم انداز کرنے کی ایک دوسری وجہ یہ بھی خاص طور پر معلوم ہوتی ہے کہ اُنکی تفصیل سے حضرت علی مرتضیٰ کی خدمات کی تفصیل ثابت ہوتی تھی اور یہ ان حضرات کے بالکل ناگوار خاطر تھا۔ اور اُنکے اثبات عقائد کیلیے بالکل مضر۔ اسوجہ سے ان واقعات کی تفصیل کا قلم انداز کر دینا بہتر اور مناسب تھا۔ ارباب سیر و تاریخ کو انحفاظ تمامیت زیادہ انحفاظ وقائع کی ضرورت مدنظر رہتی ہے۔ وہ ہر واقعہ کو اُسکی واقعیت اور اصلیت کی اصلی تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہین جس انداز و طریقہ سے وہ عملی طور پر وقوع پذیر ہوئے ہین۔ یہی اصلی اسباب ہین جنکی بنا پر ارباب سیر نے لکھا اور اصحاب حدیث نے نہ لکھا۔

تمہیداً اتنا عرض کرکے ہم میدان کارزار مین حضرت علیؑ کی آمد سے لیکر خاتمہ جنگ تک کے تمام حالات و واقعات اُسی تفصیل و تشریح سے لکھتے ہین جس طرح ارباب تاریخ و سیر نے لکھا ہے۔ بلکہ اُسکے علاوہ اکثر علماے محدثین نے بھی قلمبند فرمایا ہے۔ محدث شیرازی۔ روضۃ الاحباب مین۔ محدث دہلوی مدارج النبوۃ مین۔ واقدی اپنی تاریخ مین۔ ابن اثیر اپنی کامل التواریخ مین۔ علامہ حسین دیار بکری تاریخ الخمیس مین۔ حبیب السیر اور روضۃ الصفا مین مرقوم ہے۔

اُس عالم یہود کے منہ زور پر بالاعلان اور فریاد و فغان کے بعد اول شخص جو حضرت علی مرتضیٰ کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ وہ حارث مرحب کا بھائی تھا۔ اسکے نام مین اختلاف ہے بعض اسکو حارث لکھتے ہین بعض یاسر اور بعض

عنتر کہتے ہین - یہ شخص یہود کا وہی جا بکدست اور دلیر پہلوان ہے جسنے تین دن متواتر لشکر اسلامی کو شکست پر شکست پہونچائی تھی - اور اپنے متواتر حملات سے انکو پسپا کر رکھا تھا - اسوقت بھی وہ اپنی کامیابیونکی پر جوش نشیون مین آمادۂ پیکار ہو کر قلعہ سے نکل پڑا - محدث دہلوی لکھتے ہین -

عنتر کا قتل -

اول کسے کہ از حصار بیرون آمد حارث یہودی بود برادر مرحب کہ سنان نیزۂ وے سہ من بود - و بجنگ پیوست - و چند نفر را از اہل اسلام شہید ساخت - پس علی مرتضیٰ بر سر او راند و بیک ضرب وے را بدوزخ فرستاد -

پہلا شخص جو قلعہ سے باہر آیا وہ حارث یہودی مرحب کا بھائی تھا اسکے نیزے کی انی تین من کی[۵۱] وزنی تھی - وہ میدان مین آکر مشغول کارزار ہوا - اور اہل اسلام کے چند نفر مسلمانون کو فوراً شہید کر ڈالا - یہ دیکھکر حضرت علی مرتضیٰ نے اسپر حملہ کر کے اسکو واصل جہنم فرمایا -

محدث شیرازی کے بھی یہی الفاظ ہین لیکن شہداے اسلام مین وہ صرف دو شہدا کی تصریح خاص کرتے ہین

مرحب کا قتل

بھائی کا خون دیکھ کر مرحب لال ہو گیا - بیتاب ہو کر قلعہ سے باہر نکل پڑا - محدث دہلوی تفصیلاً لکھتے ہین -

مرحب چون بقتل برادر واقف شد با جماعت از شجاعان خیبر اسلحہ پوشیدہ در صدد انتقام بیرون آمد و گویند کہ وے در میان خیبریان مبارزے بود بغایت دلاور بلند بالا و تناور و در شجاعت و مبارزت از میان ابطال ابن اہل بطلان ہمتا نداشت و آنروز دو زرہ پوشیدہ بود و شمشیر حمائل کردہ و دو عمامہ بر سر بستہ و خودے بر بالاے آن نہادہ رجز گویان در معرکۂ جنگ در آمد - و ہیچ کس را از اہل اسلام طاقت نشد کہ با وے معارضہ نماید و در میدان قتال بیاید

مرحب کو اپنے بھائی کے قتل کی اطلاع ہوئی تو وہ مع سپاہ خیبر مسلح ہو کر بھائی کا انتقام لینے کو قلعہ سے باہر آیا - کہتے ہین کہ مرحب تمام خیبریون مین ایک ایسا بلند قامت - قدآور مرد بہادر تھا کہ تمام دلیرون مین اپنا جواب نہین رکھتا تھا - اُس دن دو زرہین پہنے ہوے تھا - دو تلوارین لٹکائے ہوئے تھا دو عمامے سر پر باندھے تھا - اُن عمامون پر خود رکھے تھا - رجز پڑھتا ہوا معرکۂ جنگ مین آیا - اہل اسلام مین سے کسی کو ہمت نہوئی کہ اُس سے جنگ کو نکلے - حضرت علیؓ رجز پڑھتے ہوئے اُس سے مقابل ہوے - مرحب نے

[۵۱] نئی روشنی کے ناظرین تین من کی نوک سنان پر تعجبانہ تبسم فرمائین گے اور اُسکو مہا بھارت والے ارجن کی بان سے تمثیل دینے پر تیار ہو جائینگے - اُنکو حقیقت حال سمجھا دینی ضرور ہے - یہ اصلاً من کا اختلاف وزن ہی - ہندوستان مین غلہ کی فراط اور پیداوار کی بہتات نے چالیس سیر کا اور کہین کہین اس سے بھی زیادہ وزن من کے قرار دے رکھے ہین - اوزان کی تعین مین حکومت کا بھی اثر کثیر تھا - سلاطین مغلیہ کے وقت مین ۱۲ روپیہ کلدار کا من - سلاطین اودھ کے علاقہ مین بھیا توے ۹۶ روپیہ اور دولت انگلشیہ مین فی الحال ۴۰ سیر کا من رائج ہے لیکن ہندوستان کے خلاف عرب اور فارس وغیرہ ممالک مین جہان غلہ کی پیداوار کم ہے وہان تحقیق کی جاے تو ڈھائی سیر ۲۰ مارسے زیادہ کا من نہین پایا جائیگا - اسلیے عربی کے مروجہ وزن کے حساب سے حارث کے نیزے کی انی ساڑھے سات سیر سے زیادہ نہین ثابت ہوتی اور یہ کسیطرح بعید نہین ہو (مؤلف)

پس علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہ نیز رجز سے خواند و مقابل او شد. مرحب پیشدستی نمودہ خواست کہ تیغے بر سر علی بزند پس امیر کبیر بسبقت جستہ ذوالفقار بر سر آن ملعون غدار فرود آوردہ چنانکہ از سر خود و دستارش گذشتہ تا بہ حلق و بروایتے آنکہ تا بر آنہا و بروایتے تا بقا بوسن زین او رسیدہ دو نیم ساخت پس اہل اسلام با حضرت امیرؑ در میدان آمدہ بہ قتل یہودان دست دراز کردند و حضرت امیرؑ ہفت کس از روسا و شجاعان یہود را بقتل آورد۔ و باقی ایشان ہزیمت نمودہ رو بقلعہ آوردند و شیر رضی اللہ عنہ در عقب ایشان می رفت۔ درین حالت یکے از مخالفان ضربے بر دست مبارک وے زد چنانکہ سپر از دست بر زمین فتاد یہودی دیگر سپر را ربودہ بگریخت حضرت امیرؑ در غضب در آمد و یک حالتے از عالم قدرت ربانی بقوت روحانی وارد شد کہ از خندق جستے نمودہ بر دروازۂ حصار افتاد و یک در آہنی حصار را برکند و سپر خود ساخت و بہ جنگ پیوست۔

پیشدستی کرکے چاہا کہ تلوار کا وار کرے مگر حضرت علی نے اُس کو موقع نہ دیا۔ اور ذوالفقار کی ایسی ضرب اُس ملعون غدار کے سر پر لگائی کہ اُسکے خود اور عماموں کو کاٹتی ہوئی حلق تک اور بروایتے دانوں تک اور بروایتے قابوس زین تک اُتر آئی۔ اور مرحب دو ٹکڑے ہو کر داخل جہنم ہوگیا۔ اہل اسلام نے بر فاقت حضرت علی مرتضیٰ میدان جنگ میں پہونچکر یہود کو قتل کرنا شروع کیا اور حضرت علی نے یہودیوں کے سات فوجی سرداروں کو جو بہادر اور رئیس سمجھے جاتے تھے قتل کیا۔ جبکے قتل ہوتے ہی باقیماندہ اشخاص قلعہ کی طرف بھاگ گئے۔ اور حضرت علیؑ نے اُنکا تعاقب کیا۔ اسی حالت میں ایک یہودی نے آپکے ہاتھ پر ایسی ضرب لگائی کہ سپر ہاتھ سے زمین پر گر پڑی اور ایک دوسرا یہودی سپر اُٹھا کر بھاگ گیا۔ حضرت امیرؑ غصہ میں آگئے اور ایک حالت قدرت ربانی اور قوت روحانی کی آپ پر طاری ہوگئی کہ آپ ایک جست فرماکر باب قلعہ پر پہونچ گئے۔ اور اُسی حالت میں آپنے اُسکے آہنی پھاٹک کا ایک پلہ نکال کر بجائے سپر ہاتھ میں لے لیا اور بدستور جنگ میں مصروف ہوگئے۔

محدث شیرازی نے بھی روضۃ الاحباب ص ۳۸۳ میں یہی مضامین لکھے ہیں۔

قوت روحانی اور طاقت انسانی کی آزمائش

تاریخ کامل ابن اثیر اور تاریخ ابوالفدا میں مرقوم ہے :-

عن ابی رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال خرجنا مع علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ حین بعثہ رسول اللہ صلعم برایتہ فلما دنا من الحصن خرج الیہ اہلہ فقاتلہم فضربہ رجل من یہود فطرح ترسہ من یدہ فتناول علی علیہ السلام بابا کان

ابورافع غلام رسول اللہ سے مروی ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے حضرت علیؑ کو علم دیکر خیبریوں سے جنگ کے لیے بھیجا تو ہم بھی اُنکی معیت میں تھے پس جب حضرت علیؑ قتال کرتے ہوئے قریب قلعہ پہونچے تو ایک یہودی نے حضرت علیؑ کے دست مبارک پر ایسی ضرب لگائی کہ ڈھال ہاتھ سے گر گئی۔ آپنے فوراً ایک دروازہ باب خیبر کا کھینچ لیا۔

---

[1] ناموں کی تفصیل تواریخ میبذی کی اسناد سے آگے آتی ہے۔ المؤلف عفی عنہ۔

عند الحصن فترس بہ عن نفسہ فلم یزل فی یدہ وھو یقاتل حتی فتح اللہ علیہ ثم القاہ من یدہ حتی فرغ فلقد رأیتنی فی نفر سبعۃ معی انا ثامنہم نجہد علی ان نقلب ذلک الباب فما نقلبہ۔

اور اسی کو بجائے سپر ہاتھ میں لے لیا اور قتال کرنے لگے یہانتک کہ خدا نے آپکو فتح نمایاں عطا فرمائی پھر جنگ سے فارغ ہونے کے بعد آپنے دروازہ قلعہ کو ہاتھ سے ڈالدیا۔ اور وہ اسقدر بھاری تھا کہ ہم آٹھ آدمی مل کر بھی اسکو نہ الٹ سکے۔

درخیبر کا اکھاڑنا غلط ہے

اب دیکھیے شبلی صاحب کی قلمکاریاں انکی حاشیہ نگاریوں میں کیا زہر اگلتی ہیں۔ تحریر ہوتا ہے مرحب بڑے طمطراق سے آیا لیکن حضرت علی نے اس زور سے تلوار ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی اور ضرب کی آواز فوج تک پہنچی (دیکھو الطبری ۱۵۷۹) معالم التنزیل میں ہے کہ حضرت علی کی تلوار سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی۔ مرحب کے مارے جانے پر یہود نے عام حملہ کیا تو اتفاق سے حضرت علیؑ کے ہاتھ سے سپر چھوٹ گئی۔ آپنے قلعہ کا در جو سرتاپا سنگ تھا اکھاڑ کر اس سے سپر کا کام لیا۔ اس واقعہ کے بعد ابو رافع نے سات آدمیوں کے ساتھ مل کر اسکو اٹھانا چاہا تو جگہ سے بھی نہ ہل سکا۔ یہ روایتیں ابن اسحٰق اور حاکم نے روایت کی ہیں۔ علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں تصریح کی ہے کہ کلھا واھیۃ سب لغو روایتیں ہیں۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں علی ابن احمد فرح کے حال میں اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت منکر ہے۔ ابن ہشام نے جن سلسلوں سے یہ روایتیں نقل کی ہیں ان میں سے ایک روایت میں تو بیچ کے ایک راوی کا نام سرے سے چھوٹ گیا ہے اور دوسری میں اس مشترک نقص کے ساتھ۔ بریدہ بن سفیان بھی ایک راوی ہے جسکو امام بخاریؒ اور ابوداؤد اور دارقطنی قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔ (دیکھو المیزان الاعتدال۔ ترجمہ بریدہ بن سفیان) سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۳۵۸

غلط بتلانا ہی غلط ہے

ہم نے تو اسی لیے اپنی تمہید میں پہلے ہی لکھدیا ہے کہ ان واقعات کی تصریح اول تو محدثین کی تالیفات کا موضوع ہی نہیں۔ دوسرے فضائل علی کی تفصیل ہونے کے باعث انکو مطبوع بھی نہیں ہے۔ اسلیے ہم نے اسکو محدثین کے اقوال و اسناد سے لکھا ہی نہیں۔ صرف اصحاب سیر و تواریخ کی سناد سے اسکو قلمبند کیا اس لیے کہ ان کا خاص موضوع تھا لیکن خدا بھلا کرے شبلی صاحب کا کہ انھوں نے ان تفصیلات کو امام حاکم صاحب المستدرک۔ امام بیہقی صاحب سنن کا بھی مختار ثابت کر دیا۔ مزید تحقیقات سے علی بن برہان الدین شافعی محدث۔ صاحب سیرۃ لسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون۔ صاحب سیرۃ الحلبیہ محدث۔ حافظ جمال الدین شیرازی محدث۔ صاحب روضۃ الاحباب اور شاہ عبدالحق صاحب دہلوی محدث صاحب مدارج النبوۃ۔ علامہ ابن اثیر جزری اور علامہ طبری کا بھی یہی مختار مذہب ثابت ہوتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ شبلی صاحب اپنے طرز بیان میں اپنے قول کی آپ رد فرماتے ہیں اور انحراف عن الاعتراف کے نقص وعیب سے ذرا بھی نہیں شرماتے۔

یہ ذہبی کی شان اچھی نہیں۔ اور تدین مومنانہ کے بالکل خلاف ہے۔

یہی مرویات جنکو لکھکر آپ غلط بتلاتے ہیں اگر حقیقتاً آپکے نزدیک سخاوی اور ذہبی کے اقوال سے غلط ثابت ہوئی تھیں تو ان کے لکھنے ہی کی کیا ضرورت تھی۔ مگر نہیں آپ تو اسلاف کی تقلید و بخاری کی تائید کے دلدادہ ہیں۔ استخفاف ممکن نہیں تھا تو خیر ان کا استرداد ہی سہی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نہ آپکے قلم میں اتنی قوت ہے اور نہ اتنی طاقت کہ ان واقعات کو آپ بالکل مرفوع القلم فرما دیں اور نہ آپکے استدلال میں اتنا زور ہے کہ اسکو قوی دلیلوں سے رد و ابطال اور قطعی طور پر مستاصل کر دیں۔ اس لیے مجبوراً ذہبی کی وہی قدیم لکیر پیٹی گئی۔ لکھا بھی گیا اور گویا مٹا بھی دیا گیا۔

بہر حال۔ آپکے استدلال کا دار و مدار سخاوی کے قول منفرد پر ہے۔ جو ان تفصیلات کو واہی بتلاتے ہیں۔

لیکن خیریت ہے کہ آپ سوائے سخاوی کے کسی اور محدث کا قول انکے واہی ہونے کے ثبوت میں پیش نہیں کرتے تو ارباب تحقیق خود سمجھ لینگے کہ آپکے اس طریقۂ استدلال اور اسکی اسناد میں محض ایک ایسے شخص کے قول سے جو محدثین کے طبقۂ متقدمین میں بھی نہیں ہے۔ امام حاکم۔ امام بیہقی۔ محدث ابن جوزی۔ علامہ حلبی۔ محدث شیرازی اور محدث دہلوی ایسے محدثین کی پھر امام المغازی ابن اسحٰق۔ ابن جریر طبری۔ ابن اثیر اور ابو الفدا وغیرہم ایسے مورخین کی تردید و تغلیط فرماتے ہیں۔ کوئی سمجھ والا اسے قبول کرے گا۔

دوسرا طریقہ استدلال تنقیدی آپ کا یہ ہے کہ علامہ ذہبی نے اسکو روایت منکر بتلایا ہے۔ آپ تو صرف اپنے مطلب کی لکھ کر رہ گئے۔ اور سمجھ گئے کہ ذہبی کی تفصیلی عبارت کون دیکھتا ہے۔ یہ آپ کی صریح مغالطہ دہی ہے۔ علامہ ذہبی نے اسکے اس حصہ روایت کو صرف منکر بتلایا ہے جسمیں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس دروازے کو گرا دینے کے بعد چالیس آدمی نہ اٹھا سکے۔ علامہ زرقانی نے اس واقعہ کو پوری تصریح کے ساتھ لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو انکی مفصلہ ذیل عبارت۔

كالحافظ الذهبي فانه بعد ان ذكر رواية الاربعين قال هذا منكر ص ۲۶۵ جلد دوم

مثل حافظ ذہبی کے جو چالیس آدمیوں والی روایت کو کہتے ہیں کہ یہ منکر ہے۔

زرقانی کی اس تصریح قول ذہبی سے ثابت ہو گیا کہ صرف چالیس آدمیوں کے ناکام ہو جانے والی روایت ذہبی کے نزدیک نا معتبر ہے۔ اس قول سے ذہبی کے نہ اصل واقعہ میں کوئی نقص واقع ہوا اور نہ سات یا آٹھ آدمیوں والی روایت غلط ٹھہری جسکو محدثین کے علاوہ مورخین۔ ابن اسحٰق، طبری اور ابن اثیر نے حضرت ابو رافع کی اسناد سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص صحابی۔ واقعہ کے خاص شریک ہیں نقل کی ہے اور جسکو ہم اپنے سلسلۂ بیان میں اوپر لکھ آئے ہیں۔ جب ذہبی کے انکار کی یہ صورت حقیقت سے معلوم ہوئی۔ تو اصل واقعہ اور سات یا آٹھ آدمیوں والی روایت کی تردید کہاں ہوئی۔ بلکہ ایک دوسرے طریقے سے انکی توثیق ہو گئی۔ کیونکہ جب ذہبی کا انکار

روایت اربعین تک محدود ہو چکا اور روایت سبعہ کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ذہبی کو انکی صحت میں کوئی کلام نہیں۔ ہاں اگر سخاوی کی طرح ذہبی کلہا منکرۃ لکھدیتے تو البتہ آپ ذہبی کا یہ قول اپنے استدلال میں پیش کرتے لیکن وہ صاف صاف ھذا منکر لکھکر جیسا زرقانی بتلاتے ہیں صرف روایت اربعین کی تخصیص کر دیتے ہیں۔ یہی تو شبلی صاحب کا طریقہ استدلال ہے اور اسی پہ تمام دنیا سے داد طلبی کا سوال ہے۔

اب آپکے دوسرے طریقہ استدلال کی حقیقت حال ملاحظہ ہو پہلا اعتراض یہ ہے کہ مؤرخ ابن ہشام نے اس روایت کے دونو طریقوں میں بیچ کا ایک راوی چھوڑ دیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اسکا ایک راوی بریدہ بن سفیان ہے جسکو امام بخاری۔ ابو داؤد اور دارقطنی قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔

افسوس ہے شبلی صاحب کا کوئی طریقہ استدلال ایسا نہیں پایا جاتا جسمیں کچھ نہ کچھ غلط بیانی نہو۔ یہ انکی مؤلف و محقق ہونے کی شان سے بالکل خلاف ہے۔ آپ استدلالاً لکھتے ہیں :۔

ابن ہشام نے جن سلسلوں سے یہ روایتیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت میں تو بیچ کے ایک راوی کا نام سرے سے چھوڑ دیا ہے اور دوسرے میں اس مشترک نقص کے ساتھ بریدہ بن سفیان ایک راوی ہے جن کو امام بخاری وغیرہم قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔

آپ کا یہ حصہ عبارت اور دوسرے حصہ میں "اس مشترک نقص کے ساتھ" کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ ان دونوں سلسلہ رواۃ میں بیچ کا ایک راوی چھوٹ گیا ہے۔ مگر جب اصل کتاب کی عبارت سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو آپ کا دعویٰ مشترک محض غلط ثابت ہوتا ہے۔ تاریخ ابن ہشام میں جسکے صفحہ کا نشان شاید عمداً چھوڑ دیا گیا ہے ان دونوں روایتوں کے مفصلہ ذیل سلسلہ رواۃ درج ہیں پہلی رواۃ کا سلسلہ یہ ہے۔

حدثنی بریدۃ بن سفیان بن فروۃ الاسلمی عن ابیہ سفیان عن سلمۃ بن عمرو بن الاکوع۔	بریدہ بن سفیان بن فروۃ الاسلمی اپنے باپ سفیان سے اور سفیان سلمہ بن عمرو بن اکوع سے روایت کرتے ہیں۔

اب آنکھ والے بتلا دیں کہ اس سلسلے میں کون راوی بیچ کا چھوٹ گیا ہے۔ صاف صاف بریدہ اپنے باپ سفیان سے روایت کرتا ہے۔ اور سفیان سلمہ کی زبانی بیان کرتا ہے اور سلمہ وہ بزرگ صحابی ہیں جو خود شریک واقعہ ہیں۔ افسوس شبلی صاحب کے ایسا محقق اور ایسا مغالطہ دہ طریقہ استدلال۔

ابن ہشام کا دوسرا سلسلہ ملاحظہ ہو۔

حدثنی عبداللہ بن الحسن عن بعض اہلہ عن ابو رافع۔	عبداللہ بن حسن نے اپنے لوگوں میں سے بعض کی زبانی اور اُس نے ابو رافع کی زبانی۔

اس روایت مین عبداللہ بن حسن نے اپنے اُس عزیز کا نام جس سے اُنھون نے یہ بیان سُنا تھا۔ سہو فرمایا ہے لیکن اس سہو سے سلسلہ رواۃ مین کوئی فرق نہین آتا۔ یہ روایت اُسوقت مقطوع البتہ کہلاتی جب عبداللہ بن حسن بیچ کے راوی کا ذکر نہ فرماتے حقیقتاً نہ یہ انقطاع روایت ہے نہ اسقاط نام راوی۔ بلکہ ایک سہو ذہنی ہے جس سے کوئی انسان خالی نہین۔ اور یہ ایک ایسا عام امر ہے کہ دفاتر صحاح بھی اس سے خالی نہین ہین۔ ہم دیباچہ مین اس مسئلہ پر پوری بحث کر چکے ہین اور خود امام بخاری کی مقطوع الاسنادی لکھکر دکھا چکے ہین۔ بخاری مین لیلۃ القدر والی روایت موجود ہے۔ جسکو امام صاحب نے بغیر کسی سند کے عن سفیان بن عیینہ کے عنوان سے شروع کیا ہے۔ بھلا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ بخاری نے کبھی سفیان بن عیینہ کو دیکھا بھی تھا۔ کہان آپ کا وقت کہان سفیان کا زمانہ۔ پھر یہ عن کیسا؟ ملاحظہ ہو دیباچہ جلد اوّل۔

جب خود امام بخاری کی مقطوع الاسنادی کی یہ کیفیت ہے تب حدیث مین کسی راوی کی نسبت اُن کی بے اعتمادی کب قابل اعتماد و اعتبار ہوسکتی ہے۔ اسکے علاوہ۔ انھین بخاری صاحب نے راہب بحیرہ کے واقعات مین اسمٰعیل بن اویس ایسے منکر الحدیث شخص سے خود روایت کی ہے۔ اور اسیطرح آغاز نزول وحی مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوف ہوجانا بخاری صاحب نے امام زہری کے بلاغات و اسنادہ منفردہ سے نقل فرمایا ہے جس کا سلسلہ رواۃ صرف امام زہری تک پہونچکر تمام ہوجاتا ہے۔ اور پھر رسول اللہؐ تک ایک راوی کا نام نہین طرفہ تر تو یہ ہے کہ شبلی صاحب نے ان مقامات پر بخاری کی تردید کی ہے اور اُنکے مختار مرویات کی تنقید لکھی ہے۔ اور اب خدا کی شان۔ وہی شبلی صاحب انھین بخاری صاحب کے اسناد سے دوسرونکی بے اعتمادی پر استدلال کرتے ہین جو جمع الفاسد علے الفاسد کے اصول سے خود واہی ہے اور سراپا غلط۔

ہم ان افترایات کو شبلی صاحب کے طبعزاد بھی نہین کہہ سکتے اس لیے کہ مخالفت علیؑ کا مواد بہت قدیم ہے جو پہلے استحکام اصول عقاید کا ضروری عنصر اور پھر استقرار سلطنت و حکومت کا قوی جوہر بنکر پکے اسلام کے رگ و پے مین داخل کیا گیا تھا۔ اور اس بنا پر مخالفین علیؑ نے آپ کی تخصیص کو تعمیم کی صورت مین بدل دینے کے لیے انواع و اقسام کے موضوعات و مصنوعات سے کام لیا۔ اگرچہ مخالفت علیؑ کی بنا زمانۂ رسولؐ ہی مین پڑ چکی تھی (دیکھو بریدہ اسلمی اور معاملہ کنیز متعلقہ فتح یمن) لیکن پوشیدہ رہی۔ زمانۂ خلافت مین کھُل پڑی اور دورہ معویہ یا خلافت پنجم مین تو یہ اپنے تمام اقسام کے ساتھ عام ہوگئی اور معویہ کے ایک خاص تاکیدی فرمان شاہی کے مطابق اس کا عام دستور تمام ممالک اسلامی مین قائم ہوگیا۔ معویہ کا فرمان شاہی اور اُسکے تاکیدی الفاظ یہ ہین۔

ثم کتب الی عمالہ ان الحدیث فی عثمان قد کثر و فشا فی کل مصر و فی کل وجہ و ناحیۃ فاذا جاءکم کتابی ھذا فادعوا الناس الی الروایۃ فی فضائل الصحابۃ والخلفاء الاولین ولا تترکوا خبرا یرویہ احد من المسلمین فی ابی تراب الا واتونی بمناقض لہ فی الصحابۃ فان ھذا احب الی واقر بعینی ۔

عبقات الانوار جلد ۵ ۔

معاویہ نے پھر اپنے عمال ملکی کو لکھ بھیجا کہ حدیثیں فضائل میں کثرت سے ہوگئیں اور وہ تمام شہر و اطراف میں شائع بھی ہوگئیں پس جب تم لوگوں کو میرا یہ فرمان پہونچے تو تم محدثین اخبار کو فضائل صحابہ و خلفائے راشدین کی ترتیب کی طرف دعوت دو اور انسے کہدو کہ وہ لوگ کوئی حدیث فضیلت علیؑ کی ایسی باقی نہ چھوڑیں جسکی نقیض صحابہ کے لیے نہ تیار کریں ۔ کیونکہ یہ امر میرے لیے محبوب ترین ہے اور اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچتی ہے ۔ عبقات الانوار جلد پنجم بحوالہ کتاب الاحداث امام مدائنی ص ۲۲ مطبوعہ لکھنؤ ۔

اسی فرمان کی ہدایت اور اسکے جلد وین حکومت کے وظیفے اور مالی عانت سے حضرت علیؑ کے تخصیصی واقعات و خدمات کے مقابل و مماثل مرویات طیار کرائیں اور پھر اس ترتیب و تفصیل سے کہ آپکی تخصیص کسی زمانہ میں ایسی نہیں چھوڑی گئی جسکی مماثل و مقابل شکل کا ہیولانہ قائم کر لیا گیا تحقیق سے کام لینے والے اور ہر امر کا تفحص فرمانے والے جانتے ہیں کہ اس صنف خاص میں ولادت کعبہ سے حضرت علیؑ کی خصوصیات کا آغاز ہوتا ہے ۔ اسمیں مصعب بن زبیر نے غالبًا حکومت کی فرمائش یا باشتعال طبع خاص حکیم بن حزام کو کعبہ کا مولود اول قرار دیا ۔ بالآخر امام حاکم کو بایں الفاظ مصعب کی تکذیب کرنی پڑی ۔

وھم مصعب بن عبداللہ فی الحرف الاخیر فقد تواترت الاخبار ان فاطمۃ بنت اسد ولدت امیر المومنین علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ ۔ مستدرک ۔

مصعب ابن عبداللہ کو اس حدیث آخر میں وہم ہوگیا ہے اسلیے کہ اخبار متواترہ میں وارد ہوا ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کو کعبے کے اندر پیدا کیا ۔

چونکہ قلعہ خیبر کی فتح بھی حضرت علی مرتضیٰ کی خدمات مخصوص میں داخل ہے ۔ اس لیے ۔ اس میں نکتہ لگایا گیا ہم اسکو شبلی صاحب ہی کی زبانی سنوانا اور سننا چاہتے ہیں ۔ تحریر فرماتے ہیں ۔

ابن اسحاق ، موسیٰ بن عقبہ اور واقدی کا بیان ہے کہ مرحب کو محمد بن مسلمہ نے مارا تھا مسند امام حنبل اور صحیح مسلم میں بھی ایک روایت ہے لیکن صحیح بخاری میں حضرت علی ہی کو مرحب کا قاتل اور فاتح خیبر بتلایا ہے اور یہی اصح الروایات ہے ۔

خیریت ہوگئی کہ بخاری صاحب نے لکھدیا ۔ نہیں تو شبلی صاحب شیخین بخاری و مسلم کے آگے کب کسی کی سنتے اور وہ ضرور ابن اسحق اور موسیٰ ابن عقبہ کی تقلید کرتے ۔ مگر اب بخاری نے لکھدیا تو پھر آپ سے انکار

کہان ممکن ہو سکتا ہے لیکن اسکے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ مسلم کی توثیق رخصت ہو گئی۔ اسلیے کہ وہ موسی ابن عقبہ کی روایت کی تصدیق کرتے ہین۔ حالانکہ شبلی صاحب خود دیباچہ مین صحیحین بخاری و مسلم کی باین الفاظ تصدیق کر چکے ہین کہ حدیث مین متعدد کتابین ایسی موجود ہین جنمین ایک حدیث بھی ضعیف نہین مثلاً صحیح بخاری و مسلم"۔ اب اُسی مسلم کی اس روایت کے متعلق جسکی آپ خود اس موقع پر تکذیب فرما رہے ہین۔ کیا ارشاد فرمائین گے۔ بیّنوا توجروا۔ اس تنقید کے بعد بھی کیا آپ کو صحیح مسلم کی نسبت یہ اعتقاد اور اصرار قائم رہیگا کہ مسلم مین ایک حدیث بھی ضعیف نہین؟ اگر نہین ہے تو ضعیف کیسی بالکل غلط حدیث یہ کہان سے نکل آئی؟ اسکا جواب شبلی صاحب کے ذمہ قیامت تک باقی رہ گیا۔

شبلی صاحب تو ہمیشہ اشارات سے کام لیتے ہین۔ اور تاریخی مضامین مین شاعرانہ استعارات سے عمل پیرا ہوتے ہین۔ آپنے اہل سیر کے چند نام لکھکر ان موضوعات کا الزام صرف اُنھین کے سر لگا کر ختم کر دیا ہے اور محدثین کو بال بال بچا لیا تحقیق کی جاتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ ان تمام مفاسد کے باعث تو اُستاد المحدثین حضرت امام احمد بن حنبل ہین جنھون نے اس حدیث مین اپنی غلط تاویلون کے بے تکے جوڑ لگائے ہین جو بالآخر نقادان فن کو ٹانکون سے اُدھیڑنے پڑے ملاحظہ ہو شرح زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت۔

وخالف فی ذلک اهل السیر فجزم ابن اسحاق وابن عقبة والواقدی بان الذی قتل مرحبا هو محمد بن مسلمة وکذا روی احمد باسناد حسن عن جابر وقیل ان مسلمة کان بارزه فقطع رجلیه فاجهز علی علیه وقیل ان الذی قتله هو الحرث اخو مرحب فاشتبه علی بعض الرواة فان یکن کذلک والا فما فی الصحیح مقدم علی ما سواه ولا سیما قد جاء عن بریدة ایضا عند احمد والنسائی وابن حبان والحاکم وقال ابن عبد البر انه الصحیح وابن الاثیر الصحیح الذی علیه اهل السیر والحدیث ان علیا قاتله وقال الشامی ما فی مسلم مقدم علیه من وجهین احدهما انه اصح الاسناد الثانی ان جابر لم یشهد

اس واقعہ قتل مرحب بدست علی مین اہل سیر نے اختلاف کیا ہے اور ابن اسحٰق اور موسیٰ بن عقبہ اور واقدی نے اپنے اسناد سے لکھا ہے کہ جس شخص نے مرحب کو قتل کیا وہ محمد بن مسلمہ ہین اور امام احمد بن حنبل نے بھی اسناد حسن کے ساتھ جابر کی سند سے لکھا ہے اور یہ تفصیل بیان کی ہے کہ محمد بن مسلمہ نے مرحب سے مقابلہ کر کے اُسکے دونون پاؤن کاٹ ڈالے حضرت علیؓ نے اسکے بعد اُسپر حملہ کر کے اُسکو مار ڈالا اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے تو حارث مرحب کے بھائی کو قتل کیا تھا بعض راویون کو اس واقعہ کو اسطرح سمجھنے مین شبہ ہو گیا ہے ورنہ جو صحیح مین ہے وہ مقدم ہے ان واقعات پر جو صحیح کے خلاف بیان ہوے ہین خصوصاً وہ روایت صحیح جو بریدہ کی زبانی انھین امام احمد امام نسائی ابن حبان اور امام حاکم نے مرقوم کی ہین اور انھین کی نسبت امام عبد البر کہتے ہین کہ یہی صحیح ہے اور ابن اثیر کہتے ہین کہ صحیح وہی تھا جسکو ارباب سیر و احادیث دونون نے لکھا ہے اور وہ یہی ہے کہ مرحب کو علیؓ نے قتل کیا اور ابن کثیر شامی کہتے ہین کہ جو روایت مسلم نے بیان کی ہے وہی صحیح تر ہے دو وجون سے

خیبر کما ذکر ابن اسحاق والواقدی وغیرہما وقد شہدہا سلمۃ وبریدۃ وابو رافع فہم اعلم ممن لم یشہدہا وقیل ان ابن سلمۃ قطع ساقی مرحب ولم یجہز علیہ ومر بہ علی فاجہز علیہ فاباہ حدیث سلمۃ وابو رافع

انہین سے ایک وجہ تو یہ ہی کہ اُسکے اسناد زیادہ تر صحیح ہین اور دوسری یہ کہ جابرؓ خود ان مرویات اختلافی کے راوی ہین خیبر مین شریک ہی نہین تھے جیسا کہ خود ابن اسحٰق اور واقدی وغیرہما نے ذکر کیا ہی اور جن لوگون نے خیبر کی جنگ مین شرکت کی وہ سلمہ بریدہ ابو رافع تھے اسلیے یہ لوگ بمقابلہ انکے جابرؓ جو شریک جنگ نہیے ان واقعات کے زیادہ جاننے والے تھے اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے مرحب کے دونون پاؤن کاٹ ڈالے تھے اسکو مارا نہین تھا علیؑ نے حملہ کرکے اسکو مار ڈالا صحیح نہین ہوسکتا اسلیے کہ سلمہ اور ابو رافع دونون (حاضرین واقعہ) اس بیان سے انکار کرتے ہین ۔

زرقانی جلد دوم ص ۲۵۹ مطبوعہ مصر

تنقیص خصائص حضرت علیؑ کی بنا پر اس موضوع ومصنوع واقعہ کی یہ حقیقت حال تھی جسکی توضیح وتصحیح موجودہ استدلال تنقیدی مین کردی گئی ۔ اسکے ایسے موضوعات ومصنوعات کے بیشمار انبار لگے ہین لیکن تاہم یہ بہت بڑی شکرگذاری کا موقع ہے کہ جن حضرات نے ان مفتریات کی تدوین کی انھین کے محققین ومنقدین نے اُسکے ان برسون کے ریاض پہ سیاہی کا قلم پھیر دیا ۔ یہ اُنکی دیانت وصداقت کہی جاوے ۔ یا اصل واقعہ کی حقیقت ۔ جو آخر نہ چھپ سکی ۔

مرحب کے بعد رئیسان یہود سے مقابلہ ومقاتلہ

شبلی صاحب کو کیا پڑی ہے کہ حضرت علیؑ کی خدمات کی تفصیل کرین ۔ مرحب قتل ہوا خیبر فتح ہوگیا قصہ ختم شد کیونکہ خیبر کشائی وغیرہ کے حالات مابعد کو تو کلھنا چاہیے تھا کہکر غلط بتلا ہی دیا گیا ہے ۔ پھر تفصیل کی ضرورت ہی کیا ہے ۔ مگر آپ ایک لکھنے والے تو ہین نہین آپ سے پہلے متعدد لکھنے والے ان واقعات کے لکھنے والے گذر گئے ہین ۔ ان حضرات مین ایک تو آپکے علامہ حسین میبذی بصاحب فواتح میبذی ہین جنکے فیوض سے آپ درسیات ہی کے وقت سے بہرہ مند ہونے لگتے ہین ۔ انھون نے اپنی کتاب فواتح مین مرحب کے قتل کے بعد سات رئیسان یہود سے حضرت علیؑ کا مقابلہ کرنا اور انکو قتل کرنا پوری تفصیل کے ساتھ نام بنام تحریر فرمایا ہی ۔ محدث شیرازی بھی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین ۔

امیر المومنین آن روز ہفت کس از رؤسا وشجاعان را بقتل آورد ۔ ص ۳۸۷

امیر المومنینؑ نے اُس دن یہودیون کے سات رئیسون اور دلیرون کو قتل فرمایا ۔

ہم نے ان واقعات کی پوری تفصیل حضرت علی علیہ السلام کی خاص کتاب سیرۃ سراج المبین جلد اول مین (ص ۱۰۴ سے لیکر صفحہ ۱۱۱ تک) کردی ہے ۔ ہم بخوف طوالت اُس تفصیل کو یہان بار دیگر بیان کرنا نہین چاہتے صرف اُن دلیران ورئیسان یہود کے نام لکھدینے پر اکتفا کرتے ہین جو مرحب کے قتل کے بعد سے لیکر آخر وقت فتح تک کیے بادیگرے

قلعہ سے نکل نکل کر حضرت علی مرتضیٰ سے مقابل ہوتے گئے اور ضرب ذوالفقار سے مقتول ہوتے گئے۔ فواتح میبذی کی اسناد سے مفصلہ ذیل یہودان مقتول کے نام معلوم کر لیے جائیں۔

(۱) داؤد بن قابوس (فواتح ص ۲۴۱) (۲) ربیع ابن الحقیق (فواتح ص ۲۴۱) (۳) عنتر خیبری (فواتح ص ۲۴۰) (۴) مرۃ بن مروان (فواتح ص ۱۱۹) (۵) یاسر خیبری (فواتح ص ۲۴۰) (۶) صجیج خیبری (فواتح میبذی صفحہ ۲۴۰)

درگاہ رسالت سے فتح خیبر کے صلہ میں حضرت علی کو بشارت

انھیں واقعات کے ایسا شبلی صاحب نے یہ بھی نہیں لکھا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس اہتمام و عظمت سے فاتح خیبر کو لوائے خیبر دیکر جہاد کے لیے روانہ کیا تھا ان کی اس بےنظیر اور عدیم المثال خدمات جہاد کی بجا آوری پر انکی واپسی کے وقت زبان رسالت سے اظہار قبولیت و خوشنودی کے متعلق زبان رسالت سے کیا الفاظ نکلے شبلی صاحب کی خموشی بجا ہی۔ اور اسکا یہی خاص موقع ہے۔ کیونکہ فضیلت علی کا ذکر آجائے گا لیکن حقیقت حال بتلا رہی ہے کہ شبلی صاحب کی خموشی کے خلاف۔ زبان رسالت قبولیت کے اعلان اور حسن خدمات کے اظہار و بیان سے آپکی طرح ساکت نہین رہی۔ اور کیونکر رہ سکتی تھی۔ اخلاق نبوت کے سراسر خلاف تھا۔ چنانچہ واپسی پر حضرت علیؑ مرتضیٰ سے جو الفاظ ارشاد فرمائے گئے وہ محدث شیرازی کی زبانی یہ ہین۔

خبر بحضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسانیدند کہ قلاع خیبر بدست علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بکیفیت مذکورہ مفتوح گشت۔ آن سرور بسے شادی نمود چون امیرؑ متوجہ ملازمت نبی صلعم شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باستقبال وے از خیمہ بیرون آمد و ویرا در بر گرفت و درمیان ہر دو چشمش بوسید و فرمود قد بلغنی نبادلک المشکور و صنیعک المذکور در روایتے آنکہ حضرتؐ فرمود من از تو راضی ام علیؑ را رقت آمد و بگریست حضرت فرمود اے علیؑ این گریہ فرح است یا گریۂ اندوہ جواب داد کہ یا رسول اللہ گریۂ فرح است و چگونہ شادمان نگردم کہ تو از من راضی باشی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود نہ تنہا من از تو راضی ام بلکہ خداوند تعالیٰ و ملائکہ و جبرئیل و میکائیل نیز از تو راضی اند ص ۳۸۸ روضۃ الاحباب

جب جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیبر کے فتح ہونے کی مندرجۂ بالا کیفیت معلوم ہوئی تو آپ نہایت مسرور الحال ہوئے اور جب جناب امیرؑ آپکی خدمت مین حاضر ہوئے تو آپ نے خیمہ سے نکل کر اُنکا استقبال کیا اور جب قریب آئے تو آپ نے بغلگیر ہوئے اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا کہ تمھاری سعی مشکور اور کارہائے نمایان کی خبر مجھکو پہونچ چکی ہے اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ اے علیؑ مین تم سے رضامند ہوا۔ یہ سن کر حضرت علی کو رقت آئی اور وہ رونے لگے۔ یہ دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ اے علیؑ یہ گریہ مسرت ہے یا گریۂ اندوہ و حسرت ہے حضرت علیؑ نے عرض کی گریۂ مسرت ہے اور مین کیونکر مسرور نہ ہون جب آپ مجھ سے راضی ہون۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے علیؑ۔ تنہا مین ہی تم سے راضی نہین ہوا بلکہ خدا اور اسکے ملائکہ جبرئیل اور میکائیل سب کے سب تم سے راضی و خوشنود ہین۔

شہدائے خیبر اور اُنکی جنگی خدمتین

شبلی صاحب کو خیبر سے بھاگا بھاگ پڑی ہے قلم سرعت رقم سے تحریر فرماتے ہین۔
غرض یہ قلعہ (قموص) ۲۰ دن کے محاصرے کے بعد فتح ہوگیا۔ ان معرکون مین ۹۳ یہود مارے گئے جنمین حارث۔ مرحب۔ اسیر (کوئی نام نہین۔ شاید عنتر ہو یا یاسر)۔ یاسر۔ عامر زیادہ مشہور ہین صحابہ مین سے ۱۵ بزرگون نے شہادت حاصل کی۔ جنکے نام ابن سعد نے بتفصیل لکھے ہین۔ ۳۵۸ سیرۃ النبیؐ جلد اوّل۔

افسوس شبلی صاحب نے مقتولین یہود کے ساتھ تو اتنی ہمدردی دکھائی کہ تین چار مقتولین یہود کے نام بھی لکھدیے لیکن آپ کی ناتوجہی اور بے التفاتی مستشہدین خیبر مین سے ایک کا نام لینا بھی گوارا نہ کرسکی۔ ابن سعد کے صرف حوالے سے تو عام اطلاع و واقفیت کا فرض تالیفی پورا ہو نہین سکتا جب ہر شخص ابن سعد کی کتاب کو پڑھ سکتا اور سمجھ سکتا تو پھر اردو مین سیرۃ النبیؐ کے طیار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ غزوۂ خیبر پر موقوف نہین۔ ہم قریب قریب تمام غزوات مین آپکی فروگذاشت کی اس شان خاص کو دکھلاتے آئے ہین۔ گویا آپ انھین حضرات کے تذکرے تک اپنی تفصیلات کو محدود کرنا چاہتے ہین۔ جنکے حالات سے آپکو دلچسپی ہے یا جنکو آپ عقیدت کی نگاہون سے دیکھتے ہین۔ یہ آپکے معیار تعمیم اور اشعار مساوات کے بالکل خلاف ہے۔

بہرحال ابن سعد کے علاوہ۔ تاریخ ابن ہشام مین شہدائے خیبر کے حسب ذیل نام بتلائے گئے ہین:۔

قبیلہ بنو اُمیہ۔ (۱) ربیعہ بن اکثم (۲) ثقیف بن عمر (۳) رفاعہ بن مسروح۔

قبیلہ بنی اسد۔ (۴) البشر بن البراء (۵) عبداللہ بن الحصیب (۶) فضیل بن النعمان۔

دیگر قبائل مختلفہ۔ (۷) مسعود بن قیس (۸) محمود بن مسلمہ۔ (۹) ابوضیاح (۱۰) حرث بن حاطب (۱۱) عروہ بن مُرہ (۱۲) اوس بن القاید (۱۳) انیف بن حنیف (۱۴) ثابت بن واثلہ (۱۵) طلحہ بن عقبہ (۱۶) عامر بن الاکوع۔

یہ تمام شہدا قبائل انصار کی مختلف شاخون سے تھے۔

امام زہری کی بلاغات سے دو شہدا کے اور نام بتلائے گئے ہین مسعود بن ربیعہ (بنی زہرہ) اور اوس بن قتادہ بنی عوف قبیلہ انصار کی ایک شاخ خاص سے۔ ابن ہشام جلد دوم ۱۹۱ مطبوعہ مصر۔

محمود بن مسلمہ کی شہادت

محمود بن مسلمہ تو وہی بزرگ ہین جنکو کنانہ بن ابی الحقیق نے قلعہ ناعم کے محاصرے مین دغا بازی سے مار ڈالا تھا تفصیل یہ ہے۔

قلعہ ناعم پر محمود بن مسلمہ فوج لیگئے اور بڑی شجاعت کے ساتھ ایک عرصے تک مبارزت کرتے رہے اُس دن سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ اور آفتاب بھی اپنی پوری حرارت دکھا رہا تھا محمود لڑتے لڑتے تھک گئے۔ تو دم لینے کے لیے دیوار قلعہ سے لگ کر بیٹھ گئے۔ کنانہ بن الربیع نے انھین تنہا بیٹھا پاکر قلعہ کی فصیل سے ایک چکی کا پاٹ اُنکے سر پر دے مارا۔ اور یہ اسلامی مجاہد اُسکے نیچے کچل کر رہ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عامر بن الاکوع کی شہادت

عامر بن الاکوع بھی انھین شہدا مین ہین۔ یہ بزرگ قلعہ قموص کے محاصرے مین ایک دن مرحب سے اُلجھے۔ مرحب کی تلوار اسکے جسم کے پائین حصہ پر پڑی۔ اور اُنکی تلوار مرحب کے بالائی حصہ جسم پر۔ اسی کشمکش مین اپنی تلوار سے اُنکی رگ اکحل کھُل پڑی اور اسقدر خون بہا کہ غریب جانبر نہوسکے۔ مجروح ہونے کے بعد یار دون نے مزاحًا کہنا شروع کیا کہ اگر تم مر بھی جاؤ گے تو درجہ شہادت نپاؤ گے اس لیے کہ تم تو اپنے زخم سے ختم ہوگے اس سے تو معلوم ہوتا ہی کہ خدا نے تمھارے سب اعمال حبط کر لیے۔ یہ سننا تھا کہ یہ خالص مسلمان اور جان نثار بیقرار ہو گیا چھوٹا بھائی سلمہ دوڑتا ہوا خدمت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مین پہونچا۔ سلمہ بیان کرتے ہین۔

قلت یا رسول اللہ فداک ابی وامی زعموا ان عامر احبط عملہ فقال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کذب من قالہ ان لہ اجرین وجمع بین اصبعیہ انہ لجاھد مجاھد زرقانی ص ۲۵۱ ج ۲ مصر

مین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون لوگ کہتے ہین کہ عامر کے اعمال حبط ہوگئے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا وہ لوگ جھوٹ کہتے ہین۔ اُسکو تو دونوا بیلے ہین۔ یہ کہکر آپنے اپنی دو اُنگلیان ملائین اور فرمایا کہ جاہد بھی ہے اور مجاہد بھی

علامہ ابن التین کہتے ہین کہ جاہد وہ ہے جو خدا کی راہ مین تکلیف اختیار کرے اور مجاہد وہ ہے جو حکم خدا کے موافق دشمنان خدا سے مقابلہ ومقاتلہ کرے۔ زرقانی ص ایضًا

تمام مقتولین درجہ شہادت پر فائز نہین ہوسکے

مسند امام حنبل مین ہے

عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ قال لما کان یوم خیبر اقبل نفر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فقالوا فلان شہید حتی مروا علی رجل فقالوا فلان شہید فقال رسول اللہ صلعم کلا انی رایتہ فی النار ثم قال رسول اللہ صلعم یا ابن الخطاب اذھب فناد فی الناس انہ لا یدخل الجنۃ الا المومنون قال فخرجت فنادیت انہ لا یدخل الجنۃ الا المومنون۔

زرقانی جلد دوم ص ۲۶۰ تاریخ احمدی ص ۶۱

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بروز جنگ خیبر چند اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ذکر کیا کہ فلان شخص شہید ہوگیا اسی طرح پھر دوسرے شخص کی نسبت کہا کہ فلان شخص شہید ہو گیا یہ سُنکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ کہو کیونکہ مین نے اُس شخص کو جہنم مین دیکھا ہی بعد ازان حضرت عمر سے فرمایا کہ جاکر لوگون مین منادی کردو کہ سوا مومنین کے کوئی شخص جنت مین داخل نہوگا حضرت عمر فرماتے ہین کہ مین نے جاکر آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق اس امر کا اعلان کردیا کہ مومنین کے سوا کوئی شخص جنت مین داخل نہوگا۔[۵۱]

اراضیات مفتوحہ خیبر کا بندوبست

خیبر اور اسکے توابع کو چونکہ اسلام نے فتح سے حاصل کیا تھا اسلیے خیبر اور اُسکے متعلقہ اراضیات پر اسلام کا قبضہ ہوگیا۔ لیکن چونکہ یہود مقتول ومفتوح ہونے کے بعد بھی اپنی اراضیات سے

[۵۱] یہ حدیث اُس بدبخت مقتول کی طرف ہے جسنے مال غنیمت مین خیانت کی تھی تفصیل کیلئے دیکھو شرح زرقانی ص ۵۲ ج ۲ روضۃ الاحباب ص ۳۰۹

جدا ہونا نہین چاہتے تھے ۔ اور معاملات مین اسلام کیطرف سے اُنھون نے کوئی خلاف ورزی بھی نہین دیکھی تھی اسی بنا پر اُن لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس حاضر آکر درخواست کی کہ یہ قطعات زمین اُنھین کے ساتھ بندو بست مین قائم رکھے جائین ۔ جناب رسولخدا صلعم کے محاسن اخلاق کا بھی یہی تقاضہ تھا کہ جبتک دشمن سے کسی بدمعاملگی کا اظہار نہو سلے اُسکے معروضجات مسترد نہ فرمائے جائین ۔ اسلیے یہودیون کی درخواست منظور کر لی گئی ۔ اور وہ تمام اراضیات اُسی طرح یہود کے قبضہ اور بندوبست مین اس شرط و اقرار کے ساتھ کہ اُنکی نصف پیداوار دربار رسالت مین ہمیشہ پہونچا یا کرین ۔ اور نصف اپنے تصرف مین لائین ۔ قائم رکھی گئین ۔

یہود کے یقین کے موافق اسلام او پیغمبر اسلام علیہ السلام نے بھی اُنکے ساتھ معاملات مین ایسی عدالت اور صفائی دکھلائی کہ آخر کار بقول شبلی صاحب ۔ یہود کو اقرار کرنا پڑا کہ زمین او آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہین ۔ بحوالہ فتوح البلدان بلاذری و تاریخ طبری ص ۱۵۸۹ ۔

عہد رسالت مین عبد اللہ بن رواحہ صحابی یہود ان خیبر سے نصف پیداوار وصول کرنے کے لیے جاتے تھے علامہ طبری اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ فصل طیار ہو جانے پر عبد اللہ جاتے تھے ۔ اراضیات خیبر کے تمام غلّون کو اکٹھا کر وا کے دو مساوی حصون مین جمع کر دیتے تھے ۔ پھر یہود سے کہتے تھے کہ ان مین سے جو حصہ تمھارا جی چاہے لو اور دوسرا میرے لیے چھوڑ دو ۔ وہ اپنا حصہ اُٹھا لیتے تھے اور عبد اللہ اپنا حصہ لے کر مدینہ واپس آتے تھے ۔

حضرت صفیہ کا قصہ

حضرت صفیہ کے قصہ کے متعلق شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین ۔

حضرت صفیہ کی نسبت بعض کتب حدیث و سیر مین یہ واقعہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پہلے اُن کو دحیہ کلبی کو دیا تھا پھر کسی نے اُنکے حسن و جمال کی تعریف کی تو اُن سے مانگ لیا اور اسکے معاوضہ مین اُنکو سات لونڈیان بھی دین ۔ مخالفین نے اس روایت کو نہایت بد نما پیرایہ مین ادا کیا ہے اور جب اصلی روایت مین اتنی بات موجود ہے تو ظاہر ہے کہ مخالف اس سے کہان تک کام لے سکتا ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت صفیہ کا یہ واقعہ حضرت انس سے منقول ہے لیکن خود حضرت انس سے متعدد روایتین ہین اور وہ باہم مختلف ہین ۔ بخاری کی جو روایت خیبر کے ذکر مین ہے اُسمین یہ تصریح ہے کہ جب قلعۂ خیبر فتح ہوا تو لوگون نے آپکے سامنے حضرت صفیہ کے حسن کا ذکر کیا ۔ آپنے اُنکو اپنے لیے لے لیا ۔ اصلی الفاظ یہ ہین ۔

فلمّا فتح اللہ علیہ الحصن ذکر لہ جمال	جب خدا نے قلعہ فتح کرا دیا تو لوگون نے آپسے حیی بن
صفیۃ بنت حیی بن اخطب وقد قتل زوجہا	اخطب کی لڑکی صفیہ کے حسن و جمال کی تعریف کی ۔ اسکا
وکانت عروسا فاصطفاہا النبی صلی اللہ	شوہر جنگ مین مارا گیا تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے

علیہ وآلہ وسلم لنفسہ　　　اُسے اپنے لیے پسند کرلیا۔

لیکن بخاری کتاب الصلوٰۃ باب مایذکر مافی الفخذ ور صحیح مسلم باب فضل عتق الامۃ مین خود انس کی پھر روایت اس طریقہ سے منقول ہے کہ جب لڑائی کے بعد قیدی جمع کیے گئے تو حضرت دحیہ کلبی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ ان مین سے ایک لونڈی مجھے عنایت ہو۔ آپ نے اُنکو اختیار دیا کہ خود جاکر کوئی لونڈی لے لو۔ اُنھون نے حضرت صفیہ کو انتخاب کیا۔ لیکن لوگون کو اعتراض ہوا۔ ایک شخص نے آکر آنحضرت صلعم سے کہا۔

یانبی اللہ اعطیت دحیۃ صفیۃ بنت حیی بن اخطب سیدۃ قریظۃ والنضیر لاتصلح الا لک۔　　　اے پیغمبر خدا آپنے صفیہ بنت حیی کو دحیہ کے حوالے کردیا۔ وہ قریظہ اور بنی نضیر کی رئیسہ ہین اور آپکے سوا اور کوئی اُن کے لائق نہین۔

اس کے بعد آپنے صفیہ کو آزاد کرکے اُن سے نکاح کرلیا۔ ابوداؤد مین یہ دونون روایتین ہین۔ اور دونون حضرت انس سے مروی ہین۔ ابوداؤد کی شرح مین ماوردی (مشہور محدث) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفیہ کو دحیہ سے اس لیے واپس لے کر اُن سے عقد کرلیا کہ مافیہ من انتھاکہا مع مرتبتہا وکونہا بنت سیدھم چونکہ وہ عالی مرتبہ اور رئیس یہود کی صاحبزادی تھین اسلیے اور کسی کے پاس جانا اُنکی توہین تھی۔ حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری مین اسی کے قریب لکھا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ حضرت صفیہ خاندان کے تباہ ہوجانے کے بعد خاندان سے باہر بیوی یا کنیز بنکر رہتین وہ رئیس خیبر کی بیٹی تھین۔ اُن کا شوہر بھی قبیلہ بنی نضیر کا رئیس تھا۔ باپ اور شوہر دونون قتل کئے جاچکے تھے اس حالت مین اُن کے پاس خاطر، حفظ مراتب اور رفع غم کے لیے اسکے سوا کوئی اور تدبیر نہین تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنکو اپنے عقد مین لے لین۔ وہ کنیز ہوکر بھی رہ سکتی تھین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکی خاندانی عزت کے لحاظ سے اُنکو آزاد کردیا۔ اور پھر نکاح پڑھایا۔ حسن خلق۔ رحم اور مصیبت زدہ کی چارہ نوازی ؂ کے علاوہ۔ سیاسی اور مذہبی حیثیت سے بھی یہ کارروائی نہایت موزون اور بجا تھی۔ اور اس قسم کے طرز عمل سے عرب کو اسلام کی طرف رغبت اور کشش ہوتی تھی کہ اسلام اپنے دشمنوں کے ورثہ کے ساتھ بھی اس قسم کا محسنانہ اور ہمدردانہ۔

؂ اس لفظ کی ترکیب میری سمجھ مین نہین آتی۔ شاید شبلی جیسا فاضل ادیب اسکی کوئی خاص ترکیب جانتا ہو کہین چارہ سازی تو نہین ہم تو چارہ ساختن کے محاورہ فارسی سے چارہ سازی کی ترکیب کو صحیح جانتے ہین اور اسیطرح بندہ نوازی۔ غربا نوازی۔ مہمان نوازی وغیرہ کی ترکیب کو بھی درست جانتے ہین۔ اور ہر شخص اس مشہور شعر فارسی کو بھی جانتا ہے۔ کار احباب ساختن رسم است۔ دوستان را نواختن رسم است

سلوک کرتا ہے - سیرۃ النبیؐ جلد اوّل - ۵۸ - ۳۶۰ ص -

غزوۂ بنی المصطلق میں حضرت جویریہ کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا تھا - اور اس سلوک کا جو اثر ہوا تھا وہ اوپر بیان ہو چکا ہے -

شبلی صاحب نے جس صفائی سے اصل حقیقت کی چہرہ کشائی کی ہے وہ قابل تعریف ضرور ہے اور حقیقت حال بھی یہی ہے جو لکھکر بتلائی گئی ہے - لیکن اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ ان تمام مفاسد کے اصلی باعث سوائے اصحاب صحاح اور اُنکے رواۃ کے آپکے نزدیک کیا کوئی اور لوگ بھی ثابت ہوتے ہیں؟ اور کیا شبلی صاحب اب بھی اسکے ماننے پر تیار نہوں گے کہ دفاتر صحاح بھی ابھی تک مخالف و معارض مرویات سے بھرے پڑے ہیں! درسانید و سنن کی طرح اچھا برا ہر قسم کا مواد اُن میں بھی موجود ہے؟ امام المحدثین بخاری ہی کی مثال پہلے لیجائے - آپ خود اُنہیں کی صحیح سے اس واقعہ میں دو معارض روایتوں کو لکھکر بتلا چکے ہیں کہ یہ مفید بحث ہے اور وہ غیر مفید - اور پھر بھی آپکے نزدیک عموماً صحاح اور خصوصاً صحیح بخاری سے بڑھکر کوئی کتاب قابل اعتبار و استناد نہیں ہے - جسمیں بقول آپکے کوئی غلط کیا ضعیف روایت تک نہیں ہے" پھر آپ ہی بتلائیں کہ آپکے ان منقدانہ اعترافات کے سامنے - تصدیق و توثیق بخاری کا دعویٰ کیسا بے دلیل ثابت ہو جاتا ہے -

جیسے جیسے تحقیق کیجاتی ہے ویسے ویسے یہ امر ثابت ہوتا جاتا ہے کہ مخالفین اسلام کی تمام تعریضات کے اصلی باعث یہی صحاح کی مرویات ہیں - بقول شبلی صاحب کے "جب اصل روایت میں اتنا موجود ہے تو ظاہر ہے کہ مخالف اس سے کہاں تک کام لے سکتا ہے" حقیقت آپ خود لکھ چکے تو ہم کو اب اور لکھنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی مگر تعجب ہے تو بخاری صاحب پر - اور خاصکر اُنکی نظر فی الحدیث پر کہ باوجود اس علمیت اور تبحر کے بھی وہ اپنی مرویات کتاب میں حسن و قبح - مفید غیر مفید اور مستند و غیر مستند کی خود تمیز نہ کر سکے - اور ہر قسم کے مواد فاسد سے کتاب کی کتاب بھر دی جو معترضین اور مخالفین کی تعریضات کے لیے سرمایۂ نازش بنگئی - تا وقتیکہ یہ تمام مفسدہ انگیز مرویات کتب صحاح سے نکالکر صحاح کی کتابیں صاف و پاک نہ کر دی جائینگی مخالفین کے اعتراضوں کے دروازے بند نہونگے - فافہم فتدبر

زینب یہودیہ کا آنحضرت صلعم کو زہر دینا - آپ کا عفو جرم فرمانا	جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خیبر کے انتظامات میں کچھ دنوں تک قیام فرمایا چونکہ معاملات صلح و آشتی کے طریقہ سے طے ہونے والے تھے اسلیے آپکو یہود دیوں کی طرف سے پورا اطمینان تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - اس شعر کے اعتبار ترکیب چارہ سازی ہونا چاہیے - نہ چارہ نوازی - جو بالکل بے قاعدہ ہے شاید اصل میں بیچارہ نوازی ہو چھپنے میں "بے" رہگیا ہو - اگر یہ بھی ہو تاہم ثقیل اور غیر مستعمل ہوگا - المؤلف عفی عنہ -

کوئی اندیشہ نہین تھا۔ اور رسول اللہ صلعم کے اسوۂ حسنہ کا تقاضہ بھی یہی تھا لیکن یہود کی غدار اور مکار قوم اپنی فطرتی مفسدہ انگیزیون سے کب چوکنے والی تھی۔ دو تین ہی روز کے بعد یہود نے اپنی طرف سے بدی کے اظہار شروع کردیے۔ اسکی پہلی مثال زینب یہودیہ کی مکاری اور خونخواری سے شروع ہوتی ہے تاریخ و حدیث کی کتابون مین اسکا طول و طویل قصہ تمام اختلافات اقوال و آرا کے ساتھ لکھا ہوا ہے اور زرقانی نے اپنی شرح مطبوعہ مصر مین صفحہ ۲۷۷ سے لے کر صفحہ ۲۷۹ تک بڑی شرح و بسط سے لکھا ہے لیکن شبلی صاحب نے جسقدر خلاصہ کر کے لکھا ہے۔ ہم اسی کی نقل کو اپنے مدعا کے لیے کافی سمجھ کر ذیل مین تحریر کرتے ہین۔

اگرچہ یہود کو کامل امن و امان دیا گیا اور انکے ساتھ ہر قسم کی مراعات کی گئی تاہم انکا طرز عمل ہمیشہ مفسدانہ اور باغیانہ رہا۔ پہلا دیباچہ یہ تھا کہ ایک دن زینب نے جو سلام بن مشکم کی بیوی اور مرحب کی بھاوج تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی چند صحابہ کے ساتھ دعوت کی۔ آپ نے فرط کرم سے قبول فرمایا۔ زینب نے کھانے مین زہر ملا دیا تھا۔ آپ نے ایک لقمہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن بشر بن براء نے پیٹ بھر کھایا اور زہر کے اثر سے بالآخر ہلاک ہو گئے۔ آنحضرت صلعم نے زینب کو بلا کر پوچھا۔ اس نے جرم کا اقبال کیا۔ یہودیہ نے کہا ہم نے اس لیے اسمین زہر دیا کہ اگر آپ پیغمبر ہین تو زہر خود اثر نہ کرے گا۔ اور پیغمبر نہین ہین تو ہم کو آپکے ہاتھ سے نجات مل جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہین لیتے تھے۔ اس بنا پر آپ نے زینب سے کچھ تعرض نہ فرمایا۔ لیکن جب دو تین دن کے بعد بشر بن براء زہر کے اثر سے انتقال کر گئے تو وہ قصاص مین قتل کردی گئی سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۶۱

زینب کا قتل زرقانی نے صورت قتل یون لکھی ہے۔

انہ صلعم دفعھا الی ولاۃ بشر فقتلوہ ص ۲۹ آپ نے زینب کو وارثان بشر کے حوالہ کر دیا اور انھون نے قصاص مین اسے قتل کر دیا

دوسری مثال یہود کی غداری کی یہ ہے۔

عبد اللہ بن سہیل کا بیرحمانہ قتل اور رسولؐ کی عفو اسلام نے یہود کے ساتھ جن رعایات و خوش اسلوبی سے معاملات طے کیے تھے وہ بتلا رہے ہین کہ فتح کے بعد بھی انکی املاک انکے قبضہ مین چھوڑ دی گئین گویا مفتوح ہو جانے کے بعد بھی یہ اپنی املاک پر ویسے ہی مالک و متصرف رہے جیسے سابق مین تھے۔ مگر افسوس انکی کج فطرتی نے اسلام کی اس محسنانہ مراعات کی کوئی قدر نہین کی۔ چند دنون کے بعد مدینہ مین قحط پڑا اور غلہ کی گرانی ہوئی تو عبد اللہ بن سہیل صحابی عیال کے آذوقہ کے لیے خیبر سے غلہ خرید لانے کی غرض سے گئے۔ یہود نے صرف اس مخاصمت پر کہ یہ مسلمان ہین ان کا خون انکی جان حلال ہے۔ انکو دھوکے سے نہر مین ڈبو دیا۔ محیصہ انکے ہمراہی کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ

تنہا ہونے کی وجہ سے یہود سے کوئی بازپرس نہ کر سکے۔ مدینہ لوٹ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روئداد عرض کی اور یہود ان خیبر سے عبد اللہ کی دیت دلوائے جانے کی استدعا کی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس بیان کی صداقت پر حلف شرعی لے سکتے ہو۔ محیصہ نے عرض کی میں تو ضرور حلفاً بیان کر دونگا لیکن یہود تو ایک کیا پچاس مسلمانوں کو بھی قتل کر ڈالیں تاہم جھوٹی قسمیں کھانے سے باز نہ آئینگے۔ رحمت عالم نے انکی اس بار بھی یہود کی اس خونخوارانہ حرکت سے چشم پوشی اختیار فرمائی۔ اور معاملہ کو زیادہ طول دینا نہ چاہا۔ بیت المال سے عبد اللہ کی دیت دلوا دی اور قصہ رفت و گذشت ہو گیا۔

خزانہ نہ بتلانے کے جرم کو کنانہ کے قتل کا باعث ٹھہرانا بالکل غلط ہے

خیبر کے متعلق۔ حضرت صفیہ کے ایسے غلط واقعہ کی ایک اور غلط خبر حدیث و سیر کی کتابوں میں منقول ہو کر مشہور ہو گئی ہے اور معترضین اسلام کی مغویانہ قلمکاری کا ذریعہ بنگئی ہے شبلی صاحب نے اسکی کافی تنقید تفصیل سے کر دی ہے۔ مگر افسوس اپنی قدیم عادت کے موافق اہل سیرت ہی کو صرف اس کا خاص مجرم قرار دیا ہے اور اہل حدیث کا نام بھی نہیں لیا۔ چنانچہ آپ کا عنوان عبارت یہ ہے۔

خیبر کے واقعات میں ارباب سیرت نے ایک سخت غلط روایت نقل کی ہے اور وہ اکثر کتابوں میں منقول ہو کر متداول ہو گئی ہے۔ سیرۃ النبی ص ۳۶۱

تحقیق کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے۔ امام قسطلانی۔ امام بیہقی۔ علامہ بلاذری اور علامہ زرقانی بھی اس غلط بیانی میں اہل سیرت کے ہمزبان ہیں۔ ملاحظہ ہو زرقانی جلد دوم مطبوعہ مصر ص ۲۲۴ ۲۲۳۔ انکے علاوہ آپ خود بھی اہل صحاح میں سے ابوداؤد و اہل حدیث میں سے حافظ ابن القیم کو بھی اسی فہرست میں داخل کرتے ہیں جیسا کہ عنقریب آپ ہی کی عبارت تنقیدی سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر حق ناحق اہل سیرت کو تنہا اس غلطی کا قصوروار ٹھہرانا تدین موقعانہ کے سراسر خلاف ہے۔ اتنا تمہیداً عرض کر کے ہم اصل مدعا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

شبلی صاحب نے سیرت و حدیث کی اس غلط روایت کی تنقید میں مفصلاً ذیل اکتشافات فرمائے ہیں اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ حقیقت حال اتنی ہی تھی جتنی ذی علم مولف نے اپنے اکتشافات ذیل میں دکھلائی ہے۔

غلطی یہ ہے کہ اول آپ (آنحضرت صلعم) نے یہود کو اس شرط پر امن عام دیا تھا کہ کوئی چیز نہ چھپائیں گے۔ لیکن جب کنانہ بن ابی الربیع نے خزانہ بتانے سے انکار کیا تو آپ نے زبیر کو حکم دیا کہ سختی کر کے اس سے خزانہ کا پتا لگائیں۔ حضرت زبیر چقماق جلا کر اسکے سینہ کو داغتے تھے۔ یہانتک کہ اسکی جان نکلنے کے قریب آ گئی

(یہ تفصیل تاریخ طبری میں مذکور ہے اور ابن ہشام میں بھی اسی کے قریب قریب ہے)

بالآخر آپ نے کنانہ کو قتل کرا دیا اور تمام یہودی غلام بنا لیے گئے۔ فتوح البلاد بلاذری۔

اس روایت کا اسقدر حصہ صحیح ہے کہ کنانہ قتل کرادیا گیا لیکن اسکی یہ وجہ نہیں کہ وہ خزانہ کے بتانے سے انکار کرتا تھا بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ کنانہ نے محمود بن مسلمہ کو قتل کیا تھا۔ طبری مین تصریح ہو ثم دفعہ رسول اللہ صلعم الی محمد بن مسلمۃ فضرب عنقہ باخیہ محمود بن مسلمۃ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے حوالہ کردیا اُنھون نے اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے قصاص مین اُسے قتل کردیا۔ ص ۱۵۸۲ مطبوعہ یورپ۔

باقی روایت کا یہ حال ہے کہ یہ روایت طبری اور ابن ہشام کی ہے اور دونون نے ابن اسحق سے روایت کی ہی۔ لیکن ابن اسحق نے اوپر کے کسی راوی کا نام نہین بتایا ہی محدثین نے رجال کی کتابون مین تصریح کی ہی کہ ابن اسحق یہودیون سے مغازی نبوی کے واقعات روایت کرتے تھے۔ اس روایت کو بھی اُنھین روایتون مین سمجھنا چاہیے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ابن اسحق ان یہودیون کا نام نہین لیتے کسی شخص پر خزانہ بتانے کے لیے اسقدر سختی کرنا کہ اُسکے سینہ پر چقماق سے آگ جھاڑی جائے رحمۃ للعالمین کی شان اس سے بہت ارفع ہے۔ وہ ہی شخص جو اپنے زہر دینے والے سے مطلق تعرض نہین کرتا کیا چند سکون کے لیے کسی کو آگ سے جلانے کا حکم دے سکتا ہے؟ اصل واقعہ اسقدر تھا کہ کنانہ بن ابی الربیع کو اس شرط پر امان دیگئی تھی کہ کسی قسم کی بدعہدی اور خلاف بیانی نہین کرے گا۔ اُسنے یہ منظور بھی کرلیا تھا کہ اگر وہ اسکے خلاف کچھ کرے گا تو قتل کا مستحق ہوگا (ابوداؤد باب حکم ارض خیبر وطبقات ابن سعد غزوۂ خیبر ص ۸۱ سطر ۲۴) کنانہ نے بدعہدی کی اور جو امن اُسکو دیا گیا تھا ٹوٹ گیا۔ کنانہ نے محمود بن مسلمہ کو قتل کیا تھا۔ اب اُسکے قصاص مین وہ قتل کردیا گیا۔ جیسا کہ ابھی ہم نے طبری کی روایت سے نقل کیا ہے۔

اب دیکھو۔ اس روایت مین کیا کیا واقعات اضافہ ہوگئے (۱) قتل کا واقعہ کنانہ کے ساتھ خاص تھا خزانہ کے چھپانے کا وہی مجرم تھا۔ محمود بن مسلمہ کو اُسی نے قتل کیا تھا اس لیے وہی قتل کیا جاسکتا تھا اضافہ کا پہلا قدم یہ ہے کہ ابن سعد نے بکر بن عبدالرحمن سے جو روایت متصل نقل کی ہی اُسمین کنانہ کے ساتھ اُسکے بھائی کا بھی نام بڑھا دیا ہی یعنی دونون قتل کیے گئے۔ فضرب اعناقھما وسبی اھلیھما دونون کو قتل کرادیا اور اُنکی عورتون اور بچون کو لونڈی غلام (۲) یہانتک بھی خیریت تھی لیکن ابن سعد نے عفان بن مسلم سے جو روایت نقل کی ہے وہ اس سے بھی زیادہ وسیع ہوگئی ہی یعنی دونون بھائیون کے ساتھ تمام یہودی بھی گرفتار اور لونڈی غلام بنالیے گئے۔ فلما وجد المال الذی غیبوہ فی مسک الجمل سبی نساؤھم جب وہ خزانہ مل گیا جسکو اُنھون نے اونٹ کی کھال مین چھپا رکھا تھا تو اُنکی عورتین گرفتار کین اور لونڈیان بنالین (دیکھو ابن سعد ص ۸۰ و ۸۱)

لیکن جب یہ روایتین محدثانہ اصول تنقید سے جانچی جاتی ہین تو چھلکے اُتر جاتے ہین اور اصل حقیقت رہ جاتی ہے تمام یہود کا قتل اور زن و بچہ کا گرفتار ہونا ایک طرف۔ خود صحیح بخاری سے ثابت ہے کہ کنانہ کا بھائی تک قتل نہین کیا گیا اور حضرت عمر کے زمانہ خلافت تک زندہ تھا۔ صحیح بخاری مین ہے۔

فلما اجمع عمر علی ذلک اتاہ احد بنی ابی الحقیق قال یا امیر المومنین اتخرجنا وقد اقرنا محمد وعاملنا علی الاموال۔

پھر جب حضرت عمر نے یہ (اخراج یہود) ارادہ کر لیا تو ابو الحقیق کا ایک بیٹا اُنکے پاس آیا اور کہا کہ امیر المومنین آپ ہم کو نکالتے ہیں حالانکہ ہم کو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہنے دیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ یہ وہی کنانہ بن ابی الحقیق کا بھائی تھا۔

حافظ ابن القیم نے تمام روایتوں کی وسعت کو گھٹا کر۔ زاد المعاد میں اس حد تک پہونچایا ہے۔

ولم یقتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد الصلح الا ابنی ابی الحقیق۔

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کے بعد ابی الحقیق کے دونوں بیٹوں کے سوا اور کسی کو قتل نہیں کیا۔

لیکن حافظ موصوف کو اگر صحیح بخاری کی عبارت مذکورہ پیش نظر ہوتی تو غالبًا یہ تعداد اور بھی گھٹ جاتی۔

ابو داؤد میں جہاں ارض خیبر کا عنوان باندھا ہے وہاں صرف ابن ابی الحقیق کے مارے جانے کا ذکر کیا ہے۔ یہ نکتہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ ابو داؤد میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے سعیہ (حیی ابن اخطب کے چچا) سے پوچھا تھا کہ وہ خزانہ کیا ہو گیا۔ اُس نے کہا لڑائیوں میں صرف ہو گیا۔ باوجود اسکے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف کنانہ کے قتل کا حکم کیا۔ یہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ کنانہ کا قتل محمود بن مسلمہ کے قصاص میں ہوا تھا۔ ورنہ اگر خزانے کے چھپانے کا جرم قتل کا باعث ہوتا تو اس جرم کے مجرم اور بھی تھے مورخین نے پہلے غلطی یہ کی کہ کنانہ کے قتل کا سبب اخفائے خزانہ سمجھے اور چونکہ اس جرم میں اور لوگ بھی اس میں شریک تھے۔ اس لئے یہ تعمیم خود بخود پیدا ہو گئی کہ کنانہ کا تمام خاندان قتل کر دیا گیا۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۶۳-۳۶۴

حضرت جعفر کا مہاجرین حبشہ کے ساتھ خیبر میں حاضر ہونا

شبلی صاحب نے خیبر کے متعلق انتشاہی واقعات لکھے ہیں تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے متعلق ابھی اور قابل الذکر واقعات ہیں جنکو آپ نے نہیں لکھا ہے یعنی حضرت جعفر کا مہاجرین حبشہ کی جماعت لیکر ایک حبشہ سے مدت کے بعد واپس آنا یمن کے قبیلہ اشعریین کے وفد کا حاضر ہونا جنمیں ابو موسیٰ الاشعری بھی داخل تھے اور سب کا اسلام لانا خیبر کے خاص مقامی واقعات ثابت ہوتے ہیں۔

جناب جعفر ابن ابیطالب کی معاودت کی مفصل کیفیت زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

روی البیھقی عن جابر ان جعفر الما قدم علیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلقاہ فقبل جبھتہ ثم قال ما ادری بایہما افرح بفتح خیبر ام بقدوم جعفر۔

بیہقی نے جابر سے روایت کی ہے جب حضرت جعفر خیبر میں آ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ نے فرط محبت سے انکی پیشانی کا بوسہ لیا اور ارشاد فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا کہ میں اپنی ان دو خوشیوں میں سے کس پر اظہار مسرت کروں۔ فتح خیبر پر یا آمد جعفر پر۔

اسکے بعد غنائم خیبر کی تقسیم کے ذیل میں زرقانی ابو موسیٰ الاشعری کی زبانی لکھتے ہیں۔

حتی قدمنا معہ (جعفر) جمیعا فوافقنا النبی صلعم حین افتتح خیبر فاسھم لنا ولم یسھم لاحد غاب من فتح خیبر منھا شیئا الا لمن شھدھا معہ الا اصحاب سفینتنا مع جعفر واصحابہ فانہ قسم لھم معنا۔

جلد دوم ص ۲۸۳ مصر

(ابو موسیٰ کہتے ہیں) تا آنکہ ہم لوگ ہمراہی حضرت جعفر روانہ ہوئے اور فتح خیبر کے موقع پر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے آنحضرت صلعم نے ہم لوگوں کو غنیمت خیبر میں حصہ دیا اور کسی شخص واحد کو جو فتح خیبر میں شریک یا حاضر نہیں تھا حصہ نہیں دیا۔ سوائے اُنکے جو حضرت کے ساتھ جنگ میں شریک تھے یا اہل سفینہ (مہاجرین حبشہ) کے جو ہمراہی حضرت جعفر آئے تھے انھیں البتہ غنیمت میں حصہ دیا۔

انھیں واقعات کے ذیل میں حضرت عمر کی بحث فضیلت کا جملہ معترضہ بھی داخل ہے جسکی کیفیت حسب ذیل زرقانی کی عبارت میں نقل کیجاتی ہے۔

ان عمر قال لاسماء بنت عمیس سبقناکم بالھجرۃ فنحن احق برسول اللہ منکم فغضبت وذکرتہ لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلیس باحق بی منکم لہ ولاصحابہ ھجرۃ واحدۃ ولکم انتم اھل السفینۃ ھجرتان

ص ۲۸۳

حضرت عمر نے حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت جعفر سے کہا کہ ہم لوگ تم لوگوں سے مرتبہ ہجرت میں بڑھے ہوئے ہیں اور ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ تم لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ سنکر اسماء بنت عمیس کو سخت طیش آیا۔ اور آنحضرت صلعم سے جاکر اسکا ذکر کیا تو آپنے ارشاد فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ میرے مستحق نہیں ہیں۔ اُنکے (عمر کے) اور اُنکے اصحاب کی صرف ایک ہجرت ہوئی ہے اور تم لوگ اہل سفینہ کی دو ہجرتیں ہوئی ہیں۔

وفد اشعریین خیبر میں

اشعریین کے اسلام لانے کے متعلق خود جلد دوم میں تحریر فرمایا گیا ہے۔

اشعریین ۷ہجری میں۔ یمن کا ایک نہایت معزز قافلہ اشعری تھا۔ ابو موسیٰ الاشعری اسی قبیلہ سے ہیں۔ ان لوگوں نے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کی بعثت کی خبر سُنی تو ترپن ۵۳ شخصوں نے مدینہ کی ہجرت کا قصد کیا۔ اس قافلہ میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری بھی تھے۔ یہ لوگ جہاز میں سوار ہوکر چلے لیکن ہوائے مخالف نے جہاز کو حبش میں پہونچا دیا وہاں حضرت جعفر طیارؓ بھی موجود تھے۔ وہ اپنے ساتھ لیکر عرب کو روانہ ہوئے۔ اسی زمانہ میں خیبر فتح ہوا تھا اور آنحضرت صلعم یہیں تشریف فرما تھے۔ چنانچہ یہیں ان لوگوں نے شرف باریابی حاصل کیا۔ سیرۃ النبی جلد دوم

معاودت حضرت جعفرؓ کے حالات نہ لکھنے کی تو یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ اسکے ذکر سے ایک بنی ہاشم کی فضیلت اور حضرت عمر کی بیجا معارضت کا اظہار ہوتا ہے لیکن وفد اشعریین کے اس مقام خاص سے مرفوع القلم فرمائے جانیکی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی حالانکہ آپکی عبارت مندرجہ بالا سے بصراحت ثابت ہوتا ہے کہ اشعریین کا وفد خاص خیبر ہی کے دوران قیام میں مشرف بزیارت ہوا ہے۔

تقسیم خمس خیبر میں بنی ہاشم کی ترجیح و واقعہ سنہ ۷ ہجری

شبلی صاحب نے ایک اور واقعہ چھوڑ دیا ہے۔ وہ خمس خیبر کی تقسیم کے متعلق ہے۔ چونکہ اس واقعہ میں بنی اُمیہ پر بنی ہاشم کی فضیلت ظاہر ہوتی تھی اور اُنکی مساوات فی الاصل والنسل کے دلائل تقیمی مستاصل ہوتے تھے اسلئے شبلی صاحب کو کف لسان ضرور تھا لیکن استخراج خمس کا عنوان تو آپ خود یہ لکھکر قائم کر چکے ہیں کہ خیبر کی زمین تمام مجاہدین پر جو اس جنگ میں شریک تھے تقسیم کر دیگئی۔ اسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خمس بھی تھا۔ ص ۳۵۰

اب اس رقم خاص کی تقسیم میں کیا واقعات پیش آئے وہ محدث شیرازی کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

ولنصیب کامل از خمس بہ بنی ہاشم و بنی المطلب ارزانی داشت چنانچہ از جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ مرویست کہ چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہم ذوی القربیٰ را از غنائم خیبر بہ بنی ہاشم و بنی مطلب داد من و عثمان بن عفان بنزد حضرت رفتیم و گفتیم ما انکار فضل برادران خویش از بنی ہاشم نمی کنیم زیرا کہ وجود شریف تو از ایشان است اما مراتبہ ما و بنو مطلب بہ نسبت تو یکے است چون است کہ ایشان را سہم ذوی القربیٰ دادی و مارا محروم گذاشتی۔ در جواب فرمود کہ بنو ہاشم و بنو مطلب نیستند۔ مگر شے واحد ہمچنین و اصابع مبارک را تشبیک فرمود و در روایتے آنکہ فرمود ما و بنو مطلب از ہم جدا نہ گشتند۔ نہ در جاہلیت و نہ در اسلام ص ۳۹۰ روضۃ الاحباب۔

آپ نے خمس کی کل رقم بنی ہاشم و بنو مطلب کو عنایت کر دی۔ چنانچہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ نے خمس کی رقم ذوالقربیٰ میں بنی ہاشم و بنی مطلب کو دیدی تو ہم اور عثمان بن عفان آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم لوگوں کو اپنے برادران بنی ہاشم کی فضیلت کا انکار نہیں ہے کیونکہ حضور کا وجود اقدس انہیں سے ہے۔ لیکن حضور کے ساتھ قرابت رکھنے کے اعتبار سے ہم اور بنو مطلب ایک ہیں۔ پھر یہ کیسے ہوا کہ اُن لوگوں کو ذوی القربیٰ کے حصے دیدیے گئے۔ اور ہم لوگ اُس سے بالکل محروم رکھے گئے۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ بنی ہاشم و بنی مطلب جدا نہیں ہیں بلکہ ایک ہی چیز ہیں جیسی کہ یہ انگلیاں (اسکے ساتھ ہی آپ نے اپنی انگلیاں جدا کرکے پھر ملا لیں) اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ہم اور بنو مطلب کبھی جدا نہ ہوئے۔ نہ جاہلیت کے ایام میں اور نہ اسلام میں۔

تقسیم غنیمت خیبر

تقسیم غنائم کی نسبت تو شبلی صاحب نے گویا کچھ بھی نہیں لکھا اور نہ اُن خاص احکام نبوی کا ذکر کیا ہے جو حصول غنائم کے متعلق نافذ فرمائے گئے تھے۔ اور نہ ارض خیبر کی نسبت کوئی تفصیلی حالت معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر واقعات کو مبہم چھوڑ دیا ہے۔ جن کا انکشاف حقیقت عام واقفیت کی ضرورت سے ہمارا فرض ہے۔ اس بناء پر ہم اُسکو پوری تفصیل کے ساتھ محدث شیرازی کی عبارت سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

فروہ بن عمر بیاضی را امر فرمود تا غنائم خیبر را در حصار نطاۃ جمع کنند۔ فروہ حسب فرمودہ بدان مہم قیام نمودہ و اقمشہ و اسلحہ و اطعمہ بسیار و نعم بیشمار جمع کردہ و دران

فروہ بن بیاضی کو حکم ہوا کہ خیبر کے تمام غنیمت کو قلعہ نطاۃ میں جمع کرو۔ فروہ نے حسب الحکم تمام اموال غنیمت کو جمع کر دیا۔ ہر قسم کے لباس مال و اسباب جنگی اسلحات اور کھانے پینے کی کثرت سے چیزیں اکٹھا ہو گئیں۔

میان صحائف متعددہ از توریت بود یہود بہ طلب آنہا
آمدند حضرت امر فرمود کہ صحائف باز گردانیدند و منادی
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در ایام جمع غنائم ندا می کرد
ادوا الخیط والمخیط فان الغلول عار و شنار و نار یوم
القیمۃ مقدار ریسمانی و سوزنی از غنیمت بامیر غنیمت بہ
رسانید و پوشیدہ و پنہان مدارید بدرستیکہ خیانت در
غنیمت موجب عار و نار و دوزخ است در روز قیامت و
بصحت رسیدہ کہ غلامی سیاہی بود کہ رحل و متاع
سفر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعہدہ او بود و در دو اسپی
آنکہ عنان دابہ حضرت نگاہ می داشت در وقت مقابلہ و لہ
کرکرہ می گفتند ۔ در آن ایام بمرد حضرت فرمود کہ وے
در آتش دوزخ است اصحاب بہ تفحص بار او مشغول شدند
و در آن میان گلیمی پشمینی یافتند کہ از غنائم پیش از قسمت گرفتہ
بود و مروی است کہ در روز سے خیبر مردے از صحابہ
وفات یافت حضرت را اعلام کردند فرمودند بر صاحب
خود نماز گذارید رنگ روے مردم متغیر شد از ین
سخن ۔ فرمود کہ این یار شما خیانت کردہ در غنیمت ۔
راوی گوید کہ متاع او را تفتیش کردیم مہرہ چند از مہرہای
یہود یافتیم کہ بدو درہم نمی ارزید ۔

و در روز جمع غنائم و اخذ سبایا حضرت فرمود کہ ہر کہ
ایمان بخدا و روز جزا دارد باید کہ آب خود را بہ زراعت
دیگرے ندہد و باید کہ از زنان سبایا ہیچ زن را وطی
نکند تا عدۃ او منقضی شود ۔ و باید کہ ہیچ چیز از
غنیمت قبل از قسمت نفروشد چون تمام غنائم جمع شد

انھیں اشیا میں توریت کے متعدد نسخے بھی تھے ۔ یہود نے اونکو
واپس مانگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اونکی کتابیں انکو
واپس دیدو پھر آپ نے جمع غنائم کی نسبت یہ عام منادی کرادی کہ اگر کسی کے
پاس تاگہ سوئی یا ایک رسی کا ٹکڑا ہے کہ بھی کوئی چیز غنیمت کے مال میں سے
ہو وہ اپنے امیر کے پاس جمع کردے ۔ کیونکہ غنیمت میں خیانت ذلت
اور معصیت اور آتش دوزخ کا قیامت میں باعث ہے اور روایت
صحیحہ سے ثابت ہے کہ ایک حبشی آپ کا غلام تھا کہ آپکی سواری اور اثنا
سفر اسی کے متعلق رہا کرتا تھا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ مقابلہ کے
وقت آپکی سواری کی لگام پکڑے رہتا تھا ۔ اُسکا نام کرکرہ تھا ۔ وہ اتفاقاً
اُسدن مر گیا آپنے فرمایا کہ وہ جہنم میں ہے لوگ متعجب ہوکر اُسکی تفتیش حال
کرنے لگے تو اُسکے پاس ایک اونی کمل پایا گیا جسکو اُسنے تقسیم غنیمت سے قبل
اپنے پاس چھپا رکھا تھا اور یہ بھی منقول ہے کہ اُسیدن ایک صحابی نے انتقال
فرمایا آنحضرت صلعم کو خبر کیگئی ۔ آپنے ارشاد فرمایا تم لوگ اپنے رفیق
کی نماز پڑھ لو ۔ یہ ارشاد سنکر سب کے چہرے متغیر ہوگئے یہ رنگ دیکھکر
آپنے فرمایا کہ تمہارے رفیق نے غنیمت میں خیانت کی ہے ۔ لوگ تلاش
کرنے لگے تو اُسکے اسباب میں یہود کی چند انگوٹھیاں پائی گئیں
جو دو درم کی قیمت کی نہیں تھیں ۔

جمع غنائم اور گرفتاری اسرا کے متعلق آپنے اپنی زبان مبارک سے یہ
اعلان فرمایا تھا کہ جو شخص خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہے اُسکو چاہیے کہ
اپنا پانی دوسرون کی زراعت پر نہ نقصان کرے اُسکو چاہیے کہ اسیر لونڈیون
مین سے کسی کے ساتھ مقاربت نہ کرے جبتک کہ ایام عدت اُسکے پورے
نہ لیں اور غنیمت کی کوئی چیز قبل از تقسیم نہ فروخت کرے ۔ جب تمام
مال غنیمت جمع ہوگیا تو آپنے زید بن ثابت کو حکم دیا کہ اہل لشکر کی تعداد
کو شمار کرو شمار کیا گیا تو چودہ سو آدمی تھے ۔ پس آپنے تمام و کمال اموال

زید بن ثابت را امر فرمود - مردے را یک سہم وا سپے را دو سہم و زنان را کہ بہ جہت خدمت اہل لشکر و تداوی مرضے و جرحے ہمراہ شدہ بودند چیزے عطا فرمود. لیکن سہم بایشان نداد و در بعض کتب سیر است کہ ایشان را نیز داخل سہام گردانید ۲۸۹ لکھنؤ

غنیمت جملہ اہل لشکر پر اس طرح تقسیم فرمادی کہ پیدل کو ایک حصہ اور سوار کو دو حصہ عنایت کئے۔ عورتوں کو جو اہل لشکر کی خدمت اور علاج مرض و جراحت کی ضرورت سے ہمراہ آئی تھیں کچھ معاوضہ کے طور پر عنایت ہوا لیکن اُنکو حصہ نہیں دیا گیا۔ اور بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ اُنکو بھی سہم غنیمت میں داخل کیا۔

تمام روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ غنیمت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے ایک ہی حصہ لیا معمولی پیدل سپاہی کے برابر۔ یہ رسالت کی عادلانہ مساوات تھی۔ شبلی صاحب بلاذری کی سند سے لکھتے ہیں۔

ولرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہم احدھم　　آنحضرت صلعم کا حصہ بھی عام لوگوں کی طرح ایک حصہ تھا۔

سنن ابوداؤد کے حکم ارض خیبر کے ذکر میں بھی مرقوم ہے۔

النبی صلعم معھم لہ سہم کسہم احدھم۔　　آنحضرت صلعم بھی مجاہدین کے ساتھ تھے۔ اور آپ کا سہم بھی ایک آدمی کے سہم کے برابر تھا۔

خیبر میں بعض احکام فقہیہ کا نزول

شبلی صاحب نے موقع خیبر کو بعضے احکام فقہیہ کے نزول کا خاص موقع بھی بتلایا ہے۔ آپ کی عبارت یہ ہے۔

(۱) ارباب سیر نے غزوہ خیبر کے تذکرہ میں عموماً ذکر کیا ہے کہ اس موقع پر متعدد جدید فقہی احکام نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکی تبلیغ کی اُنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) پنجہ دار[1] جانور حرام ہو گئے۔

(۲) درندہ جانور حرام ہو گئے۔

(۳) گدھا اور خچر حرام ہو گیا۔

(۴) اب تک معمول تھا کہ لونڈیوں سے فوراً تمتع جائز تھا۔ اب استبرا کی قید ہو گئی یعنی اگر وہ حاملہ ہے تو وضع حمل تک۔ ورنہ تین مہینوں تک تمتع جائز نہیں۔

(۵) سونے چاندی کا بہ تفاضل خریدنا حرام ہوا۔

(۶) بعض روایتوں میں ہے کہ متعہ بھی اسی غزوہ میں حرام ہوا۔

---

[1] پنجہ دار لفظ صحیح المعنی اور قریب المفہوم نہیں۔ اس لئے کہ ہر جانور پنجہ دار ہے اسلیئے کہ اُسکے پنجے ہوتے ہیں۔ پنجہ کش ہونا چاہیے تھا۔ جو پنجہ سے شکار کرنیوالے جانور کی تخصیص بتاتا ہے۔　الموٗلف عفی عنہ

ہم کو شبلی صاحب کی اس فہرست میں کسی کی حرمت کی نسبت تصریح و تشریح کی ضرورت نہیں۔ صرف آخر نمبر ۲ حرمت متعہ کی حقیقت کا انکشاف کرنا ہے۔ شبلی صاحب تو اپنی عادت کے مطابق اس مختلف فیہ مسئلہ کی حرمت لکھکر اپنی کتاب میں گویا قائم کر گئے۔ حالانکہ بعض روایتوں نہیں ہے۔ صاف صاف بتلا رہا ہے کہ یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور اسکی حرمت دینی قطعی ثابت نہیں جسطرح اور محرمات کی لیکن آپکو تائید عقاید اور تقلید اسلاف منظور ہے اسلئے باوجود اعتراف اختلاف کے آپنے مثل اور محرمات کے اسکو بھی داخل کتاب کر ہی دیا۔ اب دیکھیے خیبر میں متعۃ النساء کی حرمت کا نازل ہونا۔ آپ ہی کے علما کی اسنادوں سے کہاں تک ثابت ہے۔ جسکو آپ اس دلیری سے بغیر کسی حوالے کے لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ذیل کی عبارت۔

فی صحیح البخاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نھی عن متعۃ النساء یوم خیبر و عن اکل الحمار الانسیۃ	صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خیبر میں متعۃ النساء اور خر اہلی کا گوشت کھانے سے ممانعت فرمائی۔

علامہ عینی شارح صحیح بخاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قال ابن عبد البر و ذکر النھی عن المتعۃ یوم خیبر غلط و قال السھیلی النھی عن المتعۃ یوم خیبر لا یعرفہ احد من اھل السیرۃ و رواۃ الاثر و قد روی الشافعی عن مالک باسنادہ عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نھی یوم خیبر عن اکل لحوم الحمر الاھلیۃ لم یزد علی ذلک و سکت عن قصۃ المتعۃ و فی زاد المعاد لابن القیم قال قاسم ابن اصبغ قال سفیان بن عیینۃ یعنی انہ نھی عن لحوم الحمر الاھلیۃ زمن خیبر لا عن نکاح المتعۃ ذکرہ ابو عمر فی التمھید	حافظ ابن عبد البر کا قول ہے کہ بروز خیبر متعۃ النساء سے ممانعت کا ہونا قول غلط ہے۔ علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ اہل سیر و تاریخ اور رواۃ اثر میں سے کوئی بھی اس بات کو نہیں جانتا کہ بروز خیبر متعۃ النساء سے ممانعت کی گئی ہو۔ اور امام شافعی نے اپنے اسناد کے ساتھ مالک سے حضرت علیؑ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خیبر کے دن صرف گوشت خر کے استعمال سے ممانعت فرمائی اور اس حدیث میں متعۃ النساء کی ممانعت کا کوئی ذکر نہیں ہے اور زاد المعاد ابن قیم میں ہے کہ سفیان بن عینیہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جنگ خیبر کے زمانہ میں گوشت خر کے استعمال سے ممانعت فرمائی ہے۔ نکاح متعۃ النساء سے ممانعت نہیں کی۔ جیسا کہ ابو عمر ابن عبد البر نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔

تاریخ احمدی صفحہ ۶۳

جنگ خیبر بالکل دفاعی تھی

شبلی صاحب نے خیبر کے عنوان ہی میں غزوۂ خیبر پر سیاسی جنگ کا ہلکا سا رنگ چڑھا دیا ہے مگر پھر جیسے جیسے واقعات لکھتے گئے ہیں اور سمجھتے گئے ہیں۔ انپر اسکی دفاعی اور حفاظت خود اختیاری کی حقیقت روشن ہوتی گئی ہو نتیجہ یہ ہی ہے کہ آپ کے اس خیال و قیاس کی تنقید کر دی ہے۔ لیکن آپکو خود اپنی اس غلط فہمی کا خیال لگا تھا چنانچہ حالات خیبر کے خاتمہ پر۔ جب آپنے اسکو ایام محرمات میں واقع ہونے پر بحث کی ہے۔ تو آپ کو اس کی دفاعی

ہونے کی حقیقت کا اقرار کرنا پڑا ہے۔ ملاحظہ ہو اپنی حسب ذیل عبارت۔

ایک اور نکتہ۔ اس قدر عموماً مسلّم ہے کہ خیبر کا واقعہ محرم میں پیش آیا یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم جب مدینہ سے نکلے تو محرم کی اخیر تاریخیں تھیں محرّم میں لڑائی شرعاً ممنوع ہے۔ اسلیئے محدثین اور فقہا میں اسکی توجیہ کے متعلق اختلاف پیدا ہوا۔ بہت سے فقہا کا یہ مذہب ہے کہ اوائل میں البتہ ان مہینوں میں لڑائی ممنوع تھی لیکن پھر وہ حکم منسوخ ہوگیا۔ ابن القیم نے لکھا ہے کہ حرمت کا پہلا حکم جو نازل ہوا تھا وہ اس آیت کے رُو سے تھا۔

قل قتال فیہ کبیر وصدّ عن سبیل اللہ — کہدو کہ اس مہینہ میں لڑائی گناہ ہے اور خدا کی راہ سے روکنا ہے

پھر سورۂ مائدہ میں یہ آیت اُتری

یاایہا الذین اٰمنوا لاتحلوا شعائر اللہ ولا الشہر الحرام — مسلمانو۔ خدا کی حدبندیوں اور ماہ حرام کی بیحرمتی نہ کرو۔

یہ پچھلی آیت پہلی آیت کے آٹھ برس بعد نازل ہوئی۔ اس وسیع زمانہ تک تو حرمت کا حکم باقی رہا۔ اب وہ کونسی آیت یا حدیث ہے جس سے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ ولیس فی کتاب اللہ ولا سنۃ رسولنا نسخ لحکمہا اور خدا کی کتاب اور حدیث میں ان آیتوں کے حکم کا کوئی ناسخ نہیں ہے۔

مجوزین نے یہ استدلال کیا ہے کہ فتح حرم۔ طائف کا محاصرہ۔ بیعۃ الرضوان سب ماہ حرام میں ہوئے تھے اسلیئے اگر ماہ حرام میں لڑائی جائز نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم انکو کیونکر جائز رکھتے۔ حافظ ابن القیم نے جواب دیا ہے کہ ماہ حرام میں ابتدائً جنگ کرنا حرام ہے لیکن اگر دشمن کا دفعیہ مقصود ہے تو بالاتفاق جائز ہے۔ وہ سب واقعات دفاعی تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشدستی نہیں کی تھی بلکہ دفاع کیا تھا۔ بیعت رضوان اسی لئے لی گئی تھی کہ یہ خبر مشہور ہوگئی تھی کہ کفار نے حضرت عثمان کو جو سفیر ہوکر گئے تھے۔ قتل کردیا تھا۔ طائف کا محاصرہ کوئی مستقل جنگ نہ تھی۔ بلکہ غزوہ حنین کا بقیہ تھا جس میں خود کفار ہر طرف سے جمع ہوکر حملہ آور ہوئے تھے۔ فتح حرم کا واقعہ حدیبیہ کی شکست صلح کا نتیجہ تھا جسکی ابتدا کفار نے کی تھی۔

حافظ ابن القیم نے نہایت صحیح جواب دیا۔ لیکن خاص خیبر کے معاملہ میں اس گرہ کو نہ کھول سکے اور بحث ہنفصل رہ گئی۔ حافظ ابن القیم کے استاد علامہ ابن تیمیہ کو بھی اسموقع پر اشتباہ ہوا۔ انھوں نے الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے جسقدر لڑائیاں کیں سب دفاعی تھیں صرف بدر اور خیبر اس سے مستثنیٰ ہیں لیکن اگر علامہ موصوف زیادہ استقصا کرتے تو ثابت ہوتا کہ بدر اور خیبر بھی مستثنیٰ نہیں۔ بدر کا بیان اوپر گذر چکا ہے خیبر کے ما سبق واقعات کو ترتیب پر دیکھو تو صاف نظر آجائیگا کہ یہود اور غطفان مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر چکے تھے۔

ــــــــــــــــــــــــ

ا؎ شبلی صاحب کے اس نکتہ پر یکو یہ نکتہ لگانا ہو کہ شبلی صاحب دیباچہ میں اہل سیرت پر واقعات کے معلل نہ لکھنے کا الزام لگاتے ہیں اور اسکے عدم اندراج

وادی القریٰ اور فدک کے معاملات

وادی القریٰ اور فدک کے معاملات

غزوۂ خیبر کے بعد۔ وادی القریٰ۔ تیما اور فدک کے واقعات یکے بادیگرے پیش آئے اور حقیقۃً یہ تمام واقعات خیبر کے سلسلۂ وقائع کے ساتھ منسلک ہیں لیکن چونکہ ان میں فدک کے واقعات بھی داخل ہیں جبکا تفصیلی بیان شبلی صاحب کے مُدعائے تالیف کے لئے جسقدر ضرر رسان ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اسلئے آپ اس وادی کو بڑی سُرعت کے ساتھ طے کر جاتے ہیں۔ چونکہ تاریخ لکھ رہے ہیں انکار تو ممکن نہیں تھا اس لئے وادی القریٰ کے ساتھ فدک کا نام تو ضرور لکھ دیا گیا۔ مگر بیان کچھ بھی نہیں۔ ملاحظہ ہو آپکا حسب ذیل عنوان اور اُسکا طرز بیان۔

وادی القریٰ اور فدک

تیما اور خیبر کے درمیان ایک وادی ہے جسمیں بہت سی بستیاں آباد ہیں اُنکو وادی القریٰ کہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں یہاں عاد و ثمود آباد تھے۔ یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ ثمود و عاد کے آثار اب بھی باقی ہیں۔ اسلام سے پہلے ان بستیوں میں آکر یہود آباد ہوئے اور زراعت و آب رسانی کو بہت ترقی دی۔ اور اب یہ یہود کا خاص مرکز بن گیا تھا۔ (بحوالہ معجم البلدان لفظ قریٰ)

خیبر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وادی القریٰ کا رُخ کیا لیکن لڑنا مقصود نہیں تھا۔ مگر یہود پہلے سے تیار تھے۔ اُنھوں نے فوراً تیر اندازی شروع کر دی۔ آنحضرت صلعم کا (کی) محمل آپ کا غلام (مدعم) اُتار رہا تھا کہ ایک تیر آیا اور وہ جان بحق ہوئے۔ مورخین نے یہود کی تیاری کا ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن امام بیہقی نے صاف تصریح کی۔ وقد استقبلتنا یھود بالرمی ولم نکن علی تعبیۃ یہود ہمارے مقابلہ کو تیر چلانے لگے اور ہم تیار نہ تھے۔
بہر حال جنگ شروع ہو گئی لیکن تھوڑے سے مقابلہ کے بعد یہود نے سپر ڈال دی اور خیبر کے شرائط کے موافق صلح ہو گئی۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۶۸

فدک کے خاص معاملات۔

تیما میں کیا ہوا۔ فدک میں کیا گذری۔ کچھ بھی نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہوا کہ خیبر کی شرائط کے موافق اہل فدک سے بھی صلح ہو گئی۔ شبلی صاحب کی موقع شناسی بیشک قابل داد ہے آپنے فدک کے معاملات میں صرف مصالحت کی ظاہری صورت اجمالی قائم کر کے اسکو خیبر کے معاملات کے موافق بتلا دیا۔ اسلئے کہ اس ظاہری تمثیل کا پردہ حقیقت حال پہ پڑ جائے اور اصل واقعیت نہ معلوم ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷) اُنکی بے اعتنائی کا باعث بتلاتے ہیں ہم تبصرہ دیباچہ میں عرض کر چکے ہیں۔ پھر یہاں اُسکی ذرا سی یاد دہانی کر دیجاتی ہے کہ ان تمام اہم تاریخی واقعات میں تو آپ ہی کی تحریر سے آپکے معاون نہ بتلانے کا الزام خاصکر آپکے محمد شبلی و رفقاء نجریہ کے سر جاتا ہے۔ پھر کیا سیرت والوں کو ملزم کرنا کیا معنی۔ المولف عفی عنہ

اسمین کلام نہین کہ صلح خیبر مین بھی ہوئی تھی اور فدک مین بھی۔ لیکن اُن دونون مین جو فرق امتیازی تھا وہ لکھکر تبلایا گیا۔ اس لئے کہ آپ کے مقاصد و مطالب کے مخالف تھا۔ حالانکہ تمام عربی تاریخ و حدیث کی کتابین اس فرق کو بالاتفاق تبلا رہی ہین۔ تاریخ ابن ہشام مین ہے۔

قال ابن اسحق فلما فرغ رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم من خیبر قذف الله الرعب فی قلوب اهل فدك حین بلغهم ما اوقع الله تعالی باهل خیبر فبعثوا الی رسول الله صلعم یصالحونه علی النصف من فدك فقدمت علیه رسلهم بخیبر او بالطریق او بعد ما قدم المدینة فقبل ذلك منهم فكانت فدك لرسول الله صلی الله علیه وآله وسلم خالصة لانه لم یوجف علیها بخیل ولا ركاب۔

ابن ہشام جلد دوم ص ۱۹۵

ابن اسحق کہتے ہین کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملات خیبر سے فراغت پائی تو خداوند عالم نے اہل فدک کے قلوب مین ایسا رعب پیدا کر دیا کہ اُنھون نے خود لنصف حاصل فدک پر مصالحت کرنیکے لئے آنحضرت صلعم کیخدمت مین کہلا بھیجا۔ چنانچہ اُنکو گوئی قاصد حاضر خدمت ہوا۔ بعض کہتے ہین کہ قیام خیبر ہی کے زمانہ مین آیا۔ اور بعض کہتے ہین کہ راستہ مین شرفیاب خدمت ہوا اور بعض کہتے ہین کہ مدینہ مین آپکے داخلہ کے بعد شرف حضوری سے بہرہ اندوز ہوا بہرحال آنحضرت صلعم نے اُنکی درخواست کو قبول فرمالیا لیکن فدک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خالصہ قرار پایا۔ اسلئے کہ اُسمین جنگ جہاد اور سوار و پیادہ سے کام لینے کی ضرورت نہین ہوئی۔

زرقانی بھی شرح مواہب لدنیہ مین ابن اسحق کا یہی قول نقل کرتے ہین۔ طبری مین بھی بجنسہ یہی الفاظ ہین۔

فكانت فدك لرسول الله خالصة لانه لم یوجف علیها بخیل ولا ركاب۔　　طبری ص ۱۵۸۹ جز من

فدک جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خالصہ قرار پایا اس لئے کہ بغیر لشکر کشی کے حاصل ہوا تھا۔

تاریخ ابو الفدا مین ہے۔

كان فتح خیبر فی صفر سنة سبع للهجرة وسأل اهل خیبر رسول الله صلعم الصلح علی ان یساقیهم علی النصف من ثمارهم ویخرجهم متی شاء ففعل ذلك وفعل ذلك اهل فدك وكانت خیبر للمسلمین وكانت فدك خاصة لرسول الله لانها فتحت بغیر ایجاف خیل۔　　(بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۱۴۳ لکھنو)

خیبر ماہ صفر سنہ ۷ھ مین فتح ہوا۔ اور اہل خیبر نے پیغمبر صاحب سے اس شرط پر صلح کرنی چاہی کہ اُنکو اُنکے باغات کے پھل النصف ملا کرینگے۔ اور آنحضرت صلعم جب چاہین اُنکو خارج البلد کر دین چنانچہ اُنکی درخواست منظور کر لیگئی اور ایسا ہی معاملہ اہل فدک کے ساتھ بھی ہوا یا۔ خیبر کی آمدنی مسلمانون کے لئے تھی۔ اور فدک کی خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے۔ اسلئے کہ وہ بغیر حرب و ضرب فتح ہوا تھا۔

ان تاریخی مشاہدات کی جلوہ نمائیون سے شبلی صاحب کے استخفاف حقیقت کا پورا انکشاف ہوگیا اور مورخ ابو الفدا

کی عبارت سے جو فرق امتیازی صلح خیبر اور مصالحہ فدک کے درمیان واقع ہے وہ پورے طور سے ظاہر ہوگیا۔ اور ثابت ہوگیا کہ صلح تو دونوں معاملات میں ہوئی۔ لیکن خیبر کی مصالحت سے جو جائداد حاصل ہوئی وہ عام اسلامی املاک قائم ہوئی اور فدک کے مصالحہ سے جو محاصل قبضہ میں آئی وہ خاص رسول اللہ صلعم کی جائداد قرار پائی۔

چونکہ عموماً معاملہ فدک سے اور خصوصاً استظہار و استقرار خالصہ رسول اللہ سے شبلی صاحب کے ایک اعظم ترین اُصول عقائد کی بیخکنی ہوتی تھی۔ اس لئے آپنے خالصہ کے لفظ کو کیا اُسکے ذکر ہی کو مرفوع القلم فرمادیا۔ اور یہ آپکی موقع شناسی پیش بینی۔ مآل اندیشی۔ تقلید اسلاف اور تعلیم اخلاف کے اعتبار سے بہت ہی ضروری تھا۔ اس لئے فدک کے معاملات کو مختصر لفظوں میں خیبر کے واقعات کا مماثل بتلا کر قصہ ختم اور تحقیق کا دروازہ بند کردیا گیا۔ لیکن ع کجا ماند آن

رازے کز و سازند محفلہا۔

آخر شبلی صاحب خود ہی کھل پڑے۔ اسمدقع پر تو نہین۔ جلد دوم مین پہونچکر **متروکات رسولؐ** صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذکر مین پہونچکر۔ اس بتدا کی خبر نکالی گئی جسکو ہم بہت جلد اپنے سلسلۂ بیان مین آگے نقل کرتے ہین۔ ابھی ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان کو قائم رکھنا ضروری سمجھتے ہین۔

ہبہ فدک سنہ ہجری

ہبہ فدک کے واقعات حسب ذیل ہین۔ امام جلال الدین السیوطی تفسیر در منثور مین لکھتے ہین۔

اخرجہ البزاز وابو یعلی وابن ابی حاتم عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت ھذہ الآیۃ وآت ذاالقربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک

بزاز۔ ابو یعلی اور ابن ابی حاتم نے ابی سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذالقربی حقہ نازل ہوا تو پیغمبر صاحب نے فدک کی جائداد حضرت فاطمہؑ کو عطا کی۔ تاریخ احمدی ص ۴۴

تنہا امام سیوطی ہی نے اس واقعہ کو نہین لکھا ہے۔ بلکہ اور محدثین نے بھی مثل امام حاکم اور مُلّا علی متقی وغیرہم نے بھی اسکو قلمبند کیا ہے۔ چنانچہ مُلّا علی مُتقی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

فی کنز العمال للشیخ علی متقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وآت ذاالقربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم۔

شیخ علی متقی نے کنز العمال کی کتاب الاخلاق کی فصل صلۂ رحم مین لکھا ہے کہ ابوسعید خدری نے روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذالقربی حقہ نازل ہوا تو جناب رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہؑ سے ارشاد کیا کہ اے فاطمہؑ فدک مین نے تجھے دیدیا۔

اگرچہ امام حاکم نے محض مختصر الفاظ مین بالکل سرسری طور پر اس واقعہ کا اعتراف کیا ہے۔ اُتنا بھی نہین جتنا امام سیوطی نے الخصوص ابوسعید کی زبانی بزاز۔ ابویعلی اور ابن ابی حاتم کی اسناد سے مندرج فرمایا ہے لیکن

ہم اس مختصر سی کو بہت غنیمت سمجھتے ہیں۔

اب اس واقعہ کی اصل تفصیل۔ کتاب معارج النبوۃ۔ ملا معین ہروی ثم اللاہوری کے ذکر وقائع سنہ ہجری سے حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

در مقصد اقصی بہ این عبارت مذکور است بعضے گویند کہ حضرت رسول خدا صلعم بسوے خیبر امیر المومنین علیؑ را فرستاد و مصالحہ بر دست حضرت امیر واقع شد بر آن نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشان نہ کند و حوائط و خواص از آن رسولؐ باشد پس جبرئیل نازل شد و گفت کہ حق تعالے می فرماید کہ حق خویشان بدہ۔ رسول اللہ گفت خویشان من کیستند و حق ایشان چیست۔ جبرئیلؑ گفت فاطمہؑ است حوائط فدک را با و دہ و آنچہ از خدا و رسولؐ اوست در فدک ہم باو بدہ۔ پیغمبرؐ فاطمہ را بخواند و برائے وے حجت نوشت و آن وثیقہ کہ فاطمہؑ بعد از وفات رسولؐ پیش ابو بکر صدیق آورد و گفت این کتاب رسولؐ خدا است کہ برائے من و حسنؑ و حسینؑ نوشتہ است۔

مقصد اقصے میں مرقوم ہے کہ بعضوں کا قول ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت امیر المومنین علیؑ کو حوالی خیبر میں بھیجا اور وہاں مصالحت آپ ہی کے توسط سے ہوئی۔ اس شرط و اقرار سے کہ حضرت امیرؑ انکے قتل کا ارادہ نکرینگے اور وہ علاقہ خالصۂ رسولؐ قرار پائے پس حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا کہ حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اپنے قرابتداروں کا حق دیدو۔ رسول اللہ صلعم نے پوچھا کہ میرے قرابتدار کون ہیں اور انکا حق کیا ہے حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ فاطمہؑ ہیں۔ حوائط فدک انکو دے دو اور جو کچھ خدا رسولؐ کا حق اسمیں ہے وہ بھی انھیں کو دیدو پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ زہرا کو بلایا اور انکے لئے ایک وثیقہ لکھدیا۔ یہ وہی وثیقہ تھا جسکو حضرت رسولؐ خدا کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابو بکر صدیق کے سامنے پیش کیا تھا اور بیان کیا تھا کہ یہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وثیقہ ہے جسکو آپنے میرے اور حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کیلئے تحریر فرمایا ہے۔

بالکل یہی عبارت۔ تاریخ حبیب السیر اور تاریخ روضۃ الصفا میں بھی مرقوم ہے منقول از کتاب تشئید المطاعن ج ۲ مطبوعہ لدھیانہ ص ۴۷۳

ہبہ فدک کی یہ حقیقت حال تھی جو اتنے متواتر اور معتبر اسنادوں سے لکھی گئی۔ اب شبلی صاحب نے اسکے متعلق جلد دوم میں جو گلفشانی فرمائی ہے وہ یہ ہے۔ جلد دوم صفحہ ۱۶۴ میں مرقوم ہے۔

بہرحال اگر متروکات میں تھیں تو یہی تین چیزیں۔ کچھ زمین۔ سواری کے جانور۔ اور ہتیار زمین حضرت عمر بن حارث نے جس زمین کا ذکر کیا ہے۔ وہ مدینہ۔ خیبر اور فدک کے چند باغ تھے۔ مدینہ کی جائداد سے بنو نضیر کی جائداد مراد ہے۔ یا مخیرق نام ایک یہودی نے ۳ سنہ ہجری میں (غزوۂ احد کے موقع پر) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چند باغ وصیتہً ہبہ کردیے۔ مراد ہیں لیکن صحیح روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ باغ اسیوقت مستحقین کو تقسیم کردیے تھے (بحوالہ بخاری وفتح الباری جلد ۶ ص ۱۴۰ و دیکھو نیز بخاری میں کتاب المغازی ذکر تفسیر)

فدک اور خیبر کی نسبت ابتدا ہی سے شیعہ اور اہل سنت مین اختلاف ہے۔ شیعہ کہتے ہین آپ کی ذاتی جائداد تھی اور وراثت کے طور پر اہلبیت پر تقسیم ہونی چاہیئے (چاہتی تھی)۔ اہل سنت کہتے ہین کہ بطور ولایت اسلامی آپ کے قبضہ مین تھی۔ اور ذاتی ہو بھی تو آپ نے خود اقرار فرمایا تھا کہ ہمارا جو ترکہ ہو وہ صدقہ ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ اختلاف خود صحابہ کے زمانہ مین پیدا ہو چکا تھا۔ حضرت عباس آپکے چچا۔ حضرت فاطمہ صاحبزادی اور اکثر ازواج مطہرات مدعی تھین کہ اس جائداد کو بطور وراثت تقسیم ہونا چاہیئے۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر اور دیگر اکابر صحابہ نے کہا کہ یہ وقف عام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانہ حیات مین ان تینون جائداد کی آمدنی مختلف مدون مین متعین کر دی تھی۔ بنو نضیر کی آمدنی ناگہانی ضرورت کے لئے مخصوص تھی۔ فدک کی آمدنی مسافرون کے لئے وقف تھی۔ خیبر کی آمدنی کو آپ تین حصون مین تقسیم کرتے تھے۔ دو حصے عام مسلمانون کے لئے تھے اور ایک حصہ ازواج مطہرات کو سالانہ مصارف کے لئے ملتا تھا۔ اسمین سے جو بچ جاتا تھا وہ غریب مہاجرین کے کام آتا تھا۔

آخر مین حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت مین حضرت علیؑ اور حضرت عباس کے اصرار پر مدینہ کی جائداد اُن دونون کی تولیت مین دیدی تھی۔ لیکن حضرت علیؑ نے اُسپر قبضہ کر لیا تھا۔ خیبر اور فدک بدستور حضرت عمر ابن عبد العزیز کے زمانہ تک خلفا کے ہاتھ مین رہے۔ بحوالہ سنن ابو داؤد۔

ص ۱۴۷ پھر اسی صفحہ کے حاشیہ مین ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے فدک سادات کو دیدیا تھا۔ سیرۃ النبی جلد دوم

حقیقت تو چھپ ہی نہین سکتی۔ لیکن اُسکے ساتھ اُسکے چھپانے کے انداز بھی نہین چھپ سکتے۔ شبلی صاحب کی مرقومہ بالا عبارت کو پڑھ ڈالئے تو ثابت ہو جائے گا کہ آپکے دعوے کو نہ اُسکی دلیل سے کوئی واسطہ ہے اور نہ آپکے سلسلہ بیان کے ایک سلسلہ کو دوسرے سلسلہ سے کوئی مناسبت۔ یہی بے ربطی اس مسئلہ کی لاجوابی کی قطعی دلیل ہے حقیقت کا بے حقیقت وجود کالعدم اور واقع کا غیر واقع ثابت کرنا محال ہے۔ آپنے جس عنوان سے اس بحث کی ابتدا کی ہے وہ آپ کے اضطراب اور پیچ و تاب کو صاف بتلا رہا ہے۔ آپ لکھتے ہین۔

"اگر متروکات تھین تو یہی تین چیزین۔ کچھ زمین۔ سواری کے جانور اور ہتھیار" اگر کے حرف شرط سے آپ کا عنوان بیان ظاہر کر رہا ہے کہ آپ متروکات رسولؐ کا ذکر کرنا نہین چاہتے۔ اور انکو قطعی لا وجود سمجھتے ہین۔ لیکن تمام کتابون مین منقول و مذکور ہونگی وجہ سے مجبور ہین۔ دیکھئے حقیقت تھی۔ چھپ نہ سکی۔ آپ نے چھپانے کا قصد کیا وہ بھی نہ ہوا۔ اس طرح کہ آپ ہی نے اپنے ہی دست و قلم سے ڈھائی صفحون کے رو و پشت پر متروکات رسولؐ صلعم کی تفصیلی فہرست قلمبند فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو جلد دوم از صفحہ ۱۴۷ تا صفحہ ۱۵۱۔ تو "اگر تھین" کا جملہ شرطیہ پہلے لگانے سے کیا حاصل ہوا۔ بہرحال۔ آگے چلیئے۔

گویا آپ کی طول طویل تفصیل فہرست متروکات مندرجہ جلد دوم سے ظاہر ہو گیا کہ آپ کے نزدیک اتنی چیزیں متروکات رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ثابت ہیں۔ اب آپ کی یہ پیش کردہ فہرست ایک طرف رکھی جائے اور حضرت عائشہ کی وہ خاص روایت جسکو آپ نے سنن ابوداؤد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دینارا ولا درھما ولا بعیرا ولا شاۃ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت وفات کوئی چیز از قسم دینار و درہم اور اونٹ اور بکری کے نہیں چھوڑی

ایک طرف رکھی جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ تصریح صدیقہ کے خلاف نبی صلعم کی وفات کے بعد گھر میں عضبا کے ایسی مشہور و معروف اونٹنی موجود تھی۔ ایک خچر بھی تھا جس کا نام عفیر تھا۔ ایک استر بھی تھا جس کا نام دُلدل تھا۔ اور غالباً آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سے لیکر معرکہ کربلا تک زندہ تھا۔ [۵] ایک گھوڑا بھی اصطبل میں تھا جس کا نام لحیف تھا۔ اور وہ بقول آپکے ابی ابن عباس کے باغ میں بندھا تھا اور جس کا ذکر امام بخاری نے کتاب الجہاد میں کیا ہے۔ ان کے علاوہ اسلحات بھی تھے۔ اور متعدد۔ جن کے جدا جدا نام آپ نے اپنی فہرست مندرجہ میں گنوائے ہیں۔ تو اب آپ کی طویل فہرست حضرت عائشہ کی مختصر حدیث سے مقابل کیجاوے تو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی پیش کردہ فہرست اُم المومنین کی حدیث کی مخالف ہے اور اُم المومنین کی حدیث آپ کی فہرست کی معارض۔ تو اب دونوں میں سے کس پر اعتبار کیا جاوے۔ تدوین کتاب کے وقت یا تو اُم المومنین کی حدیث کی نقل کافی سمجھی جاتی۔ اپنی فہرست نہ کھدی جاتی۔ یا اپنی فہرست لکھی جاتی اور اُم المومنین والی حدیث ترک کردی جاتی۔

شاید یہ تاویل کیجائے کہ حدیث میں بعیر (اونٹ) کا لفظ ہے۔ ناقہ (اونٹنی) کا لفظ نہیں ہے۔ اور یہاں اونٹنی (عضباء) پائی جاتی ہے اسی طرح گدھے خچر۔ اور گھوڑے کی موجودگی کے لئے یوں بات بنائی جائے کہ حدیث عائشہ میں تو صرف اونٹ اور بکری کا نہ ہونا لکھا ہے۔ دوسرے جانور کا ذکر نہیں تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں اور ایک بچہ بھی آپ کو سمجھا سکتا ہے کہ یہ تاویلات بالکل لغویات ہیں اور سراپا مہملات بقول غالب مرحوم ؎

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے۔

---

[۵] باتفاق فریقین منقول ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد دُلدل اسطرف اُسطرف دوڑنے لگا تو عمر سعد نے یہ دیکھکر لوگوں سے کہا کہ اسکو احتیاط سے پکڑ لو اور آرام سے رکھو اس لئے کہ مرکب رسول اللہ صلعم ہے۔ خیریت سے کوئی صاحب جنگجو ابھی وہاں موجود تھے کہنے لگے تعجب ہے کہ تونے رسول اللہ کے نواسے کو تو ذبح کردیا۔ کوئی تعظیم نہیں کی۔ اور سواری کا کوئی درد تجھ کو آیا۔ اب اس خچر کی تجھے اس قدر تکریم و منزلت آداب و احترام اور آرام و حفاظت منظور ہے۔ فاعتبروا المولف عفی عنہ

حدیث عائشہ کے خلاف جو حدیث آپ نے بخاری کی کتاب الجہاد سے بحوالہ عمر بن حریث لکھی ہے - وہی آپ کے مطلب کے لئے بالکل مفید تھی کیونکہ اسمین جعلہا صدقۃ کا فقرہ موجود تھا - اور یہی آپ کی تمام قلمکاریون کا اصل مدعا تھا - حدیث عائشہ مین تو یہ فقرہ موجود بھی نہین - اور اسمین اتنے مناقضات داختلافات موجود تھے تو پھر اس حدیث عائشہ کو عمر بن حریث کی حدیث کی موجودگی مین لکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی ؟ آپکے اس خلط مبحث اور اجتماع اختلافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلسلہ بیان واستدلال مین ضعف وبے ربطی پیدا ہوگئی - وہان کوئی اونٹ یا کوئی جانور نہین تھا - یہان اصطبل مین مختلف جنس وقسم کے اتنے جانور نکل آئے -

اسلحات کے متروکات مین تو ام المومنین ایک نام بھی نہین لیتین - لیکن آپ اپنی فہرست مین ۹ عدد تلوارین چھ عدد کمانین ایک ترکش جسکا نام کافور تھا - ایک کمر سے لگانے کی چمڑے کی پیٹی - جس مین چاندی کے حلقے لگے تھے ایک ڈہال جسکا نام زلوق تھا - پانچ عدد برچھیان - دو عدد لوہے کی مغفر - ایک کا نام سوشح دوسرے کا سبوغ - ان کے علاوہ - سات تیغے جنکو آپ لڑائی مین پہنتے تھے - ان مین سے ایک دیبائے سبز کا تھا ایک سیاہ علم جسکا نام عقاب تھا - اور بھی سفید وسیاہ علم تھے - لکھکر بتاتے ہین اور یہ سب چیزین متروکات رسول صلعم مین بلکہ مجموعاً انتیس[۲۹] ثابت ہوتی ہین - مگر حضرت عائشہ صدیقہ ان مین سے ایک کا ذکر کیسا نام بھی نہین لیتین -

شبلی صاحب نے متروکات کی فہرست ابھی تمام نہین کی - دو چیزین اور نکال لائے ایک خاتم اور ایک عصائے مبارک - جنکی نسبت یہ تفصیل کی گئی ہے -

استحقاق خلافت[ل] کی بنا پر خاتم (مہر) اور عصائے مبارک جنکا احادیث مین ذکر آیا ہے - پہلے حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان (اصل تو اسکا لکھنا اور ترتیب خلافت کی بنیاد قائم کرنا تھا - مولف) کے قبضے مین آئے لیکن انہین عثمان کے عہد مین یہ دونون چیزین ضائع ہوگئین - انگوٹھی تو حضرت عثمان کے ہاتھ سے ایک کنوئین مین گر گئی اور عصائے مبارک کو جہجاہ غفاری نے توڑ ڈالا -	سیرۃ النبی جلد دوم ص ۱۵۱

اب یہ دونون چیزین ملاکر مجموعاً اکتیس[۳۱] چیزین متروکات رسول[۲] مین آپ کے نزدیک ثابت ہوئین - اب اس تفصیل کے بعد مساکن مبارک کے متعلق ذیل مین تحریر ہے -

[ل] آپکے استحقاق خلافت والے فقرے نے ایک بڑے راز کا عقدہ کھولدیا اور وہ یہ ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہین - خاتم وعصائے مبارک کی موجودگی استحقاق خلافت کا ثبوت تھی اور دنیاوی سلطنتون مین آجتک یہ دونون چیزین در رنگ (ٹیڈ میٹر) علامات شاہی مین داخل بھی ہین لیکن اسی کے ساتھ ہی آپکی اس دلیل نے خلافت رابعہ اور آپ کے خلیفہ رابع کی حقیقت خلافت اور انکے استحقاق خلافت کا خاتمہ کردیا - کیونکہ نہ انکے ہاتھ مین انگوٹھی تھی اور نہ عصا نہ معلوم کہ انکی خلافت کے وقت اس کا کسی نے خیال نہ کیا - یہانتک کہ معاویہ نے بھی کبھی اس نقص کو عدم استحقاق کی دلیل مین انکے سامنے پیش نہ کیا - مگر شبلی صاحب کا ذہن یہانتک پہونچگیا - بہرحال خلافت کیلئے جو اشیاء ضروری ہون ان سے ہمکو بحث نہین - گذارش اتنی ہے کہ للہ رسالت کو دنیاوی سلطنت کے رنگ مین لاکر نہ غارت کیجئے - مولف عفی عنہ

مدینہ میں تشریف آوری کے بعد چھ مہینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری کے گھر قیام فرما رہے اس اثنا میں آپ تنہا تھے اہل وعیال مکہ میں تھے جب آپ نے مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی تو اسی کے اطراف میں چھوٹے چھوٹے حجرے تیار فرمائے اور اسوقت آدمی بھیجکر آپ نے اہل وعیال کو مکہ سے بلوالیا اور اُن ہی حجروں میں اُتارا آخر ایام میں آنحضرت صلعم کی ۹ بیویاں تھیں اور الگ الگ حجروں میں رہتی تھیں جنہیں صحن تھے نہ دالان۔ نہ ضرورت کے الگ الگ کمرے تھے۔ ہر حجرہ کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ کی نہ تھی۔ دیواریں مٹی کی تھیں جو اس قدر کمزور تھیں کہ اُنمیں شگاف ہو گیا تھا اور اُن سے اندر دھوپ آتی تھی۔ چھت کھجور کی شاخوں اور پتیوں سے چھائی تھی۔ بارش سے بچنے کے لئے بال کے کمل لپیٹ دئے جاتے تھے۔ بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو ہاتھ سے چھو سکتا تھا۔ گھر کے دروازوں پر پردہ یا ایک پٹ کا کنواڑ ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ باری باری سے ایک ایک شب ایک ایک حجرے میں بسر فرماتے تھے۔ دنکو عموماً اصحاب کی مجلس میں مسجد میں تشریف رکھتے جو گویا ان حجروں کا صحن یا گھر کی مردانہ نشستگاہ تھی۔

ان حجروں کے علاوہ ایک بالاخانہ بھی تھا جسکو احادیث میں شربہ کہتے ہیں سنہ ۹ ہجری میں جب آپ نے ایلا کیا تھا اور تیز گھوڑے پر سے گر کر چوٹ کھائی تھی تو ایک مہینہ اسی پر اقامت فرمائی تھی۔ اس بالاخانہ پہ سامانِ آرائش کیا تھا۔ ایک چٹائی کا بستر۔ چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ادھر اُدھر چند کھالیں لٹکی ہوئی تھیں"۔

شبلی صاحب نے یہ کیا کیا! متروکات کی ذیل میں اُنکو بھی لکھدیا مصلحت اور ضرورت تو یہ تھی کہ انکا ذکر ہی نہیں فرماتے اور اُنکو نہ رسول کا بنوایا قرار دیتے اور نہ تیار کرایا بتلاتے۔ جب لکھدیا تو وہی حضرت عبداللہ بن عباس والے تعریضی شعر کی بحث چھڑ جائے گی۔

ولها التسع من الثمن	وعلى الكل تصرفت

یعنے اُنکا حصہ تو آٹھویں نواں تھا	لیکن اُنھوں نے کل پہ قبضہ کرلیا

آپ کے سلسلۂ بیان سے یہ مکانات ازواج مطہرات بھی متروکات و تملیکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل تھے۔ بحمداللہ آپ نے ایک بہت بڑے مسئلہ کی حقیقت پر روشنی ڈالی۔ یہ آپ کی عدالت ہو یا وہی حقیقت جو نہ چھپائے چھپے۔ الحق یعلوا ولا یعلی۔

اس لئے آپ کی شہادت و تصدیق کی بنا پر یہ قطعیات خانہائے ازواج مطہرات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُن تملیکی اراضیات میں شامل ہونا چاہیئے۔ جو مدینہ میں آپ کے

قبضہ و تصرف مین قائم تھین جنکو آپ ان مختصرات مین بیان فرماتے ہین۔

زمین۔ حضرت عمر بن حارث نے جس زمین کا ذکر کیا ہے۔ وہ مدینہ خیبر اور فدک کے چند باغ تھے۔ مدینہ کی جائداد سے بنو نضیر کی جائداد کی مراد ہے یا مخریق نام ایک یہودی نے سنہ ۳ ہجری مین (غزوہ احد کے موقع پر) آنحضرت صلعم کو چند باغ وصیتہً ہبہ کر دئے تھے۔ وہ مراد ہین۔ لیکن صحیح روایتون سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ باغ اسیوقت مستحقین کو تقسیم کر دیے۔ جلد دوم ص ۱۴۷

پھر چار سطرون کے بعد اسی صفحہ مین لکھا جاتا ہے کہ "بنو نضیر کی جائداد کی آمدنی ناگہانی ضروریات کے لئے مخصوص تھی"

ابھی ابھی آپ لکھ چکے ہین کہ مدینہ کی جائداد سے بنو نضیر کی جائداد مراد ہے۔ اور "صحیح روایتون سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ باغ اسی وقت مستحقین کو تقسیم کر دئے" تو پھر بنو نضیر کی وہ اور کون سی جائداد نکل آئی جسکی آمدنی ناگہانی ضروریات کے لئے مخصوص کی گئی تھی۔ وہ جائداد تو بنو نضیر کے وہی نخلستان تھے۔ جو بقول آپ کے اسی وقت مستحقین پر تقسیم کر دیے گئے۔

آپ نے بھی اسکو بے دیکھے نہین لکھا ہے بلکہ بخاری باب فرض الخمس اور نیز بخاری۔ باب المغازی ذکر نضیر سے نقل فرمایا ہے۔ پھر بخاری کے اس اجمال بیان انکشاف کی غرض سے لکھا ہے کہ ان باغون کی تفصیل کے لئے فتح الباری جلد ۶ ص ۱۴۰ دیکھو"

معلوم ہوا کہ یہ سب املاک رسول باغات ہی تھے۔ تو اس بنا پر جائداد بنی نضیر بھی باغات ہی ہون گے خیر بہر حال مثمرہ ہون یا غیر مثمرہ باغات۔ اس سے بحث نہین۔ وہ تو بقول آپ کے اور نیز بقول بخاری اور ابن حجر صاحب کے سب کے سب صدقہ ہو گئے۔ اور اسی وقت مستحقین کو تقسیم بھی ہو گئے۔ تو پھر رسول اللہ صلعم کے پاس آمدنی کس کی آتی تھی جو ناگہانی مصارف مین اٹھائی جاتی تھی۔ آپ نے ان دونون مناقض و متضاد بیان کو ایک ساتھ لکھدیا ہے۔ مشکل ہے کس کو صحیح مانا جائے اور کس کو غلط۔ تا وقتیکہ آپ اپنی اس غلط نگاری کی یون تاویل نہ فرمائین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صرف وہی چند باغ صدقے مین مستحقین کو تقسیم کئے تھے۔ جو بقول آپ کے مخریق نام ایک یہودی نے سنہ ۳ ہجری مین (غزوہ احد کے موقع پر) آنحضرت صلعم کو وصیتہً ہبہ کر دیے تھے۔ واقعیت اور اصلیت معلوم ہو نہین سکتی۔

لیکن افسوس ہے کہ آپ ایسی تاویل کر ہی نہیں سکتے۔ اس لئے کہ آپ کا مقصود کا نورث ما ترکناہ صدقۃ کو ثابت اور بنیاد خلافت کو قائم کرتا ہے۔ پھر آپ کا قلم حقیقت نگاری کی طرف کیسے چل سکتا ہے۔ لیکن پھر ہم آپ کو بتلائے دیتے ہیں کہ آپ سے حقیقت چھپ بھی نہ سکی۔ آخر قدرت کے دست جبروت نے آپ سے لکھوا ہی چھوڑا کہ بنی النضیر کی جائداد کی آمدنی (قبضہ رسول میں رکھ) ناگہانی مصارف میں اُٹھائی جاتی تھی۔ یعنی نہ صدقہ ہوتی تھی اور نہ مستحقین پر تقسیم کی گئی تھی۔

اب اس بحث کو دوسرے پہلو سے بھی ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کی اس عبارت سے کہ

مدینہ کی جائداد سے بنو النضیر کی جائداد مراد ہے۔ یا مخیریق نام ایک یہودی نے ۳ھ ہجری میں (غزوۂ احد کے موقع پر) آنحضرت صلعم کو چند باغ وصیتہ ہبہ کر دئے تھے وہ مراد ہیں لیکن صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ باغ اسی وقت مستحقین کو تقسیم کر دیئے تھے۔

صاف ظاہر ہے کہ جو باغات کہ اسیوقت مستحقین پر تقسیم کر دیئے گئے وہ وہی تھے جو اس یہودی نے آپ کے نام سے وصیت کرکے ہبہ کر دئے تھے۔ جیسا کہ آپ کے آخر حصہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ مشرک کا ہدیہ قبول کرنا استغنائے رسالت کے خلاف ہے جیسا کہ آپ خود حکیم بن حزام کے جبہ والے واقعہ میں لکھکر اقرار کر چکے ہیں (سیرۃ النبی جلد اول ص ۴۴۴) لیکن چونکہ یہ ہبہ وصیت کے ذریعہ سے کی گئی تھی اور کافر تک کی ادائے وصیت لازم و واجب ہے۔ اس لئے یہ ہبہ قبول تو کرلی گئی مگر شئے موہوبہ اسی وقت مستحقین پر تقسیم کر دی گئی۔ جیسا کہ آپ اپنی صحیح روایتوں کی اسناد سے لکھتے ہیں۔

اس میں بنو نضیر کی جائداد کا اشارتاً و کنایۃً بھی کہیں ذکر نہیں ہے۔ شبلی صاحب نواہ مخواہ "یا" کا حرف مشکوک فیہ بڑھا کر۔ یہودی کے اُن باغات موہوبہ کے ساتھ۔ بنی نضیر کی جائداد کو بھی تقسیم علی المستحقین کے واقعہ میں شامل کئے دیتے ہیں حالانکہ اس قیاس و اشتباہ کا تصفیہ علامہ زرقانی کامل طور سے کر چکے ہیں۔ شرح زرقانی ج ۲ ص ۱۰۰ مطبوعہ مصر کی حسب ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

قال الغنوی کان یزرع تحت النخیل فی ارضهم فیدخر من ذلك قوت اهله وازواجه سنة وما فضل جعله فی الکراع والسلاح انتهی فهذا صریح فی انه لم یقسم الارض والنخل بین المهاجرین بل الدور	علامہ غنوی کہتے ہیں کہ ان باغات (بنو النضیر) میں کھیتی ہوتی تھی اسکی آمدنی سے آپ کے اہلبیت اور ازواج کے سال بھر کھانے پینے کا سامان ہوتا تھا جو فاضل ہوتا تھا وہ لشکر کشی اور سلاح کے مصارف میں لایا جاتا تھا۔ زرقانی کہتے ہیں کہ اس سے صریح طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نضیر کی زمین (مستحقین پر)

والا سوال۔ "مہاجرین میں تقسیم نہیں ہوئی تھی بلکہ فقراء کے مال و گھر جو ستیاب ہوتے تھے۔ وہی تقسیم ہوئے تھے۔"

تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے زرقانی کے اس صریح فیصلہ کے بعد بھی جائداد بنی نضیر کو بھی جائداد تقسیم شدہ کی فہرست میں داخل کر دیا۔ حالانکہ شرح زرقانی جیسا کہ معلوم ہوتا ہے۔ سیرۃ النبیؐ کی تالیف کے وقت ہر وقت پیش نظر تھی۔ مگر ہم آپ کے تغافل مولفانہ کو تجاہل عارفانہ کے معنوں میں لینگے۔ اسلئے کہ ممکن نہیں کہ زرقانی کی مرقومہ بالا عبارت آپ کی نظر سے نہ گذری ہو اور حقیقت حال آپ کو نہ معلوم ہوئی ہو لیکن ماترکناہ صدقہ کی تقلید اسلاف اور تعلیم اخلاف کی تاکیدوں نے آپ کو مجبور کر دیا اور آپ کسی طرح اُسکے لکھنے پر قادر نہو سکے۔

صرف یہی نہیں کہ آپ نے اسکو نہیں لکھا۔ بلکہ بڑی دلیری سے اسکے مصارف کو بھی بدل دیا۔ زرقانی کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس (بنی نضیر کی) جائداد کی آمدنی سے پہلے ازواج اور اہلبیت کا سالانہ خرچ نکالا جاتا تھا اور جو اُس سے بچتا تھا وہ ترتیب لشکر کی ضرورت اور خرید اسلحہ جات کے مصارف میں اُٹھایا جاتا تھا۔ آپ کہتے ہیں بنو نضیر کی جائداد کی آمدنی ناگہانی ضروریات کے لئے مخصوص تھی ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ کہاں اہلبیت اور اُسکے بعد ترتیب لشکر کی ضرورت۔ کہاں اُمور اتفاقیہ اور غیر متوقع ضرورتوں کی صورت۔ کوئی صحیح الدماغ بتلا سکتا ہے کہ دونوں مصارف ایک ہی تعریف کے اندر آتے ہیں۔ لطف تو یہ ہے کہ آپ نے اپنے اس بیان تحریری کیلئے کسی حوالہ ثبوت کا نمبر بھی نہیں لگایا ہے۔ (ملاحظہ ہو جلد دوم ص ۱۴۷) اس سے تو یہ مضمون طبع زاد خاص معلوم ہوتا ہے۔ الغرض بنی نضیر کی جائداد کا کسی عنوان سے تقسیم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خاص قبضہ و تصرف میں رہی اور آپ اُسکو اپنی تجویز سے حسب ضرورت صرف فرماتے رہے۔

خیبر کی آمدنی کے مصارف میں بھی آپ نے تنہا ابو داؤد کی روایت پر اعتبار کیا ہے اور اُسکی آمدنی میں جو غالب بیت المال کی رقم تھی۔ مصارف اہلبیت کو اس غرض خاص سے شامل کر دیا ہے کہ عامۂ اُمت کے ساتھ اُنکی مساوات اور تعمیم ظاہر ہو۔ اور اُنکے لئے کسی رقم مخصوصہ کی تعیین قائم نہونے پائے۔ یہ سبب فدک کی ضبطی کا دیباچہ ہے۔

بہر حال جب ابو داؤد کے اس قول پر جسکو آپ نے اپنا مختار بنایا ہے تحقیق کیجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کی جائداد اُسیوقت عام مسلمین پر تقسیم ہو گئی۔ چنانچہ آپ خود جلد اول صفحہ ۲۵۰ میں بعد ذکر فتح خیبر لکھتے ہیں:-

خیبر کی زمین تمام مجاہدین پر تقسیم کر دی گئی۔ اسی میں آنحضرت صلعم کا خمس بھی تھا۔

باقی رہیں وہ زمینیں جو یہودیوں کی خاص کاشت میں تھیں اُنکی نسبت یہ قرار پایا۔ جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

فتح مکہ کے بعد زمین مفتوحہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ لیکن یہود نے درخواست کی کہ زمین ہمارے قبضہ میں رہنے دی جائے۔

ہم پیداوار کا نصف حصہ ادا کیا کرینگے۔ یہ درخواست منظور ہوئی۔ بٹائی کا وقت آتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداللہ بن رواحہ کو بھیجتے تھے وہ غلہ کو دو حصوں میں تقسیم کرکے یہود سے کہتے تھے کہ اسمیں سے جو حصہ چاہو لیلو۔ ص ۳۵۰

خیبر کی جائداد میں نصف آمدنی تو قائم ہو گئی۔ اب اسکا خرچ دیکھنا ہے۔ جلد اوّل میں خرچ کی کوئی تفصیل نہیں۔ جلد دوم میں ابوداؤد کے حوالے سے یوں تفصیل کی گئی ہے۔

خیبر کی آمدنی کو آپ تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ دو حصے مسلمانوں کے لئے تھے۔ اور ایک حصہ ازواج مطہرات کو سالانہ مصارف کے لئے ملتا تھا۔ اسمیں سے جو بچ جاتا تھا وہ غریب مہاجرین کے کام آتا تھا۔ ص ۱۴۷۔

مگر افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ آپ کی یہ رقم کردہ تفصیل حدیث و تاریخ کی کسی کتاب میں پائی نہیں جاتی۔ زرقانی کی ایسی جامع اور بسیط شرح بھی آپکی تفصیل مرقومہ سے خالی ہے۔ وہ بھی الفیمن ابوداؤد کے قول سے صرف تنصیف کی صورت حال لکھتے ہیں اور کچھ نہیں۔

اخرجہ ابوداؤد ان النبی صلعم لما قسم خیبر عزل نصفھا لنوائبہ وقسم نصفھا للمسلمین

آنحضرت صلعم نے نصف زمین خیبر اُنکے مالکوں کو چھوڑ دی اور نصف مسلمانوں پر تقسیم کر دی۔ زرقانی ص ۲۷۳ مصر

محدث شیرازی لکھتے ہیں:۔

منقول است کہ چون غدر یہود خیبر ظاہر شد و پیغمبر صلعم ترک قتل منت نہادہ بر ایشان۔ حکم فرمود از زمین خیبر بیرون روید۔ ایشان تضرع و زاری بسیار کردند و گفتند مسلمانان را بضرورت جماعتی سے باید کہ درین باغات کار کنند و غمخواری آنہا نمایند۔ مارا باجرت بگیرند تا باین خدمت قیام نمائیم و در اصل ملک ہیچ دخل نداشتہ باشیم حضرت منت نہادہ بر ایشان: بر ان کار تعین نمود و فرمود کہ مادام ما خواہیم این کار می کنید و از ہر چہ حاصل شود نصفے باجرۃ العمل خویش بگیرید و نصف دیگر بہ بیت المال بسپارید و ہر سال عبداللہ بن رواحہ را میفرستاد تا حاصل باغات ایشان بگرد و نصفے

جب یہود کی غداری ظاہر ہوئی تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکی جان بخشی فرما کر حکم دیا کہ خیبر سے نکل جائیں۔ تمام یہود گریہ و زاری کرنے لگے اور بہ ہزار منت کہنے لگے کہ آخر مسلمانوں کو مزدوروں کی ضرورت ہوگی کہ اُنکے باغات میں کام کیا کریں، تو ہمکو یہاں رہنے دیا جائے۔ ہم اُنکی مزدوری کیا کرینگے اور ہمکو ملک خاص میں کوئی دخل نہوگا۔ آنحضرت صلعم نے ازراہ احسان خاص اُنکی استدعا کو قبول فرما لیا۔ اور حکم کیا کہ جبتک ہم کو منظور رہے گا تم لوگ یہ کام کیا کرنا اور ان اراضیات کا نصف محاصل اپنی اُجرت میں لے لینا اور نصف محاصل بیت المال اسلامی کے لئے ادا کرتے رہنا۔ چنانچہ ہر سال عبداللہ بن رواحہ آتے تھے اُن کے محاصل باغات کا اندازہ کرتے

کہ تعلق بہ بیت المال داشت از ایشان میگرفت تھے اور بیت المال کا آدھا حصہ وصول کر لیتے تھے۔

روضۃ الاحباب ۳۹۲

اس عبارت سے بھی آپ کی رقم کردہ تفصیل خرچ نہ معلوم ہوئی۔

زرقانی نے ص ۲۸۳ میں محدثین کی ایک جماعت کثیرہ کے اقوال جمع کئے ہیں۔ مگر کسی قول سے آپ کی تفصیل نہیں ظاہر ہوتی۔ آپ نے بھی سوائے ابوداؤد کے اور کسی محدث کا اصحاب صحاح سے قول لکھا ہے نہ ارباب سنن سے۔ اس بنا پر آپ ہی کے مقرر کردہ اصول نقد روایات و نقل مرویات کے مطابق تو ابوداؤد کی اس روایت کو لکھنا ہی نہیں چاہیئے تھا۔ اس لئے کہ اسکی تفصیل کو نہ بخاری ہی نے لکھا ہے اور نہ مسلم نے۔

اصحاب حدیث کی تحقیق ہو چکی۔ اب ارباب تاریخ کی تصریح ملاحظہ فرمایئے۔ ابن ہشام اور طبری کے قدیم ماخذ بھی اس تفصیل سے خالی ہیں۔ لیکن ابو الفدا نے اس تمام بحث کا حسب ذیل فیصلہ کن حل کر دیا ہے۔

كان فتح خيبر في صفر سنة سبع للهجرة وسأل اهل خيبر رسول الله صلعم الصلح على ان يساقيهم على النصف من ثمارهم ويخرجهم متى شاء ففعل ذلك وفعل مثل ذلك اهل فدك وكانت خيبر للمسلمين وكانت فدك خاصة لرسول الله صلعم لانها فتحت بغير ايجاف الخيل۔	خیبر ماہ صفر ۷ ہجری میں فتح ہوا اور اہل خیبر نے پیغمبر صاحب سے اس شرط پر صلح کرنی چاہی کہ انکو انکے باغات کے نصف پھل ملا کریں اور آنحضرت صلعم جب چاہیں انکو خارج البلد کر دیں چنانچہ انکی درخواست منظور کر لی گئی اور ایسا ہی معاملہ اہل فدک کے ساتھ بھی طے پایا۔ خیبر کی آمدنی عام مسلمانوں کے لئے تھی اور فدک کی خاص رسول اللہ صلعم کے لئے۔ اسلئے کہ وہ (فدک) بغیر حرب و ضرب کے فتح ہوا تھا
تاریخ احمدی صفحہ ۶۴	

مرقومہ بالا عبارت میں کسی محدث و مورخ کے قول سے یہ تفصیل ظاہر نہیں ہوتی۔ جو آپنے تحریر فرمائی ہے اسلئے ابوداؤد کی یہ روایت یا تو متروک ہے یا بالکل منفرد و مشکل تو یہ ہے کہ آپ ایسی جھوٹی اور وضعی مرویات بے خوف و خطر لکھتے چلے جاتے ہیں اور اُسکی صحت پر اصرار بھی فرماتے ہیں۔ چنانچہ اسی جھوٹی روایت کے سلسلہ میں دوسری وضعی قصہ اور جھوٹے افسانہ کی کڑی ملاتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں۔

آخر میں حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت علیؑ اور حضرت عباسؓ کے اصرار پر۔ مدینہ کی جائداد اُن دونوں کی تولیت میں دیدی تھی۔ لیکن حضرت علیؑ نے اُسپر قبضہ کر لیا تھا۔ ص ۱۴۷

اوّل تو آپ نے اس واقعہ ہی کو مبہم طریقہ سے لکھا ہے تفصیل کچھ نہیں۔ اسلئے کہ اصل واقعہ کی حقیقت نہ معلوم ہو

اس واقعہ کی حقیقت ہی یہی ہے کہ یہ واقعہ کا واقعہ قصہ کا قصہ ہی بے اصل ہے اور اسکو آپ خود لکھکر تسلیم فرما چکے ہین۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت علیؑ اور حضرت عباسؓ کے درمیان مشاجرت ثابت کرنے کی غرض خاص سے وضع کیا گیا ہے اور خاصکر معاویہ شاہی دارالمصنفین کی صناعت ہے۔ اسکے ثبوت مین کہ حضرت علیؑ سے مسلمانون مین ایسی عام ناراضی اور نفرت پھیلی ہوئی تھی کہ اُنکے گھر والے تک اُن سے راضی وخوشنود نہین تھے مسلم نے غضب کیا کہ اسکو اپنی صحیح مین لکھدیا لیکن اُنکے شارحین نے فوراً اس روایت کی رد وقدح کردی چنانچہ خود اسکی نسبت دیباچہ ص ۴۵ مین لکھتے ہین۔

صحیح مسلم کتاب الجہاد۔ باب الفی مین روایت ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؑ۔ حضرت عمرؓ کے پاس آئے حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا اقض بینی و بین ھذا الکاذب الاثم الغادر الخائن میرے اس جھوٹے مجرم دھوکے باز اور خائن کے درمیان فیصلہ کردیجئے "۔ چونکہ حضرت علیؑ کی شان مین یہ الفاظ کسی مسلمان کی زبان سے نہین نکل سکتے۔ اس لئے بعض محدثین نے اپنے نسخے مین سے یہ الفاظ نکال ڈالے (بحوالہ نووی شرح صحیح مسلم۔ ذکر حدیث مذکور)

علامہ مازری اس حدیث کی نسبت لکھتے ہین اذا انسدت طرق تاویلھا نسبنا الکذب الی رواتھا

جب اس حدیث کے تاویل کے سب رستے بند ہوجائین گے تو ہم اسکے راویونکو جھوٹا کہین گے۔

(بحوالہ نووی شرح صحیح مسلم کتاب الجہاد باب الفئی) دیباچہ سیرۃ النبیؐ جلد اوّل ص ۴۵

افسوس ہے کہ شبلی صاحب یہ سب طومار لکھکر۔ اور ان مفتریات کی تنقید وتردید فرماکر بھی۔ ان موضوعات کیطرف بطور تصدیق تلمیح واشارت فرماتے ہین۔ گویا اپنے مستردفیصلہ کو پھر اپنے ثبوت مین پیش کرتے ہین۔ یہ کس قدر مؤلف کی دیانت کے خلاف ہے۔

فدک کی آمدنی فدک کی آمدنی مسافرون کیلئے وقف تھی "۔ آمدم برسر مطلب۔ اس تفصیل وطویل تصریح کی غرض یہی تھی کہ لانورث ماترکناہ صدقۃ کی بنیاد قائم ہوجائے سہ داریم روا چو او روا می دارد ٭ آبادی دیگران زبربادی ما۔

اچھا تھوڑی دیر کے لئے یون ہی سہی۔ فدک کی آمدنی مسافرون کے لئے وقف تھی لیکن شبلی صاحب سے اتنی عرض ہے کہ یہ کس حوالہ اور کس سند سے لکھا جاتا ہے۔ آپنے تو اس عبارت پر کسی حوالہ کا نشان بھی نہین لگایا ہے اور اسی طرح بنی نضیر کی جائداد کی تفصیل خرچ کو بھی بلا سند وحوالہ چھوڑ دیا ہے۔ تو ایسی حالت مین تحقیق کے متلاشی آپ کے اس قول کو طبع زاد خاص نہ سمجھین تو کیا کرین۔ اگر کوئی سند ہوتی۔ کوئی حوالہ دیا گیا ہوتا تو اُسکے معتمد

غیر معتمد مستند غیر مستند ہونے کی حقیقت معلوم کی جاتی۔ آپ نے تو عام مسلمانوں کو مرعوب بنانے کے لئے اپنا حکمانہ قول لکھکر تحقیق کا دروازہ ہی بند کر دیا۔ حالانکہ اسوقت حدیث و تاریخ کی جتنی کتابیں میرے پیش نظر ہیں انمیں سے کسی ایک میں بھی یہ نہیں لکھا ہے کہ فدک کی آمدنی خاص مسافرون کے لئے وقف تھی" علی الاتفاق سب نے یہ لکھا ہے کہ خیبر کی فدک کے یہود سے بھی شرط تنصیف پر مصالحت کر لی گئی۔ نصف محاصل یہودان فدک لیتے تھے اور نصف خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاتے تھے۔ اسلئے کہ فدک بغیر لڑے حاصل ہوا تھا جیسا کہ ابن ہشام اور طبری اور ابو الفدا وغیرہم کے اسناد سے اوپر لکھا گیا ہے۔

آپ خود اسکے مخالف لکھ چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو جلد دوم صفحہ ۲۴۶ کی حسب ذیل عبارت

رئیس فدک نے ایک دفعہ چار اونٹ پر غلہ بار کر کے خدمت نبوی میں بھیجا حضرت بلال نے بازار میں غلہ فروخت کر کے ایک یہودی کا قرض تھا وہ ادا کر دیا۔ پھر آنحضرت صلعم کی خدمت میں آکر اطلاع کی آپنے پوچھا کچھ بچ تو نہیں رہا۔ بولے ہاں کچھ بچ رہا ہے۔ فرمایا جبتک کچھ باقی رہیگا میں گھر نہیں جا سکتا۔ حضرت بلال نے عرض کیا۔ (کی) میں کیا کرون۔ کوئی سائل نہیں ہے۔ آنحضرت صلعم نے مسجد میں رات بسر کی۔ دوسرے دن بلال نے آکر کہا یا رسول اللہ خدا نے آپ کو سبکدوش کر دیا یعنی جو کچھ تھا وہ بھی تقسیم کر دیا گیا۔

حالانکہ یہ روایت بھی موضوع ہے۔ لیکن شبلی صاحب کی تصریح کی بھی مخالف ہے۔ اسلئے ہم صرف مخالفت مدعا کے ثبوت میں اسکو استدلالاً پیش کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ فدک کی آمدنی مخصوص مسافرون کے لئے وقف تھی۔ اور یہاں آپ روایت میں ہے کہ رسول اللہ کے ذاتی قرض کی ادائگی میں اُٹھائی گئی۔ جو بچ رہی وہ بلال نے اپنی تجویز و رائے سے بلا استثنا مسافرین عام فقرا و محتاجین میں تقسیم کر کے رسول اللہ کو سبکدوش کر دیا۔ اس روایت نے ثابت کر دیا کہ محاصل فدک مسافرون کے لئے مخصوص نہیں تھے بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی مصارف میں لائی جاتی تھی اور عام فقرا و محتاجین کو بھی دیجاتی تھی۔ شبلی صاحب۔ ذرا لکھتے وقت آگے پیچھے کا بھی خیال رکھا کیجئے۔

ہم کو بحث فدک لکھنا منظور نہیں۔ کیونکہ اس بحث کا یہ مقام نہیں ہے۔ ہمکو تو صرف آپ ہی کے بیان سے اس واقعہ کی حقیقت دکھلانی ہے۔

یہ امر تو گویا مسلّم ہو چکا ہے کہ نظم خلافت کی ابتدا ہی سے فدک کی جائداد خاندان رسالت کے خالصہ سے نکل کر خلافت کے اموال اجمال میں مل گئی تھی۔ بہتر یون ہی سہی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس قرارداد وقف اجمال اور صدقہ عام کی حیثیت سے نکلکر پھر یہ جائداد خالصہ کی صورت میں کبھی آئی یا نہیں ؟ اور کسی خلیفہ رسول نے اسپر سے اپنا متولیانہ قبضہ و تصرف کسی غیر خلیفہ شخص کو دیا یا نہیں ؟

جب اسکی تحقیق کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کل دو ڈھائی برسون کے بعد ہی جسطرح طریقۂ انتخاب بالاجماع کا اصول تعیین خلیفہ کے لئے استخلاف کے قاعدے پر بدل دیا گیا۔ اسی طرح تھوڑے ہی دنون کے بعد خلیفہ نے ان جائداد کی متولیانہ قبض و تصرف مین تغیر و تبدل پیدا کر دیا۔ جیسا کہ جائداد بنی نضیر کو جو فدک ہی کی طرح ناگہانی ضرورتون کے لئے مخصوص تھی بقول آپکے حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت مین حضرت علیؑ اور حضرت عباسؓ کو دیدی۔ سنت رسولؐ کی اتباع سے خلیفۂ رسولؐ کا یہ اختلاف کیسا؟

شبلی صاحب خود اس بحث کے عنوان مین (ص ۱۴۷ ج ۲) بڑے شد و مد سے لکھ چکے ہین۔

یہ اختلاف خود صحابہ کے وقت مین پیدا ہو چکا تھا۔ حضرت عباسؓ آپکے چچا۔ حضرت فاطمہؑ (آپکی صاحبزادی) اور اکثر ازواج مطہرات مدعی تھین کہ اس جائداد کو بطور وراثت تقسیم ہونا چاہیئے۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور دیگر اکابر صحابہ نے کہا کہ یہ وقف عام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنی زندگی مین جس طرح اور جن مصارف مین انکی آمدنی صرف کرتے تھے۔ اُس مین تغیر نہ ہوگا۔

تو جناب والا۔ عرض ہے کہ یہ تغیر کیسا؟ رسول اللہ صلعم نے تو اپنی مقدس حیات کے زمانہ مین اس کی تولیت نہ حضرت عباسؓ ہی کو دی تھی نہ حضرت علیؑ کو عنایت فرمائی تھی۔ بلکہ بقول آپ کے متولیانہ حیثیت سے اپنی ہی ذات مبارک تک محدود و مخصوص رکھی۔ آپکے بعد حضرت ابوبکرؓ بطور متولی قابض رہے۔ لیکن اُنکے بعد بقول آپکے حضرت عمرؓ نے خلیفہ ہو کر خلاف اتباع رسولؐ و تقلید حضرت صدیقؓ۔ غیر خلیفہ اشخاص کو ان جائداد موقوفۂ مسلمین کا متولی کر دیا۔ پھر اس صورت مین خود بدولت کیا رہے؟ اور رہے بھی تو کس مصرف کے؟ تعجب ہے کہ صحابہ نے حضرت عمرؓ کے اس فعل کو مستحسن سمجھکر کیسے قبول کر لیا۔

بہر حال۔ چونکہ ہم عباسؓ اور علیؑ کی اس تولیت کے واقعہ کو افترائے محض ثابت کر چکے ہین اس لئے ہم اسکی بحث مین زیادہ اُلجھنا نہین چاہتے۔ شبلی صاحب اور اُنکے مؤیدین جو اس موضوع روایت کے قائل ہین وہ حضرت عمرؓ کے اس عمل خلاف سنت رسولؐ و عمل صدیقؓ کے لئے جواب دہ ہین۔ وہ جانین اور حضرت عمرؓ۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ مین تو اسکی تولیت کی تبدیلی کی یہ حالت دکھائی گئی۔ حضرت عثمانؓ کے دوران خلافت مین تو یہ تولیت بالکل خالصہ شخصی کیا ملکیت ذاتی کی صورت مین تبدیل ہو گئی اور برابر تین پشت تک بطور وراثت منتقل ہوتی رہی۔ حضرت عثمانؓ نے بڑی فیاضی اور کشادہ دلی سے فدک کو مروان کو عطا فرما دیا۔

ابن ابی شحنہ روضۃ المناظر مین لکھتے ہین۔

وفی سنة اربع وثلثین اقطع عثمان بن عفان مروان بن الحکم فدک	سنہ ۳۴ ہجری مین عثمان بن عفان نے فدک کی جائداد مروان بن حکم کو عطا فرما دی۔

علامہ ابن عبد ربہ عقد الفرید میں تحریر فرماتے ہیں۔

وممانقم الناس علی عثمان انہ اوی طرید رسول اللہ صلعم الحکم بن ابی العاص ولم یؤوہ ابو بکر ولا عمر وسیّر ابا ذرّ الی الربذۃ (الی ان قال) وتصدّق رسول اللہ صلعم بمهزور (موضع سوق المدینۃ) علی المسلمین فاقطعها لحارث بن الحکم اخا مروان واقطع فدک مروان

جن باتوں نے مسلمانوں کے دلوں میں حضرت عثمان کی جانب سے کینہ پیدا کر دیا ان میں سے بعض یہ ہیں کہ حضرت عثمان نے حکم بن عاص مردود بارگاہ نبوی کو اپنے ظل عاطفت میں پناہ دی جبکو حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے بھی اپنے عہد میں پناہ نہیں دی تھی اور ابوذر غفاری کو صحرائے ربذہ میں نظر بند کیا۔ نیز موضع مہزور (مدینہ میں ایک بازار تھا جسے رسول مقبولؐ نے مسلمانوں پر صدقہ کیا تھا) حارث بن حکم برادر مروان کو عطا فرما دیا۔ اور مروان کو فدک عطا کیا۔

مورخ ابو الفدا لکھتے ہیں۔

ومما نقم الناس علیہ ردۃ الحکم بن العاص طرید رسول اللہ وطرید ابی بکر وعمر ایضا واعطاؤ مروان بن الحکم خمس غنائم افریقیۃ وھو خمس مائۃ الف دینار (الی ان قال) واقطع مروان بن الحکم فدک

جن باتوں نے لوگوں کو حضرت عثمان پر برانگیختہ کیا وہ یہ ہیں کہ اُنھوں نے حکم بن عاص کو بلا لیا جسے حضرت رسولؐ اللہ نے مردود کر کے نکلوا دیا اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے زمانہ میں بھی وہ مردود رہا نیز حضرت عثمان نے مروان کو خمس غنائم افریقیہ عطا کیا جسکی آمدنی پانچ لاکھ دینار تھی اور اسی (مروان) کو فدک بھی عنایت کیا۔

بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۱۴۲

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خالصہ کے بعد فدک پھر مروان کا خالصہ قرار پایا گویا ۲۴ برسوں کے بعد یہ پھر اپنی اصلی حالت پر بظاہر آیا۔ اس بنا پر شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ فدک حضرت عمر بن عبد العزیز کے وقت تک خلفاء کے قبضہ میں رہا۔ بالکل خلاف واقع ہے۔ اس لئے کہ حضرت عثمان کے وقت ہی سے یہ مروان کی ملک قرار پا گیا پھر مروانی خلفاء کے سلسلہ میں عمر ابن عبد العزیز تک خلافت کی رعایت سے نہ پہونچا بلکہ وراثت کے طریقہ سے۔ اتنے تغیّرات کے بعد خلفائے سابقین کی تقلید رسولؐ میں وہ گرما گرمی اور پُر جوشی جو آپنے عنوان بحث میں تحریر فرمائی ہے۔ اُنکے مابعد کے طرز عمل سے آپ کہاں تک صحیح اور سچّی ثابت کر سکینگے۔ اسکا جواب شبلی صاحب کے ذمہ ہے۔

اگر حقیقتاً یہ جائداد یہ املاک خالصہ رسول اللہ صلعم نہیں تھی اور بقول آپ کے وقف تھی۔ صدقہ تھی۔ یا عام مسلمین کی حقوق قرار پا چکی تھی اور بقول آپکے جناب رسولخدا صلعم بھی اسکے محاصل کو انھیں مصارف میں اٹھاتے تھے تو پھر آپ کے خلفا کو باین ادعای اتباع سنت رسولؐ اسمیں ذاتی تصرف و تغیر کا کون حق حاصل تھا۔

اب رہا یہ امر کہ حضرت عمر نے جائداد مدینہ۔ بقول آپکے حضرت عباسؓ و حضرت علیؑ کو دیدی۔ یا عمر بن عبد العزیز نے سادات کو واپس دیدی تو اسکو یوں سمجھیے کہ یہ وہی حقیقت تھی جو نہ کسی سے چھپی ہے اور نہ چھپ سکتی ہے

حضرت عمر بن الخطاب ہون یا حضرت عمر بن عبدالعزیز حقیقت کو جان جان کر سب چھپاتے تھے لیکن یہ اسی حقیقت کا اثر تھا کہ ملا معاندین کی عملیات و اعترافات سے ظاہر ہو جاتی تھی۔ اور کرشمہ قدرت پھر سے روشنی نکالکر دنیا کی غافل نگاہوں مین انوار حقیقت کی جلوہ نمائی کرا دیتا تھا۔

شبلی صاحب نے بیان بھی ذکر اہلبیتؑ سے باز رہنے کیلئے اپنی حدود رجہ کی قلمی احتیاط دکھلائی ہے لکھا ہے۔

(حضرت عمر بن عبدالعزیز نے باغ فدک سادات کو دے دیا تھا۔ حاشیہ ص ۲۴۷۔)

نہین معلوم آپ نے باغ فدک کو فدک کے خرمے سمجھا ہے یا کیا۔ کہ ٹوکرہ اُٹھایا اور سادات کو لٹا دیا۔ جناب۔ وہ اراضیات تھین جنمین نخلستان تھے۔ جنکی کافی محاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خدمت مین آتی تھی جیسے آپ خود بلال والی روایت مین بیان کر چکے ہین۔ وہ جائداد اگرچہ عموماً سادات ہی کے مصارف کیلئے واگذاشت کی گئی تھی۔ مگر اُن مین سے کسی بزرگوار کے انتظام و اہتمام مین دیگئی ہو گی۔ آپ اپنی سنن ابی داؤد کھولکر دیکھین جنکو فدک کی جائداد واپس دی گئی تھی وہ راس الرئیس سادات و اہلبیت طاہر حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام تھے۔

ردشمس کا مشہور و معروف واقعہ

فدک کے حالات کو تمام کرکے ہم پھر اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہین۔ خیبر اور مضافات وادی القریٰ کے معاملات کو بروایتے ایک مہینے کی مدت مین باطمینان تمام ختم فرماکر موکب رسالت معاودت فرمائے سمت مدینہ ہوا۔ منزل صہبا مین پہونچکر ردشمس کا مشہور و معروف واقعہ مشاہدہ مین آیا۔

شبلی صاحب ایسے کیا تھے جو اس واقعہ کو قابل ذکر سمجھتے۔ اور اپنی کتاب مین درج فرماتے۔ حالانکہ اس مشاہدہ قدیم سے اعلام نبوت کے آثار عظیم نمایان ہوتے تھے جو سیرت نبویؐ کے لکھنے والے کیلئے خاصکر قابل الذکر تھا لیکن چونکہ آپ نے اپنی سیرت کو تاریخ کے فلسفیانہ اصول کے مطابق لکھنے کا انداز اختیار فرمایا ہے۔ اسلئے نبوت کے تصرفات روحانیہ اور تجلیات نورانیہ کی بحث و بیان کو آغاز ہی سے قلمزد فرما دیا ہے۔

یا تو اس وجہ خاص سے اس واقعہ کو نہین لکھا۔ یا اس ضرورت خاص سے کہ اس واقعہ سے فضیلت و منزلت علیؑ کی ایک شان خاص نمایان ہوتی تھی جو ابتدا ہی سے آپکے ناگوار طبع ہے۔ اسکو مرفوع القلم فرما دیا واللہ علم مگر میری عرض یہ ہے کہ چاہے جس سبب سے آپنے اسکی نقل و بیان کو متروک فرمایا ہو وہ آپ جانین لیکن اسکے ترک کر دینے سے آپ نے اپنے بڑے اُصول مقرر کردہ کو ترک کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ

آپ نے اپنے دیباچہ مین ایک جگہ نہین متواتر اور متعدد مقامات پر لکھکر ہدایت فرمائی ہے کہ مرویات حدیث کے مقابلہ مین مرویات سیر و تاریخ قابل استناد نہین۔ اسلئے کہ اُنکے ذریعہ اسناد ضعیف ہوتے ہین اور

فروتر" اس تاپ جہان تک تحقیق کیجاتی ہے۔ اس واقعہ کو زیادہ تر ارباب حدیث ہی نے بیان کیا ہے۔ ارباب سیر و تاریخ نے کم۔ اس لئے شبلی صاحب کو اپنے معیار و مختار مرقومہ بالا کے مطابق اس واقعہ کو ضرور قابل الذکر قرار دیکر نقل کرنا تھا لیکن افسوس ایک اظہار فضیلت علیؑ کے خوف نے آپ کے تمام اصول مقررہ کو نسیًا منسیا کرادیا۔ اللہ کرے اور بھی توفیق زیادہ۔

بہرحال۔ ہم سب سے پہلے اس واقعہ قدیم و عظیم کو کتاب مشکل الآثار امام طحاوی کی اصل عبارت سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

عن اسماء بنت عمیس ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صلی الظہر بالصہباء ثم ارسل علیا فی حاجۃ فرجع وقد صلی النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم العصر فوضع النبی صلعم راسہ فی حجر علی فلم یحرکہ حتی غابت الشمس فقال اللہم ان عبدک علیا احتبس بنفسہ علی نبیک فرد علیہ شرقہا قالت اسماء وطلعت الشمس حتی وقعت علی الجبال و علی الارض ثم قام علی فتوضأ وصلی العصر ثم غابت

اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مقام صہبا میں پہونچکر نماز ظہر ادا فرمائی اُسوقت حضرت علیؑ کو ایک ضرورت کے لئے بھیجا تھا جب وہ واپس آئے آنحضرتؐ نماز عصر پڑھ چکے تھے اور حضرت علیؑ کے آتے ہی اُنکے زانو پر سر رکھکر آرام فرمانے لگے۔ تا اینکہ آفتاب غروب ہوگیا۔ جب رسول اللہ صلعم بیدار ہوئے اور اُنکو معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ نے نماز نہیں پڑھی تو دعا کی کہ الٰہی تیرے عبد خاص علیؑ نے تیرے نبیؐ کے لئے ایثار نفس کیا اُسکے لئے آفتاب کو بار دیگر طالع فرما۔ اسماء کہتی ہیں کہ ناگہاں آفتاب نکلا اور اُسکی شعاع پہاڑوں اور زمین پر ضیا افگن ہوئی اور حضرت علیؑ نے وضو کرکے نماز عصر پڑھی اسکے بعد پھر آفتاب غروب ہوگیا۔

قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں۔

عن اسماء بنت عمیس ان النبی صلعم کان یوحی الیہ وراسہ فی حجر علی فلم یصل العصر حتی غربت الشمس فقال النبی اصلیت یا علی قال لا فقال اللہم انہ کان فی طاعتک وطاعۃ رسولک فاردد علیہ الشمس قالت اسماء فرأیتہا طلعت بعد ما غربت و وقفت علی الجبال والارض وذلک بالصہباء من خیبر۔

اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سر مبارک حضرت علیؑ کے زانو پر تھا۔ اسی حالت میں رسول مقبول پر وحی کا نزول ہوا جسکی وجہ سے حضرت علیؑ نماز عصر نہ پڑھ سکے پس جب وہ حالت نزول وحی رفع ہوگئی تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ تم نے نماز عصر پڑھی ہے انھوں نے کہا کہ نہیں پڑھ سکا آنحضرت صلعم نے مناجات کی کہ خداوندا علیؑ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا اسکے لئے

آفتاب کو بادیگر طالع فرما۔ اسماء کہتی ہیں کہ لوگوں نے دیکھا کہ آفتاب نکل آیا جس کی شعاعیں زمین اور پہاڑوں پر پڑیں اور یہ واقعہ مقام صہبا کا ہے جو خیبر کی راہ میں ہے۔		تاریخ احمدی صفحہ ۶۴

اس واقعہ کو صرف امام طحاوی اور قاضی عیاض ہی نے نہیں لکھا ہے بلکہ علامہ ابن مغازلی۔ علامہ جوینی اور موفق ابن احمد خوارزمی نے بھی یوں ہی لکھا ہے اور کتاب الارشاد میں یہ واقعہ حضرت اُم سلمہ۔ اسماء بنت عمیس۔ جابر بن عبداللہ اور ابو سعید خدری وغیرہم اکثر صحابہ کی زبانی منقول ہے۔ بلکہ صاحب کتاب الارشاد نے تو حسان بن ثابت کی زبانی یہ اشعار بھی اس واقعہ کے متعلق نقل کئے ہیں۔

یا قوم من مثل علی وقد		ردت علیہ الشمس من غائب

کون شخص علیؑ کے مثل ہو سکتا ہے		جس کے لئے آفتاب غروب ہو کر پھر طالع ہوا

اخو رسول اللہ وصھرہ		والاخ لا یعدل بالصاحب

وہ رسول اللہ کے بھائی بھی ہیں اور داماد بھی		بھائی کا موازنہ دوستوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا

آخر میں صاحب کتاب الارشاد امام طحاوی کی اس روایت کی تصدیق میں یہ قول لکھتے ہیں۔

وھذا الحدیثان انشق القمر ورد الشمس ثابتان ورواتھما ثقاۃ		یہ دونوں حدیثیں شق القمر اور رد الشمس ثابت ہیں اور اُنکے رواۃ ثقاۃ ہیں۔

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔

ومن کراماتہ الباھرۃ ان الشمس ردت الیہ لما کان راس النبی صلعم فی حجرہ والوحی ینزل علیہ وعلی لم یصل العصر وغربت الشمس فلما سری الوحی عنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال اللھم ان علیا فی طاعتک وطاعۃ نبیک فاردد علیہ الشمس فطلعت بعد ما غربت صححہ الطحاوی والقاضی فی الشفاء وحسنہ شیخ الاسلام ابو زرعۃ وتبعہ غیرہ

جناب علیؑ مرتضیٰ کی کرامات باہرہ میں سے آفتاب کی رجعت ہے اور اُسکا واقعہ یوں ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اُنکی گود میں تھا اور آپ پر نزول وحی کی حالت طاری تھی۔ اور حضرت علیؑ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی اور آفتاب غروب ہو چکا تھا جب آنحضرت صلعم حالت وحی سے فارغ ہوئے تو اپنے خدا سے دعا فرمائی کہ الٰہی علیؑ تیری اور تیرے نبیؐ کی طاعت میں تھا تو اُسکے لئے آفتاب کو پھیر لا۔ تو آفتاب غروب ہونیکے بعد پھر طالع ہو گیا۔ اس حدیث کو طحاوی نے صحیح بتلایا ہے اور قاضی نے شفاء میں بھی نقل کیا ہے اور شیخ الاسلام ابو زرعہ نے بھی اسکو حسن کہا ہے اور بہت لوگوں نے شیخ الاسلام کی اتباع میں اسکو صحیح تسلیم کیا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھو ینابیع المودۃ فی القربیٰ مطبوعہ بمبئی ص ۱۱۴)

محدث دہلوی شاہ عبدالحق صاحب نے بھی مدارج النبوۃ میں مرقومۂ بالا تصریح و تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو لکھا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ احمدی ص ۱۰۱ لکھنؤ)

محدث شیرازی۔ حافظ جمال الدین فضل اللہ شیرازی نے روضۃ الاحباب میں بھی اس واقعہ کو اسی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور نقل روایت کے بعد اسکی تصدیق و توثیق کی نسبت یہ محاکمہ فرمایا ہے۔

طحاوی کہ از اکابر علمای حنفیہ است در شرح آثار خویش گفتہ رواۃ این حدیث ثقاۃ اند و از احمد بن صالح نقل کردہ اہل علم را سزاوار نیست کہ تغافل کنند از حفظ این حدیث زیرا کہ از علامات نبوت است و قاضی عیاض حصبی مالکی در شفائے خویش این سخن از طحاوی نقل کردہ و شیخ ابو سعید گازرونی کہ از علمائے شافعیہ است نیز در منتقی خود آوردہ لیکن ذہبی در کتاب میزان الاعتدال تضعیف این حدیث نمودہ۔ بنا بر آنکہ بعضے از اہل حدیث عمارہ بن مطر راوی را کہ یکے از رواۃ این حدیث است تضعیف کردہ اند بنا بر آنکہ مرویست از ابوہریرہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود لم ترد الشمس الا علی یوشع بن نون این فقیر حقیر عفی عنہ گوید عمارہ بن مطر را بعضے دیگر از اہل حدیث توثیق کردہ اند و بعضے وصف حفظ او کردہ اند۔ چنانچہ از کلام ذہبی نیز معلوم مے شود۔ پس ضعف او در آن مرتبہ نباشد کہ موجب رد حدیث او مطلقاً گردد۔ با آنکہ ائمہ مذکورین ایراد آن در کتاب خویش کردہ اند و اما حدیث ابوہریرہ احتمال دارد کہ مراد حضرت از ان این باشد کہ از جملہ انبیای ماتقدم برائے غیر یوشع علیہ السلام آفتاب دوبرہ برنگشتہ یا شدہ باشد حدیث از آنحضرت قبل از واقعۂ رد شمس بحضرت علی بودہ باشد (مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۹۵)

طحاوی نے کہ اکابر علمائے حنفیہ میں سے ہیں اپنی کتاب شرح آثار میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں اور احمد بن صالح کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تمام علما کو یہ حدیث خاص طور پر یاد کر لینا چاہیے۔ اس لئے کہ یہ حدیث علامات نبوت میں داخل ہے اور قاضی عیاض حصبی مالکی اپنی کتاب شفا میں طحاوی کے یہ تمام اقوال لکھتے ہیں اور تضعیف نہیں کرتے اور شیخ ابو سعید گازرونی نے بھی جو علمائے شافعیہ میں ہیں۔ اس حدیث کو اپنی کتاب منتقی میں لکھا ہے۔ لیکن ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس حدیث کی تضعیف کی ہے اس وجہ سے کہ اس روایت کے ایک راوی عمارہ بن مطر راوی کو بعض علمائے حدیث نے ضعیف لکھا ہے اور نیز اس وجہ سے کہ ابوہریرہ سے منقول ہے کہ فرمایا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ رجعت شمس کسی کے لئے سوائے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے واقع نہیں ہوئی۔ فقیر حقیر (محدث شیرازی) خدا اس کو معاف کرے کہتا ہے کہ عمارہ بن مطر کی بعض دوسرے ارباب حدیث نے توثیق بھی کی ہے اور بعض نے اس کو وصف حفظ حدیث کے ساتھ موصوف بتلایا ہے۔ جیسا کہ ذہبی کے قول سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا ضعف اس درجہ کا

نہیں ہے کہ اون سے روایت نہ لیجائے۔ حالانکہ اونکی مرویات مذکورہ بالا کو اماں حدیث نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ اب رہی ابوہریرہ کی حدیث۔ اوسمیں یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ہو کہ مخصوص طبقہ انبیا میں سوائے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے اور کسی کے لئے رجعت شمس نہیں ہوئی۔ یا آپنے یہ حدیث اس مشاہدہ کے وقوع سے پہلے بیان فرمائی ہو۔

عمرۃ الصلح (سنہ ۷ ہجری)

صلح حدیبیہ کے شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ حج نہ بجالائیں سال آیندہ ادائے حج فرمائیں۔

چونکہ صلح کو سال بھر ہوچکا تھا اس لئے آپ نے ادائے حج عمرہ کا قصد فرمایا اور حکم دیا کہ جو لوگ صلح حدیبیہ کے موقع پر شریک تھے سب کے سب مناسک عمرہ بجالائیں حکم کی دیر تھی۔ تمام لوگ آپ رسالت کے ہمرکاب تھے مدینہ کے انتظام حضرت ابوذر غفاری کو سپرد ہوئے اور ۲۵ ذیقعدہ سنہ ۷ ہجری کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کیطرف روانگی ہوئی ناجیہ اسلمی کو قربانی کے اونٹ جو شمار میں ۶۰ تھے یا ستر اور باربرداری کے جانور سواری کے گھوڑے محمد بن مسلمہ کی محافظت میں اور اسلحہ جات وغیرہ بشیر بن سعد کی سپردگی میں ایک روز قبل روانہ فرمادیے گئے۔ کم و بیش چھ سو مہاجر و انصار کی جمعیت آنحضرت صلعم کے ہمراہ روانہ ہوئی۔ منزل ذوالحلیفہ میں پہونچکر احرام باندھا گیا۔ اور وہیں سے مسلمانوں کا یہ قافلہ لبیک گویاں آگے بڑھا۔

خدا کے خالص بندوں اور عقیدتمندوں کی قلبی مسرت و جذبات کی کوئی حد نہ تھی قلب پر ورد حالت بھی ان محسوسات سے خالی نہیں تھا۔ فیضان قدرت کے مشاہدے پیش نظر تھے۔ جس آبائی مسکن و وطن سے ہجرت فرمانیکی مجبوری ہوئی تھی۔ اور جس شہر و مقام کیطرف ظالم وقت کی شدت مخالفت کی وجہ سے معاودت و مراجعت فرمانا تو کیا۔ صرف قصد و ارادہ کرنا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اوسی مقام اور اوسی شہر خاص میں آپ اسوقت بخوف وہراس اور بلا تامل و وسواس اس شوکت و اہتمام اور اطمینان و آرام سے اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ تشریف لیجا رہے ہیں۔ آخر الصبر مفتاح الظفر (صبر کامیابی کی کنجی ہے) کا قدیم اور مشہور قول اسی مبارک سفر پر پورے طور سے صادق آتا ہے۔ جسکی ایک ایک منزل بلکہ ایک ایک قدم اسلام کی فتح عظیم کا نقش کالحجر تھا۔

قریش سے راہ میں ملاقات

محمد بن مسلمہ کے ہمراہی جب منزل مر الظہران میں پہونچے۔ تو وہاں کنار قریش کے چند لوگ ملے۔ اونھوں نے محمد ابن مسلمہ کے ساتھ یہ سامان دیکھکر دریافت کیا اور حقیقت حال معلوم کرکے سیل بیاباں کی طرح دوڑے اور قریش کو خبر کردی مشرکین میں اب جرات تو باقی نہیں تھی۔ جو کچھ بھی وہ جہالت کی

اپنے تاب کتی۔ سب کے سب سطوت اسلام سے مرعوب ہوکر پہاڑون پر چلے گئے۔ لیکن خلاف شرط معاہدہ۔ اسلحہ جات کا ہمراہ لانا سُنکر انھون نے مکرز بن حفص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین بغرض استفسار بھیجا۔ مکرز بن حفص راستہ پر کھڑا ہوگیا جب موکب رسالت اودھر سے گذرا تو مکرز نے حاضر ہوکر عرض کی ہتیارون کا لانا خلاف شرط ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم تمام شرائط معاہدہ پر ثابت قدم ہین۔ اور انشاء اللہ سر مو اوس سے تجاوز نہ کرینگے ہم نے ہتیار صرف راستہ کی محافظت کے خیال سے ہمراہ لیے ہین ان مین سے ایک حربہ بھی مکہ مین نہین جائیگا اور شہر سے منزل دو منزل آگے چھوڑ دیا جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مکرز بن حفص نے واپس آکر قریش سے حضرت کا جواب کہدیا۔ وہ بھی سُنکر مطمئن ہوگئے۔

بطن یاجج مین سب اسلحات چھوڑ دیے گئے۔ اور دو سو مسلمانون کا دستہ اونکی حفاظت پر مقرر کردیا گیا۔ اور قربانی کے اونٹ مقام ذی طوی مین بھیجدیے گئے۔ صرف ایک ایک تلوار وہ بھی نیام کے اندر حمائل کرکے مہاجرو انصار کا قافلہ جناب رسول خدا صلعم کے ہمراہ آگے بڑھا۔ مقام حجون مین پہونچ کر آپ اپنے ناقہ قصوا پر سوار ہوکر لبیک گویان نکما شوکت وجلال داخل مکہ ہوئے۔ عبد اللہ بن رواحہ ناقہ کی مہار تھامے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

مکہ مین موکب رسالت کا داخلہ	

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ الیوم نضربکم علی تنزیلہ

کافرو سامنے سے ہٹ جاؤ آج جو تمنے اوترنے سے روکا تو ہم تلوار کا وار کرینگے

ضربا یزیل الھام عن مقیلہ ویذھل الخلیل عن خلیلہ

وہ وار جو سر کو خوابگاہ سر سے الگ کردے اور دوست کے دل سے دوست کا دل بُھلا دے

یا رب انی مومن بقیلہ انی رایت الحق فی قبولہ

خدایا ہم تحویل حکم قبلہ پر ایمان لائے ہین اور قول رسول کو ہین حق تسلیم کرچکے ہین

ان اشعار پڑھنے سے حضرت عمر کی ممانعت	

امام قسطلانی لکھتے ہین کہ حضرت عمر نے عبد اللہ بن رواحہ کو اس رجز کے پڑھنے سے منع کرنا چاہا۔ یہ کہکر کہ خدمت رسول مین اشعار پڑہنا مناسب نہین ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُن لیا۔ ارشاد فرمایا۔ اے عمر مین خود سنتا ہون۔ یہ ارشاد سُنکر حضرت عمر چپ ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے عبد اللہ بن رواحہ کو حکم دیا کہ یہ اشعار پڑہو۔

لا الہ الا اللہ وحدہ نصر عبدہ واعز جندہ

خدائے واحد کے سوا کوئی خدا نہین ہے اوسی نے اپنے بندہ کی مدد کی اور اُسکے لشکر کو عزت دی

وھزم الاحزاب وحدہ اور اوسی کی وحدت نے جماعت کفار کو مار بھگایا۔ (زرقانی ص ۲۹۰ جلد ۲)

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام ہمراہیوں کے ساتھ باطمینان و آرام تمام مناسکات حج ادا فرمائے۔

سنت رمل

مکہ والے مدینہ والوں کو عموماً کمزور اور ضعیف سمجھتے تھے۔ اور اسی کے ساتھ تمام مہاجرین کو بھی مدینہ کی بود و باش کی وجہ سے لاغر و ناتوان یقین کرنے لگے تھے۔ آنحضرت صلعم نے اونکے ان توہمات کی اصلاح کے خیال سے تمام مہاجرین و انصار کو حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین شوطوں (گشت) میں وہ اکڑتے ہوئے چلیں کہ تنگدل مخالفین کو اونکی کشادہ ہمتی کے مشاہدے ہو جائیں۔ عربی میں اس طریقے سے چلنے کو رمل کہتے ہیں مسلمانوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور بقول شبلی صاحب آجتک یہ سنت باقی ہے۔

کفار اس منظر کو کیا ٹھنڈے دل سے دیکھتے تھے کبھی نہیں۔ وہ دل ہی دل میں اس فتح عظیم اسلام اور تکمیل بشارت حضرت خیر الانام علیہ وآلہ السلام کو دیکھ دیکھ کر جلے جاتے تھے۔ لیکن کر ہی کیا سکتے تھے۔ معاہدہ میں پکے پکے شرط کرچکے تھے۔ اقرار سے انکار۔ اعتراف سے انحراف ممکن نہیں تھا۔ خون کے گھونٹ پی پی کر رہ گئے۔ جیوں ہی تیسرا دن تمام ہوا چند عمائد قریش حضرت علی المرتضیٰ کے پاس آئے اور کہا کہ ایام شرط پورے ہو گئے۔ آپ آنحضرت صلعم سے کہدیں کہ شہر خالی کردیں اور شرط معاہدہ کے موافق مدینہ واپس جائیں۔ حضرت علی ع نے اونکا پیام خدمت رسالت میں پہونچایا۔ آپ نے اوسی وقت مراجعت کا قصد کردیا اور ارشاد فرمایا کہ بدعہدی اسلام کا شعار نہیں ہے۔

امامہ بنت حضرت حمزہ علیہ السلام

مکہ سے روانگی کے وقت حضرت حمزہ ع کی صغیر السن صاحبزادی جن کا نام امامہ تھا اور وہ اب تک مکہ ہی میں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چچا چچا کہتی ہوئی دوڑی آئیں۔ اور عرض کرنے لگیں ہمیں بھی ساتھ لیتے چلیے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرط محبت سے گود میں اوٹھا لیا۔ اور بروایت قسطلانی و زرقانی۔ جناب سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا کی محمل کے پاس لاکر بچی کو اونکے سپرد فرمادیا جب مدینہ میں پہونچے تو آنحضرت صلعم کی خدمت میں امامہ کی ولایت و کفالت کے تین برابر کے دعویدار حاضر ہوئے اون میں ایک زید بن حارثہ تھے۔ دوسرے جعفر ابن ابیطالب۔ تیسرے علی ابن ابیطالب۔ زید کا دعوی تھا کہ عقد مواخاۃ کے رو سے حضرت حمزہ ہمارے بھائی تھے۔ چنانچہ شہادت کے وقت وہ مجھی کو اپنا وصی قرار دے چکے ہیں۔ اس بنا پر امامہ کی ولایت کا مجھ سے زیادہ مستحق کوئی نہیں ہو سکتا۔ حضرت جعفر کا بیان تھا کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے۔ لہذا مجھ سے بڑھکر نہ اس کا کوئی ولی ہو سکتا ہے اور نہ قریب تر خیر خواہ۔ حضرت علی ع فرماتے تھے کہ آپ سب حضرات تو وہاں موجود تھے۔ لیکن یہ بچی سب کو چھوڑکر سب سے پہلے میری گود میں چلی آئی۔ گویا اس کے نزدیک مجھ سے بڑھکر کوئی اور اس کا ولی نہیں تھا۔ چنانچہ وہ اس وقت تک میرے پاس ہے۔ اس سے زیادہ اثبات استحقاق اور کیا ہوگا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کے دعوے سنکر امامہ بنت حضرت حمزہ کو

اسمار بنت عمیس کی گود میں دیدیا کہ وہ حقیقی خالہ تھیں۔ اور ارشاد فرمایا کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔ اسمار اوسوقت حضرت جعفر کے نکاح میں تھیں (زرقانی از ص ۱۹۹-۲۰۱)

عمر عاص اور خالد بن ولید کا اسلام

زرقانی اور روضۃ الاحباب میں ان دونون حضرات کے اسلام لانیکی کیفیت خود انکی زبانی یون مرقوم ہے۔

عمر عاص یون بیان کرتے ہین کہ غزوۂ خندق کی شکست کے بعد سے مجھے یقین ہو گیا کہ آنحضرت صلعم کے امور ضرور بلند ہوتے جائینگے اور آپ اب کسی قوم و قبیلہ کی طاقت سے مغلوب نہین ہونگے۔ یہ سوچکر مین نے اپنے احباب سے مشورت کی۔ اور اون سے اپنی یہ تجویز بیان کی کہ مناسب یہ ہے کہ ہم نجاشی کے پاس چلے جائین۔ اور طرفین کے امور کا انتظار کرین۔ اگر ہماری قوم غالب ہوجائے تو ہم باطمینان تمام مکہ واپس آئین۔ اور اگر مسلمان غالب آئین تو ہم وہین پناہ گزین ہوجائین۔ میرے احباب نے میری تجویز کو بہت پسند کیا اور مین نجاشی بادشاہ حبشہ کے لئے بہت سے نفیس اور گرانبہا تحفے لیکر نجاشی کے پاس پہونچا۔ میرے پہونچنے سے پہلے عمرو بن اُمیہ الضمری نامۂ رسالت لیکر نجاشی کے پاس پہونچ چکے تھے۔ اور بادشاہ نے بڑے اعزاز و اکرام سے نامہ مقدس لے کر اون کو اپنا مہمان کیا تھا۔ مین نے نجاشی سے خلوت مین ملاقات کر کے کہا کہ عمرو بن اُمیہ کو مجھے حوالہ کر دیجئے کہ مین اوسے قتل کر ڈالون اوس کے قتل کر دینے سے قریش مین میری آبرو رہجائے گی۔ اور عزت بڑھ جائیگی۔ یہ سنکر نجاشی نے مارے غیرت کے اپنے موہنہ پر طمانچے مار لیے اور کہا یہ مجھ سے کیسے ہو سکتا ہے کہ مین کسی شخص کے ایلچی کو دشمن کے ہاتھ مین قتل کر دینے کے لئے دیدون اور اپنے آبا و اجداد پر یہ ننگ و عار قائم کر لون۔ اور پھر کس مقدس بزرگ کا ایلچی اور فرستادہ جس پر ناموس اکبر (جبرئیل) کا نزول ہوتا ہے۔ مین نے کہا۔ اے بادشاہ۔ کیا واقعی ایسا ہوتا ہے اور کیا آپ بھی اس پر اعتقاد رکھتے ہین۔ نجاشی بولا۔ حقیقۃً ہے۔ عمر عاص۔ تم قریب رہکر آشنا نہین جانتے مین تمہین آگاہ کئے دیتا ہون کہ وہ نبی برحق ہے۔ اوسکی اطاعت اختیار کرو۔ اوسکی باتون کو سنو اور مانو۔ اور جان لو کہ اوس پر کوئی غالب نہین آسکتا۔ بلکہ وہی اپنے سب مخالفین پر غالب ہو کر رہے گا۔ جیسا کہ موسیٰ۔ فرعون اور اوسکی تمام قوم پر غالب آئے۔ یہ سنکر مین نجاشی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اور اوسکے حبش سے واپس آیا۔

یہان تک کلمہ زرقانی بطور خلاصہ لکھتے ہین۔

وفی اسلام عمرو بن العاص علی ید النجاشی لطیفۃ وھو صحابی اسلم علی ید تابعی ولا یعرف مثلہ (ص ۲۰۶ مختصر)

نجاشی کے ہاتھ پر عمر عاص کے مسلمان ہونے مین ایک خاص لطیفہ وہ یہ کہ صحابی تابعی کے ہاتھ پر اسلام لایا ہے اور اس واقعہ کی کوئی اور مثال مجھے معلوم نہین ہے۔ (مختصر ص ۲۰۶)

عمر عاص اپنی کیفیت آگے یون بیان کرتے ہین ۔

مین حبش سے لوٹ کر مکہ آیا اور اپنے مذہب اسلام کو تمام احباب سے چھپایا ۔ اور مدینہ کے قصد سے روانہ ہوا ۔ راستہ مین خالد ابن ولید ملے ۔ پوچھا کہان جاتے ہو ۔ بولے ۔ مدینہ جاتے ہین ۔ اسلیے کہ خدا کی قسم اب مجھے یقین ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی برحق ہین ۔ اب مجھپر صراط مستقیم ہویدا اور آشکارا ہو گئی ۔ اور اب مین رُکنے کا نہین ۔ جاؤن گا اور اون پر ایمان لاؤن گا ۔ مین نے کہا ۔ سبحان اللہ مین بھی تو اسی قصد سے جاتا ہون ۔ غرضکہ ہم اور خالد دونون مدینہ پہونچکر خدمت رسالت مین حاضر ہوے اور شرف اسلام سے مشرف ہوئے ۔ زرقانی ص ۷ ، ۳۰ ، روضۃ الاحباب ص ۳۰۴

اسلام خالد بن ولید

خالد بن ولید اپنے ایمان لانیکی کیفیت یون بیان کرتے ہین ۔

واقعہ حدیبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز خوف پڑھ رہے تھے مین کمین گاہ مین تھا ۔ اس موقع کو غنیمت سمجھکر مین نے اپنے ہمراہی دستہ فوج کے ساتھ حملہ کر کے آپ کا وہین خاتمہ کر دینا چاہا ۔ مگر مین کامیاب نہو سکا اور آپ پر دسترس نہ پا سکا ۔ اسی وقت سے مجھے یقین ہو گیا کہ خدا ئے برحق آپ کا نگہبان ہے اور آپ ضرور ہماری قوم پر غالب آئین گے ۔ اسکے بعد معاملات فیما بین مصالحت سے طے پا گئے ۔ اسکے ساتھ ہی مجھے یقین ہو گیا کہ قوم قریش مین نہ اب کوئی جاہ وقوت باقی ہے نہ شان وشوکت ۔ بہتر ہے کہ ہجرت وطن اختیار کر کے کسی اور ملک مین نکل جاؤن نجاشی کے پاس مجھے منظور نہین ۔ اسلیے کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے ۔ اس سے بہتر ہے کہ ہرقل رومی کے پاس چلا جاؤن اور یہودی یا نصرانی ہو جاؤن ۔ لیکن پھر اس ارادے کو بھی فسخ کر دیا ۔

مین اسی حالت مین تھا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ مین بغرض ادائے عمرہ آمد آمد مشہور ہوئی مجھے اسکے سننے کی تاب نہ آئی ۔ مین عمداً مکہ سے باہر چلا گیا ۔ آپ تشریف لا کر مکہ مین تین دن تک مقیم رہے ۔ اسی اثنا مین میرا بھائی ولید بن ولید مشرف باسلام ہو گیا ۔ آنحضرت صلعم نے اُس سے میری نسبت دریافت کیا ۔ بھائی نے حقیقت عرض کر دی جب آپ تشریف لیگئے تو بھائی نے مجھے خط مین لکھ بھیجا کہ آنحضرت صلعم تمھین پوچھتے تھے اور فرماتے تھے کہ خالد ایسا شخص نہین ہے کہ اُس سے اسلام کی حقیقت ابھی تک چھپی ہو ۔ اگر وہ مسلمان ہو کر مہاجرین وانصار کے ساتھ ہو کر جوہر شجاعت دکھائے تو اُسکے لیے ہر طرح بہتر ہو گا ۔ مین تو خدا کے فضل وکرم سے مسلمان ہو گیا ۔ تعجب ہے کہ تم ابتک مسلمان نہین ہوے ۔

خالد کا بیان ہے کہ بھائی کا یہ خط پا کر مین کمال مسرور ہوا اور مکہ مین واپس آ کر مدینہ جانے کا سامان کرنے لگا اور عثمان بن طلحہ عبدری کو جو میرا قدیم رفیق تھا اپنے ساتھ لیکر مدینہ روانہ ہو گیا جب منزل ہدی پر پہونچا تو عمر عاص سے ملاقات ہوئی ۔ ہم دونون مین اظہار خیالات ہوے اور یہان سے ہم تینون ملکر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوے مدینہ

پہونچکر لوگون نے غسل کیا۔ نئے کپڑے پہنے۔ خدمت نبوی مین حاضر ہوئے۔ جمال مبارک کو دیکھتے ہی عرض کی السلام علیک یا رسول اللہ واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔ آپنے متبسم ہوکر ارشاد فرمایا۔

الحمد للہ الذی ھداک الی الاسلام — اوس خدا کا شکر ہے جس نے تجھکو اسلام کی طرف ہدایت فرمائی

غزوۂ موتہ

(آغاز سال ۸ ہجری)

علاقہ شام مین شہر بلقا سے پورب کی طرف ایک مقام کا نام موتہ ہے جہان کی تلوارین عرب مین بہت مشہور تھین اسکے ثبوت مین عرب کے قدیم شاعر کثیر کا یہ مصرعہ موجود ہے۔

صوارم یجلوھا بموتۃ صیقل — وہ تلوارین جنکو موتہ مین صیقل گر جلا دیتا ہے۔

جلد دوم مین ارسال نامجات کے باب مین بیان ہوچکا ہے کہ تبلیغ اسلام کی غرض خاص سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاطین ملکی و امرا اور روسا قبائل کے نام خط لکھے تھے۔ انھین مین شرحبیل بن عمرو کے نام بھی نامہ رسالت حارث بن عمیر کی معرفت بھیجا گیا تھا۔ شرحبیل علاقہ حوران کا حکمران تھا۔ شہر بصرہ اسکا دار الحکومت تھا شرحبیل قیصر کا باجگزار اور زیر اقتدار رکھتا تھا۔ شرحبیل نے نامہ رسالت کے ساتھ بے ادبی کی اور عمیر کے ساتھ بد سلوکی کرکے انکو فوراً قتل کر ڈالا۔

جناب رسولخدا صلعم نے ان کے خون ناحق کے قصاص و معاوضہ کی غرض خاص سے تین ہزار فوج طیار کی اور زید بن حارثہ کو اس لشکر کا امیر بنایا اور تمام اکابر صحابہ کو سوائے حضرت علی مرتضی کے انکی ماتحتی مین روانگی کا حکم دیا اور ہدایت فرمادی کہ اگر زید شہید ہو جائین تو حضرت جعفر بن ابیطالب امیر لشکر ہون۔ وہ بھی فائز بشہادت ہون تو عبداللہ بن رواحہ سردار لشکر بنائے جائین۔

زید بن الحارثہ۔ آنحضرت صلعم کے غلام تھے۔ حالانکہ آزاد ہوچکے تھے اور مساوات اسلامی و صحبت نبوی کے فیوض سے ہر طرح ممدوح تھے لیکن تاہم بقول شبلی صاحب۔

حضرت جعفر طیار حضرت علی کے حقیقی بھائی تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرب خاص تھے عبداللہ ابن رواحہ معزز انصاری اور مشہور شاعر تھے۔ اس بنا پر لوگون کو تعجب ہوا کہ جعفر و عبداللہ کے ہوتے زید کو افسر کرنا کس بنا پر ہے۔ چنانچہ لوگون مین چرچے ہوئے۔ لیکن اسلام جس مساوات عام کے قائم کرنے کے لیے آیا تھا اس کے لیے اسی قسم کا ایثار درکار تھا! اسامہ کی مہم مین جسمین تمام مہاجرین کو شرکت کا حکم ہوا تھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھین زید کے صاحبزادے حضرت اسامہ کو فوج کا افسر مقرر کیا تھا اوسوقت بھی لوگون مین چرچے ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُنا تو خطبہ دیا اور فرمایا کہ تم لوگون نے انکے باپ کی افسری پر بھی اعتراض کیا تھا حالانکہ یقیناً وہ افسری کے قابل تھے چنانچہ صحیح البخاری باب المغازی مین بتفصیل یہ واقعہ مذکور ہے۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۳۷۱

بہرحال لشکر اسلام آراستہ ہوکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثنیۃ الوداع کے مقام تک بالنفس النفیس لشکر اسلامی کی مشایعت فرمائی۔ اور شام کی طرف اُنکو رخصت فرماکر واپس آئے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس لشکر کشی سے سوائے قصاص حارث کے اسلام کی اور کوئی غرض نہین تھی لیکن چونکہ تبلیغ اسلام اور تعلیم ایمان اسکے ہر جزوی اور کلی امور مین داخل تھی اس لیے لشکر کو رخصت کرتے وقت امراء لشکر کو حسب ذیل احکام خاص طور پر نافذ فرمائے گئے۔

امراء لشکر کو خاص احکام

(۱) مقابلہ سے پہلے مخالف کو اسلام کی دعوت دینا۔ اگر خوش قسمتی سے وہ قبول کرلین تو پھر مقابلہ و مقاتلہ کی مطلق ضرورت باقی نہین۔ (۲) اخوت اسلامی و محبت انسانی کا مقتضا یہی ہے کہ اوس مقام پر ضرور جانا جہان حارث ابن عمیر کا خون ناحق بہایا گیا ہے۔

شرحبیل کے جاسوس تمام لگے ہوئے تھے لشکر اسلام کی منزل منزل کی خبر برابر پہونچاتے رہتے تھے لشکر اسلامی کی شوکت و سطوت نے شرحبیل کو اتنا مرعوب بنادیا تھا کہ بالآخر وہ قلعہ بند ہوگیا اور اس نے ہرقل رومی (قیصر) سے مدد مانگی۔ قیصر بیشمار فوج لیکر چلا۔ اور مقام مآب مین جو اضلاع جابلقا مین واقع ہے مقیم ہوا۔

زید بن حارثہ کو بھی غنیم کی خبر برابر ملتی رہتی تھی۔ مخالف کی طیاری اور کثرت تعداد معلوم کرکے زید نے دربار رسالت مین خبر دینا اور حکم ثانی تک انتظار کرنا چاہا لیکن عبداللہ بن رواحہ نے انکی تجویز سے اختلاف کرکے کہا کہ ہمارا مقصود نہ ملک گیری ہے اور نہ عیسائیون پر فتحیابی۔ بلکہ قصاص حارث کی کوششون مین شرف شہادت سے بہرہ اندوزی ہمارا نصب العین ہے اور وہ ہمکو ہر وقت حاصل ہوسکتی ہے عبداللہ کی اس پُرجوشانہ اور مردانہ صلاح سے سب نے اتفاق کیا۔ اور اسلام کا یہ لشکر قلیل آگے بڑھا۔

غنیم سے مقابلہ
زید کی شہادت

غنیم بھی اپنا ٹڈی دل لشکر عظیم لیے بڑھتا ہوا چلا آیا۔ اور شہر موتہ کے میدان مین طرفین کی فوجین مقابلہ پر طیار ہوگئین۔ غنیم اپنی ایک لاکھ فوج طیار لیکر اسلام کی مٹھی بھر جمعیت پر حملہ آور ہوا۔ پہلے ہی حملہ مین زید بن حارثہ زخم سنان سے مجروح شہید ہوگئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

حضرت جعفر کی شہادت

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق۔ زید کی شہادت کے بعد

حضرت جعفرؓ علم لیکر آگے بڑھے۔ اور اظہار شجاعت مین مبارزان عرب کے قدیم دستور کے مطابق میدان مین پہونچتے ہی اپنے گھوڑے کی کونچین کاٹ ڈالین۔ گویا یہ اپنی ثابت قدمی کا ثبوت تھا کہ کوئی ذریعہ فرار بطور ظاہر باقی نہ رہے اسکے بعد پیدل ہوکر غنیم سے دیرتک بڑی جگرداری اور پاداری کے ساتھ لڑتے رہے۔ کسیکا ہاتھ انکے سیدھے ہاتھ پر پڑگیا اور پورا پڑگیا۔ فوراً ہاتھ کٹ کر زمین پر آرہا حضرت جعفر بکمال استقلال علم کو بائین ہاتھ کی بغل مین دابکر لڑتے رہے اس اثنا مین بائین ہاتھ پر بھی ویسی ہی ضرب پڑی اور وہ ہاتھ بھی شانہ سے جدا ہوگیا پھر غنیم نے انکو بے قابو پاکر ہتیارون سے چور چور کردیا۔

صحیح بخاری مین حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا چشم دید بیان لکھا ہے کہ مین نے اُس دن جعفرؓ کی لاش کو دیکھا تو تلوارون اور برچھیون کے نوے زخم لگے تھے لیکن سب کے سب سامنے کے جانب تھے۔ پشت نے یہ داغ نہین اوٹھایا تھا۔ سیرۃ النبیؐ ص۴۷۱۔

عبداللہ بن رواحہ کی شہادت | حضرت جعفرؓ کے شہید ہو جانیکے بعد حسب الحکم رسالت عبداللہ ابن رواحۃ الانصاری علم فوج لیکر آگے بڑھے۔ روضۃ الاحباب مین مرقوم ہے کہ عبداللہ بن رواحہ نے طلب شہادت کے شوق مین تین روز کے نذر کے رکھے تھے۔ اور اس روز روزے پورے ہو چکے تھے۔ گویا یہ روز عید اور یوم افطار تھا دسترخوان پر بیٹھکر کھانا کھانا ہی چاہتے تھے۔ کہ میدان جنگ سے حضرت جعفرؓ کی شہادت کی خبر آئی کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا کہ اب جعفر کے بعد نعمت دنیا سے لذت پذیر ہونا بیکار ہے۔ بھائی سامنے کھڑے تھے۔ ہرچند اونھون نے کھانا کھا لینے کے لیے اصرار کیا لیکن یہ ویسے ہی اٹھ کھڑے ہوے اور میدان جنگ مین آکر مشغول حرب و ضرب ہوئے اس اثنا مین اُنکی اونگلی مین ضرب آئی اور وہ تیغ زنی مین حارج ہونے لگی۔ عبداللہ گھوڑے سے نیچے اُتر پڑے اور مجروح انگلی کو پاؤن کے نیچے دابکر مقام جراحت سے فوراً جدا کردیا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہوکر باستقلال تمام لڑتے رہے۔ شہادت مین جیون جیون دیر ہوتی تھی یہ اپنے دل مین کہتے جاتے تھے۔ کہ اگر میری روح اہل و عیال کے تعلقات کی وجہ سے جدا ہونا نہین چاہتی تو مین نے اسی وقت بی بی کو طلاق دی اور بچون سے افتراق اختیار کیا۔ اگر غلامون کی محبت سے دنیا چھوڑی نہین جاتی تو مین نے اُن سب کو اسی وقت فی سبیل اللہ آزاد کردیا اور اگر دولت و ملکیت کے سبب سے میری اجل نہین آتی تو مین نے اپنی تمام دولت و ملکیت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین نذر کردی۔ روضۃ الاحباب ص۴۰۸۔

شہادت کا یہ خالص طلبگار، اسلام کا سچا جان نثار، دیرتک بکمال شجاعت و دلیری مصروف کارزار رہا بالآخر اپنی تمنا و آرزو کے موافق شاہد شہادت سے ہمکنار ہوا۔

خالد کی امارت غیر منصوص

چونکہ جناب رسول محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقرر کردہ امیران لشکر کے سب شہید ہو چکے تھے اس لئے ثابت ابن قرم نے عبد اللہ بن رواحہ کے بعد علم فوج تو لے لیا لیکن لشکر کو مخاطب کرکے کہا کہ آپ لوگ جلد ایک امیر مقرر کر لین ورنہ مخالف ہماری بدنظمی سے فائدہ اٹھا کر ہم پر غالب آجائے گا۔ لوگون نے کہا ہم تمھین کو امیر بناتے ہین۔ ثابت نے کہا مجھ مین اسکی صلاحیت ہی نہین تب لوگون نے خالد بن ولید کو جلدی سے علمدار فوج بنا کر بھیجا اور ثابت نے علم فوج انکے حوالے کر دیا۔ چنانچہ زرقانی جلد دوم مین ہی۔

ثم اخذ اللواء خالد بن ولید — پھر خالد ابن ولید نے علم لیا۔ وہ امیر مقرر شدہ نہین تھے۔

ولم یکن من الامراء و هو امیر نفسہ۔ ص۳۱۷ — بلکہ انھون نے اپنے جی سے امارت قبول کر لی تھی۔

تینون امرا کے یکے بعد دیگرے شہید ہو جانیکے باعث لشکر اسلامی مین انتشار پیدا ہو گیا تھا اور ہر شخص فرار کرنے پر طیار ہو گیا تھا خالد نے میدان جنگ کا رنگ بیرنگ دیکھکر اکھڑی ہوی فوج کو جما لینا چاہا اور قطبہ بن عامر نے جیسا کہ محدث شیرازی لکھتے ہین مبارزان اسلام کو بہت متنبہ کیا اور کہا کہ تملوگون کے ارادے کے خلاف مین تو گریز پائی کے شرم و عار اختیار کرنے سے میدان جنگ مین تمھارا پارہ پارہ ہو کر دشمنون کے ہاتھ سے مارا جانا کہین بہتر سمجھتا ہون۔ خدا کی قسم میرے لیے تیغ دستان کے زخم اہل مدینہ کی طعن زبان سے زیادہ خوشگوار ہین جو گھر بھاگ کر مجھکو اور تمکو سننے پڑینگے۔

اس کلام وکلام مین شام ہو گئی۔ اور رات کی وجہ سے جانبین لڑائی موقوف کرکے اپنے اپنے فرودگاہ پر واپس گئے۔ اہل اسلام کی شجاعت و دلیری کا پردہ رہگیا۔ خالد بن ولید کو فوج کی بیدلی کا اصلی سبب انکی قلت معلوم ہوئی۔ اور اس مین کوئی کلام نہین کہ مخالف کی کثرت کے مقابلہ مین مسلمانون کی تعداد کچھ بھی نہین تھی۔ خالد اس اصلی راز کو سمجھ گئے۔ دوسرے دن صبح کو انھون نے ایک خاص حیلہ سے کام لیا۔ فوج اسلامی کی قلیل تعداد کو معرکہ آرائی کے اصول پر مقدمہ ساقہ۔ میمنہ اور میسرہ مین تقسیم کرکے غنیم کی نگاہ مین تھوڑی تعداد کو بہت دکھلایا۔ اس تدبیر کا یہ اثر ہوا کہ عیسائیون نے سمجھ لیا کہ مسلمانون کی امدادی فوج آگئی اس لیے روز گذشتہ کی ایسی ہمت ان مین نہین رہی۔ اور مسلمانون کی فوج بھی خالد کی ماتحتی مین بڑی جگرداری سے لڑی خالد کا بیان ہے کہ اوس روز یکے بعد دیگرے نو تلوارین میرے ہاتھ مین ٹوٹ گئین۔

یہ سب کچھ تو ہوا لیکن اسکا علاج کیا تھا کہ باوجود اسکے کہ مسلمانون نے عیسائیون کی جمعیت کثیر کو مقتول کیا۔ لیکن اونکی کثرت اتنی تھی کہ اونکی طرف کمی افراد ذرا بھی معلوم نہین ہوتی تھی۔ بخلاف انکے۔ اگرچہ مسلمان بہت کم شہید ہوئے تھے لیکن قلت تعداد کی وجہ سے ان مین صاف صاف کمی ظاہر ہوتی تھی۔ ان امور پر

نظر کر کے خالد بن ولید نے عام مجاہدان اسلام کی دستصواب اسے سے دشمنون کے محاصرے سے فوج کا نکال لیجانا اور بخیر و خوبی باقیماندہ لوگون کو واپس لیجانا مصلحت سمجھا شبلی صاحب لکھتے ہین ۔

حضرت خالد سردار فوج تھے ۔ نہایت بہادری سے لڑے ۔ صحیح بخاری مین ہو کہ آٹھ تلوارین اُنکے ہاتھ سے ٹوٹ کر گر پڑین لیکن ایک لاکھ سے تین ہزار کا کیا مقابلہ ۔ بڑی کامیابی یہی تھی کہ فوجون کو دشمن کی زد سے بچا لائے ۔ جب یہ شکست خوردہ فوج مدینہ کے قریب پہونچی اور اہل شہر اُنکی مشایعت کو نکلے تو لوگ غمخواری کے بجائے اُن کے چہرون پر خاک پھینکتے تھے ۔ کہ او فرارید تم خدا کی راہ سے بھاگ آئے ۔ سیرۃ النبی صـ ۳۷۲ جلد ۲ ۔

تھی تو حقیقت مین شکست لیکن خالد بن ولید کے مؤیدین نے اسکو اسلام کی فتح بتلایا ہے اور زمانہ حال کے محققین معتدلانہ طریقہ سے اسکو اسلام کی . . . . شاندار واپسی لکھتے ہین ۔ خیر جو کچھ ہو لشکر اسلام بے نیل مرام واپس آیا ۔

حضرت جعفر (ذو الجناحین) طیار کی شہادت پر آنحضرت ؐ کا ملال ۔

اس مین کوئی کلام نہین کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا ۔ شہیدان معرکہ مین سب سے زیادہ حضرت جعفر کی مفارقت کا صدمہ آپ کو ہوا جب آپ کو خالد کی مراجعت کی خبر معلوم ہوئی تو آپ سوار ہو کر مدینہ سے نکلے بہت سے لڑکے اور اہل شہر آپکے ہمراہ ہوئے جب لشکر اسلامی قریب آگیا تو بہت بھیڑ ہوگئی ۔ ابن ہشام لکھتے ہین ۔

عن عروۃ قال لما دنوا من المدینۃ تلقاھم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی دابۃ و المسلمون والصبیان یشتدون فقال خذوا الصبیان فاحملوھم واعطونی ابن جعفر فاتی بعبد اللہ فحملہ بین یدیہ ۔ زرقانی ج ۲ صفحہ ۳۱۹ ۔ ابن ہشام ص ۲/۲۱

عروہ سے مروی ہے کہ جب خالد لشکر کے ساتھ مدینہ کے قریب پہونچے تو آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ سواری پر تھے اور کثرت سے مسلمان اور اُنکے لڑکے ہمراہ تھے آپنے فرمایا کہ بچون کو سواریون پر اٹھا لو اور جعفر کے بیٹے کو مجھے دیدو چنانچہ لوگون نے عبد اللہ بن جعفر کو اُٹھا کر آپکی سواری پر دیدیا اور آپنے اُنکو لیکر اپنی گود مین اٹھا لیا

ابن ہشام ۔ طبری ۔ قسطلانی ۔ زرقانی اور محدث شیرازی متفق اللفظ بیان کرتے ہین ۔

اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت جعفر ؓ کہتی ہین کہ جب حضرت جعفر کی شہادت کی خبر آپ کو معلوم ہوئی تو آپ مسجد سے اُٹھکر میرے گھر تشریف لائے اور مجھ سے پوچھنے لگے جعفر کے لڑکے کہان ہین ۔ مین لڑکون کو لیکر آپکی خدمت مین حاضر ہوئی (اسوقت تک مجھے اس حادثہ کی خبر نہین ہوئی تھی) آپنے بیقرار ہو کر بچون کو گود مین اُٹھا لیا ۔ پیار کیا ۔ اُن کے گیسوؤن کو سونگھا ۔ اور آنسو آپ کی آنکھون سے جاری ہوگئے ۔ یہ عالم

دیکھکر مجھے جعفرؑ کی طرف سے دھڑکا ہوا۔ اور مین مضطرب ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنے لگی کہ کیا جعفرؑ کی خبر آئی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہان۔ اسماء وہ شہید ہوئے۔ یہ سنکر مین بے خود ہوگئی اور نالہ و فریاد کرنے لگی۔ اور زنان محلہ بھی میری آہ و زاری سنکر میرے پاس بغرض تعزیت جمع ہوگئین۔ آنحضرت صلعم نے بکمال دلجوئی مجھسے ارشاد فرمایا کہ اے اسماء نالہ و فریاد نکرو۔ کلمات ناشائستہ زبان سے نہ نکالو۔ سر و سینہ نہ پیٹو۔

رسول کی طرف سے جعفرؑ کے گھر مین ارسال طعام تعزیت

یہ فرماکر آپ باچشم گریان وہان سے اٹھے جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر مین آئے۔ انکو بھی واعماہ (ہائے چچا) کہہ کہکر روتے دیکھا ارشاد ہوا۔

علی مثل جعفر فلتبك الباكية　　(جعفر کی مثل اب کون اور ہوگا جسکے لئے رونیوالیان روئین گی)

یہ فرماکر آپنے ارشاد کیا فاطمہؑ۔ اولاد جعفرؑ کے لیے طعام تعزیت طیار کرو۔ کیونکہ وہ سب کے سب اپسے بیحال ہو رہے ہین کہ خور و نوش کا ہوش نہین رکھتے۔

زرقانی۔ زبیر بن بکار کے حوالے سے حضرت عبد اللہ بن جعفر کی زبانی لکھتے ہین۔

فعمدت سلمى مولاة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الى شعير فطحنته ثم ادمته بزيت وجعلت عليه فلفلاً قال عبد الله فاكلت منه وحبسني صلى الله عليه وآله وسلم مع اخوتي في بيته ثلاثة ايام۔

سلمی۔ خادمہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کا آٹا گوندھا۔ اوسکو خمیر کیا۔ پھر روغن زیتون ملاکر روٹیان پکائین اور اوس پر بادلہ کی پھلیان رکھکر لے آئین۔ اور ہم نے اوس مین سے کھایا عبد اللہ بن جعفرؑ کہتے ہین کہ اسی طرح جناب رسالت مآب صلعم نے ہم لوگون کو تین روز تک اپنے گھر مین رکھا۔ زرقانی جلد دوم صفحہ ۳۱۹ مصر

زرقانی۔ طبرانی قسطلانی۔ امام احمد بن حنبل و امام نسائی کی سند صحیح کے حوالے سے لکھتے ہین۔

عن عبد الله ابن جعفر ثم امهل صلى الله عليه وآله وسلم آل جعفر ثلاثاً ثم اتاهم فقال لا تبكوا على اخي بعد اليوم ثم قال ائتوني ببني اخي فجيء بنا كانا افرخ فدعا الحلاق فحلق رؤوسنا ثم قال اما محمد فشبيه عمنا ابي طالب واما عبد الله فشبيه خلقي وخلقي ثم دعا لهم۔

(زرقانی صفحہ ۳۱۶ جلد ۲ مصر)

عبد اللہ بن جعفر سے منقول ہے کہ حضرت جعفرؑ کی اولاد کو جناب رسولخدا صلعم نے تین روز تک اپنے گھر مین رکھا۔ پھر اونکو پاس بلاکر کہا کہ آج سے اب اپنے بھائی کے لیے نہ رونا۔ پھر آپنے فرمایا میرے بھتیجون کو میرے پاس لاؤ جب ہم آپکی خدمت مین لائے گئے تو آپ بکمال شفقت و دلجوئی ہم لوگون کو باہر لائے۔ حجام کو بلوایا اور ہماری حجامت بنوائی پھر میرے بھائی محمدؑ کی طرف دیکھکر لوگون کو مخاطب کرکے فرمایا محمدؑ تو میرے چچا ابی طالبؑ سے مشابہ ہے اور عبد اللہ باعتبار ترکیب جسم و توصیف خلق مجھسے مشابہ ہے یہ فرماکر آپنے ہمارے لیے دعا فرمائی۔

حضرت جعفرؓ کے واقعہ مین اونکے اہل وعیال کی گریہ وزاری کی نسبت منع گریہ کی بھی حدیثین آئی ہین چنانچہ زرقانی حضرت عائشہ کی زبانی لکھتے ہین۔

فجاء رجل فقال ان نساء جعفرؓ ذکر بکاءھن فامرہ صلعم ان ینھاھن فذھب ثم اتی فقال قد نھیتھن وذکر انھن لم یطعنہ فامر ایضا فذھب ثم اتی فقال واللہ لقد غلبتنا قال فاحث فی افواھھن من التراب قالت عائشۃ فقلت ارغم اللہ انفک فواللہ ما انت تفعل وما ترکت رسول اللہ من العناء وعند ابن اسحق قالت عائشۃ وعرفت انہ لا یقدر ان یحثی فی افواھھن التراب قالت ربما ضرب التکلف اھلہ

(ص ۳۱۶ مصر)

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ مسجد مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محزون وملول بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا کہ جعفرؓ کی عورتین شیون وشین اور بین کر رہی ہین آپنے ارشاد فرمایا کہ انھین منع کر دو۔ وہ شخص گیا اور لوٹ کر آیا اور کہنے لگا کہ مین نے انھین منع کیا وہ نہین مانتین پھر آپنے وہی فرمایا۔ اور پھر وہ شخص گیا اور پھر ویسے ہی آکر کہنے لگا کہ وہ اپنے شیون وشین اور بین موقوف نہین کرتین اور میرا کہنا نہین مانتین آپنے فرمایا کہ انکے منھ مین خاک جھونک دو۔ یہ سنکر مین نے (حضرت عائشہ نے) اس شخص سے کہا کہ خدا تیری ناک خاک آلودہ کرے۔ تو ایسا نہ کرنا اور جناب رسول خدا صلعم نے اپنا حزن وملال نہین ترک فرمایا تھا۔ اور ابن اسحاق نے اپنی روایت مین حضرت عائشہ کا یہ قول لکھا ہے کہ مین آپکے کہنے پر جانتی تھی کہ وہ شخص کبھی ان لوگون کے مونھ مین خاک جھونکنے پر قادر نہین ہو سکتا اس لئے کہ اس حرکت سے آپکے اہل بیت کو تکلیف پہونچے گی۔

اس روایت سے محدثین کے ایک گروہ خاص نے منع گریہ وبکا کے معنی لیے ہین" اول تو اس حدیث کی صحت کا حال معلوم نہین۔ اور اگر صحیح بھی ہو تو اس سے جزع وفزع کے بجائے صبر ورضا اور سکون وسکوت کی تعلیم وہدایت مقصود ہے نہ امتناع وحرمت۔ چنانچہ محدث شیرازی اس حدیث کے لکھنے کے بعد روضۃ الاحباب مین تحریر فرماتے ہین۔

تنبیہ از ضمن خبر جعفرؓ وگریہ حزن وملال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوقت ورود خبر معلوم میشود کہ شخصے در مصیبت بمجرد بکا وحزن از دائرہ صابران وراضیان بقضاء حق تعالی بیرون نمیرود مادام کہ دل مطمئن بود برآن زیرا کہ آن حال اثریست از آثار رحمت ورقتے کہ خداوند تعالی در دل بندہ مومن ایجاد فرمودہ بلکہ توان گفت کہ شخصے اگر از مصیبت متاثر گردد ومعالجہ بر نفس خویش بصبر ورضا کند رتبہ وے ارفع

جعفر کی شہادت کی مرویات اور انکی شہادت پر آنحضرت صلعم کی حزن وملال کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص صرف مصیبت مین گریہ وبکا کرنیکی وجہ سے صابرون اور راہ الٰہی کے رضامندون کے دائرہ سے باہر نہین ہو سکتا تا وقتیکہ اوسکا قلب رضائے الٰہی سے مطمئن ہے۔ کیونکہ مصیبت مین یہ حالت (گریہ وبکا) اون رحمت ورقت کے آثار مین سے ایک اثر خاص کی کیفیت ہے جو خدائے تعالی کی طرف سے ہر بندہ مومن کے دل مین ودیعت فرمائی

خواہد بود از کسے کہ باک ندارد از وقوع مصیبت و جزع
نگردد از آنکہ زیرا کہ آن علامت از قساوت قلب است

گئی ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس شخص پر مصیبت پڑے اور وہ اپنے درد دل کا علاج صبر و رضا سے کرے تو اوس کا مرتبہ اوس شخص سے جو مصیبت سے دردمند نہیں ہوتا اور رقت قلب سے گریہ نہیں کرتا۔ زیادہ بلند ہوگا۔ کیونکہ مصیبت میں دردمند ہونا اور گریہ و بکا نہ کرنا قساوت قلبی کی علامت ہے۔

اس بحث میں زرقانی نے بھی ابن حجر کی قریب یہی رائے نقل کی ہے: وہو ہذا۔

قال الحافظ ای لما جعل الله فیہ الرحمۃ ولا ینافی ذلک الرضا بالقضاء ویوخذ منہ ان الانسان اذا اصیب بمصیبۃ تحزن لا یخرجہ عن کونہ صابرا راضیا اذا کان قلبہ مطمئنا بل قد یقال ان من کان ینزعج بالمصیبۃ ویعالج نفسہ علی الصبر والرضا ارفع رتبۃ ممن لا یبالی بوقوع المصیبۃ اصلا اشار الی ذلک الطبری واطال فی تقریرہ۔ صفحہ ۳۱۶

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس (گریہ و بکا) میں خدا نے اپنی رحمت ودیعت فرمائی ہے اور یہ امر راضی بقضائے الٰہی ہونیکا منافی نہیں ہے اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب انسان کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو اظہار حزن و ملال کرتا ہے اور اس عمل سے تاوقتیکہ اوس کا قلب مصیبت میں مطمئن ہے۔ دائرہ راضین و مرضیین سے خارج نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص مصیبت کے وقت بے قابو اور بیتاب نہیں ہو جاتا ہے اور اپنے دل دردمند کا علاج صبر و سکوت سے کرتا ہے اوس کا مرتبہ اوس شخص سے بلند ہے جو مصیبت کے وقت بے قابو اور بیتاب ہو جاتا ہے۔ اسی قول کی طرف علامہ طبری نے بھی اشارہ کیا ہے اور اوس پر ایک طویل بحث کی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم معصوم تھے۔ اور مرتبۂ اصطفاء پر فائز۔ اس بناء پر آپ نے بکمال استقلال بھائی کے واقعہ پر رضائے الٰہی پر صابر رہ کر صبر و سکوت اختیار فرمایا۔ لیکن رقت قلب و رحمدلی کے تقاضے سے جو عین ودیعت الٰہی بتلائی گئی ہے۔ چشم پُرنم فرمائی۔ لیکن حضرت جعفرؓ کے عیال تو معصوم نہیں تھے اور نہ محفوظ تھے۔ اس بناء پر عام فطرت انسانی کے موافق اونھوں نے اپنے سرپرست اور ولی النعم کی مفارقت میں جزع و فزع کی۔ تو بقول طبری۔ ابن حجر۔ زرقانی اور محدث شیرازی اس سے امتناع بکا کیونکر ثابت ہوئی۔

جعفر ذوالجناحین

طبرانی سالم ابن ابی الجعد کی زبانی لکھتے ہیں۔

قال رای صلی الله علیہ وآلہ وسلم جعفرا ملکا ذا جناحین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت جعفرؑ کو ملائکہ کی شکل میں دو پروں کے ساتھ دیکھا۔ زرقانی ۳۱۶

زرقانی میں ہے کہ ابن سعد نے بھی اس کو ابوہریرہ کی سند سے لکھا ہے۔ اسکے بعد زرقانی لکھتے ہیں:۔

كان ابن عمر اذا سلم على عبد الله بن جعفر قال السلام عليك يا ابن ذو الجناحين كما في الصحيح ص ۳۱۶

(عبد اللہ ابن عمر عبد اللہ بن جعفرؓ کو سلام کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ سلام ہو تم پر اے دو پر والے کے بیٹے جیسا کہ صحیح مین وارد ہوا ہے۔

جعفر طیار

پھر اوسی کتاب مین ہے:۔

باسناد حسن حضرت عبد اللہ ابن جعفرؓ کی زبانی طبرانی مین مرقوم ہے۔

قال النبی صلی الله علیه وآله وسلم ان جعفرا يطير مع جبريل وميكائيل له جناحان عوضه الله من يديه۔

فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ جعفرؓ جبرئیل اور میکائیل کے ساتھ پرواز کرتے ہین۔ خداوند عالم نے اونکو اونکے ہاتھون کے عوض مین دو پر عنایت کئے ہین۔

ایضاً۔ عبد اللہ بن جعفرؓ کی زبانی منقول ہے۔

قال قال لی رسول الله صلعم هنيئا لك ابوك يطير مع الملائكة في السماء

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد کیا کہ تمکو مبارک ہو۔ تمہارے باپ ملائکہ آسمان کے ساتھ پرواز کرتے ہین۔

حضرت کی فضیلت اور آپکا سن شریف

اس مرتبہ عالی کی خصوصیت سے جناب جعفرؓ کو جعفر طیار کہا جاتا ہے اور انھین خصائص علیہ کی بنا پر صحیح ترمذی اور صحیح نسائی مین حضرت ابوہریرہ کا یہ قول مذکور ہے۔

انه افضل الناس بعد المصطفى

جعفرؓ بعد رسول مقبول افضل الناس بزرگ ہین۔

بخاری صاحب نے بھی اپنی صحیح مین یہی قول لکھا ہے۔ مگر تھوڑی ترمیم کے ساتھ۔ اسلئے کہ آپکے نزدیک افضل الناس کوئی اور بزرگ تھے چنانچہ لکھتے ہین۔

كان جعفر خير الناس للمساكين

جعفرؓ مساکین کے لئے سب آدمیون سے اچھے تھے۔ زرقانی ص ۲۱۷

حضرت جعفرؓ کا سن مبارک وقت شہادت ۴۱ برس کا بتلایا گیا ہے۔ اقوال مختلفہ مین امام عبد البر نے اسی کو صحیح بتلایا ہے۔ زید بن حارثہ۔ حضرت جعفر طیار اور عبد اللہ بن رواحہ انصاری۔ یہ تینون شہدا ایک ہی قبر مین مدفون کر دیئے گئے۔ رضوان اللہ علیہم۔

فتح مکہ

(رمضان شمسہ مطابق جنوری سنہ ۶۳۰ء)

انا فتحنا لك فتحا مبينا　　وكان حقا علينا نصر المؤمنين

اے پیغمبر۔ ہم نے تم کو فتح مبین عطا فرمائی　　مومنین کی حمایت کرنا تو ہمارا حق ہے

منتظم قدرت اور مہتمم مشیت نے سلسلۂ ابراہیمی اور خانوادۂ اسماعیلی مین اس متمم رسالت کو جن منشاؤ و مدعائے خاص کے لئے مبعوث فرمایا تھا اون مین بیت اللہ کعبہ کی جہالت وضلالت کی ظلمت اور فسق وکفر کی غلاظت سے صفائی بھی تھی۔

مصلائے ابراہیمی کو ایک زمانہ بیشمار کے بعد بت پرستی کے قبیح خانہ سے تکبیر و تہلیل کا تسبیح خانہ بنا دیا اوسکی رسالت کے خاص فرائض مین داخل تھا۔

بحکم اتیٰ امراللہ فلا تستعجلوہ خدا کا حکم آپہونچا ہے۔ لوگ کیون جلدی کرتے ہین۔ وہ مدعائے قدرت اکیس ۲۱ برسون کے بعد آج اس حسن و خوبی سے جلوہ آرا ہوا کہ خیرہ ماندہ در آن دیدۂ اولی الابصار پیغمبر اسلام علیہ آلہ السلام نے کفار قریش کے بیشمار مصائب و مظالم اوٹھا کر بالتدریج تبلیغ دین۔ تعلیم اخلاق اور تاسیس ملک و قوم کے فرائض جس خموشی۔ آہستگی اور صلح جوئی سے ادا فرمائے تھے وہ اپنی آپ نظیر تھے اور شہنشاہ رسالت کے محاسن تدبیر۔ ہجرت کے بعد بھی آٹھ برس تک مشرکین قریش ۳۰۰ میل کی مسافت طے کر کے سلطان رسالت پر برابر جارحانہ حملے کرتے رہے اور جنگ احد سے لیکر جنگ خندق کے آخر معرکہ تک انہدام اسلام اور قتل و خون جناب سید الانام علیہ السلام کی مسلسل کوششین کرتے رہے لیکن کسی ایک مین بھی کامیاب نہ ہوئے۔ بالآخر مجبور ہو کر حدیبیہ مین صلح کی۔ اور محض عارضی طور پر شرائط صلح پر قائم رہے۔ اتنا ضرور ہوا کہ اس صلح کے دوسرے سال متمنیان اسلام سات برسون کی لگاتار محرومی کے بعد زیارت مسجد الحرام سے فائز المرام ہوئے لیکن کفار قریش اپنی کج فطرتی سے مجبور تھے۔ شرارت نفسی اونکو چین سے بیٹھنے نہین دیتی تھی۔ اس لئے پورے دو سال بھی صلح پر قائم نہ رہ سکے۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ادائے حج عمرہ کے گزشتہ موقع پر وہ اہل اسلام کی موجودہ جمعیت اور شان و شوکت کو ٹھنڈی آنکھون سے نہ دیکھ سکے۔ دل ہی دل مین جل بھنکر خاک ہو گئے۔ حجاج کی واپسی پر فتنہ و فساد کی پھر آگ بھڑکا دی تفصیل یہ ہے۔

صلح حدیبیہ کے شرائط مین ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل عرب کو اختیار ہوگا جس سے چاہین معاہدہ کرین مشرکین سے یا مسلمین سے۔ اس بنا پر قبیلۂ بنی خزاعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ کرکے اسلام کے زیر حمایت آگئے تھے۔ اور بنو بکر قریش کے ہمعہد بنکر اون کے شریک بن گئے۔ یہ دونون قبیلے قدیم الایام سے ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ظہور اسلام کے وقت سے آپس کے کشت و خون کا سلسلہ اسلئے منقطع کر دیا گیا تھا کہ تمام عرب کی متحدہ قوت سے اسلام کا انہدام مقصود تھا مگر خدا کی شان عرب کی تمام متفقہ قوت مٹھی بھر مسلمانون سے سر بر نہ ہو سکی۔ اور بالآخر اونھین کے قدمون پر سر تسلیم خم کرنا پڑیگی جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوتا ہے۔

حدیبیہ کی صلح نے امن و امان کا اعلان کرکے تمام جنگجو قبائل و عشائر کو گھر بٹھلا دیا تھا۔ صورت تو خاموش لیکن نظرت اور سیرت تو خاموش رہنے والی نہین تھی۔ بنو بکر نے بنو خزاعہ سے قتل و قصاص کی قدیم داستان پھر شروع کر دی اور ایکبارگی بنو خزاعہ پر ٹوٹ پڑے۔ قریش مکہ نے بڑے بزدلانہ اور ناروا طریقہ سے بنو بکر کی حمایت کی کیونکہ وہ اونکے ہمعہد تھے لیکن اونکو اپنی حمایت کے ساتھ اسلام کی مخالفت کا بھی خوف لگا تھا کیونکہ اول تو بنو خزاعہ مسلمانون کے حلیف تھے۔

اونکی حمایت واعانت کا ڈر تھا۔ دوسرے یہ کہ صلحنامہ مین شرط تھی کہ قبائل عرب کے خاص معاملات مین جانبین کو مداخلت کا حق نہ ہوگا۔ اس بنا پر بخوف اسلام اپنی حمایت کو ظاہر کرنا بھی نہین چاہتے تھے۔ بالآخر مونھہ پر نقابین ڈالکر اور تبدیل لباس کرکے قریب قریب تمام عمائد واکابر قریش بنی بکر کے قبیلہ کی طرف سے جنگ مین شریک ہوئے۔ جن مین خصوصیت کے ساتھ عکرمہ بن ابی جہل۔ صفوان ابن امیہ۔ سہیل ابن عمر۔ حویطب ابن عبد العزیٰ۔ اور مکرز بن حفص وغیرہم کے نام تمام سیر وتاریخ کی کتابون مین لکھے ہین۔

پہلے تو بنو بکر اور اونکے شرکا دجنگ نے لبقول محمد شاہ شیرازی (روضۃ الاحباب ص ۱۴۱) بنو خزاعہ پر شبخون مارا صبح کو اونکے چشمۂ آب پر جسکو وتیر کہتے تھے۔ فیما بین جنگ عظیم واقع ہوئی۔ بنو خزاعہ محض بے یار ومددگار تھے۔ اور بنو بکر کثیر التعداد اس لئے دم کے دم مین بنو بکر نے بنو خزاعہ کے بیس آدمی میدان جنگ مین گرادئیے۔ بنو خزاعہ قلت اعوان والنصار کی مجبوری سے تاب مقاومت نہ لائے۔ بنو بکر نے تعاقب کرکے بنو خزاعہ کے آدمیونکو یہان تک قتل کیا کہ بالآخر وہ حرم محترم مین آکر پناہ گزین ہوئے۔ اور نوفل بن معاویہ دئلی سے جو بنو بکر کا سردار تھا گڑگڑا کر کہنے لگے۔

یا نوفل قد دخلنا حرم الٰہک فقال ۔ اے نوفل۔ خدا کیواسطے اب تو ہم تیرے خدا کے حرم مین چلے آئے

کلمۃ عظیمۃ انہ لا الٰہ لہ الیوم طبری ص ۱۶۲۰ ۔ نوفل نے کہا یہ کلمہ عظیم تو ضرور ہے لیکن آج میرے لئے خدا نہین ہے۔

آخر کار بدیل بن ورقاء خزاعی نے بیچ مین پڑکر کسی نہ کسی طرح ان غریبونکی جان بچائی اور بقیۃ السیف مرعوب اور بچون کو اپنے گھر لے گئے (روضۃ الاحباب ص ۱۴۱)

بارگاہ رسالت مین بنو خزاعہ کے فریادی

بنو خزاعہ کے چالیس مظلومین استغاثہ لیکر مدینہ پہونچے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد مین تشریف رکھتے تھے۔ کہ ایک طرف سے کئی لوگون کی ملکر یہ آواز گوش زد ہوئی۔

لاهم انی شاهد محمدا ۔ حلف بینا وابیه الاتلدا

کوئی پروا نہین۔ ہم محمد صلعم کو وہ معاہدہ یاد دلا ئینگے ۔ جو ہمارے اونکے قدیم خاندان مین ہوا ہے

فوالد اکنا وکنت ولدا ۔ ثمت اسلمنا فلم ننزع یدا

اس عہد پر ہم پیدا ہوئے ہین اور اسی پر ہماری اولاد بھی قائم رہے گی ۔ ہم اسکے بعد اسلام بھی لائے اور الباس سے دستبردار نہین ہو سکتے

ان القریش اخلفوک الموعدا ۔ ونقضوا میثاقک المؤکدا

قریش نے آپکے معاہدے کے خلاف کیا ۔ اور آپ کے عہد تاکیدی کو توڑ ڈالا

هم بیتونا بالوتیر هجدا ۔ فقتلونا رکعا وسجدا

مخالف ہمارے گھر پر چڑھ دوڑ آئے ۔ اور ہم کو کھڑے بیٹھے قتل کر ڈالا

رسول اللہ نصراً اعتداً ۔ وادع عباد اللہ یاتوا مددا (طبری ۱۶۲۱)

اے پیغمبر خدا ہماری اعانت کر ۔ اور خدا کے بندونکو بلا ۔ سب مدد کو حاضر ہونگے ۔ روضۃ الاحباب ۴۱۷

دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بنوخزاعہ کے چالیس فریادی ہین - بنوبکر کے مظالم کی فریاد لائے ہین - یہ سنکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت ملال ہوا - مظلومین بنوخزاعہ کو بلوایا - وہ آئے تو بکمال اخلاق واشفاق پاس بٹھلایا - حالات پوچھے - غریبون نے اپنی مصیبت کی کہانی اپنی ہی زبانی کہہ سُنائی - صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہین -

فرمود جناب یا عمرو (عمرو ابن سالم متکلم خزاعہ) ادبر خاست وردائے مبارک درزمین می کشید ومی گفت نصرت داده نشوم اگر نصرت ندہم (بنوخزاعہ بن) بنی کعب را وباالیشان باز گردید بدیار خویش بعون اللہ تعالےٰ ۔

آپ نے سُنکر فرمایا - اے عمرو بن سالم بس کرو - یہ کہکر آپ زیادہ سُننے کی تاب نہ لاکر اوٹھ کھڑے ہوئے اس حالت سے کہ ردائے مبارک زمین پر کھنچتی جاتی تھی اور فرماتے جاتے تھے کہ اگر مین بنوخزاعہ بن بنی کعب کی مدد نہ کرون تو (خدا کی طرف سے) میری مدد نہ کیجائے یہ کہکر آپ نے اونلوگون سے کہا کہ تم لوگ بعون وحفاظت الٰہی اپنے گھرون کو واپس جاؤ ص ۴۲۱

قریش کے مظالم ہرگز اتوار و تاخیر کے قابل نہین تھے - لیکن رحمت عالم نے خاص رعایت کے ساتھ تامل فرمایا بلکہ بقول شبلی صاحب - اوسی وقت قریش کے پاس قاصد بھیجا - اور تین شرطین پیش کین کہ انمین سے کوئی منظور کیجائے (۱) مقتولین کا خونبہا دیدیا جائے (۲) قریش بنوبکر کی حمایت سے علیحدہ ہوجائین (۳) اعلان کردیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا -

ابوسفیان کی ناکامیاب سفارت

ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ قریش مین اب نہ ہمت رہی تھی - نہ جان - جہالت کی شان البتہ باقی تھی اور غرور ونخوت کی تان - دربار نبوت کے موجودہ اعلان کو سُنکر سب کے حواس باختہ ہوگئے - ہاتھ پاؤن پھول گئے - اب کسی سے کچھ کئے دھرے نہین بن پڑتا تھا - آلاخر اسلام ہی کے قدمون پر گرکر صلحنامہ حدیبیہ کی توسیع میعاد کرالینے کی تجویز ٹہرائی - تجویز بالاتفاق منظور ہوچکی تو پھر یہ سوال پیش ہوا کہ اسکی تعمیل کے لئے جائے کون ؟ کیونکہ قریب قریب سب خلاف معاہدہ - بنوبکر کے طرفدار - حامی ومددگار بنوخزاعہ کی قتل وغارت مین شریک ہوچکے تھے - بالآخر سب نے ابوسفیان کے بھیجے جانے پر اتفاق کیا اسلئے کہ وہ اتفاق سے معرکہ بنوخزاعہ مین حاضر نہین تھے - چنانچہ شبلی صاحب رقمطراز ہین -

قریش نے ابوسفیان کو سفیر بنا کر بھیجا کہ حدیبیہ کے معاہدے کی تجدید کرالائین - ابوسفیان نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین درخواست کی - بارگاہ رسالت سے کچھ جواب نہ ملا - ابوسفیان نے حضرت ابوبکر وعمر کو بیچ مین ڈالنا چاہا - لیکن سب نے کانون پر ہاتھ رکھا - ہر طرف سے مجبور ہوکر جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے

پاس آیا۔ امام حسن علیہ السّلام پانچ برس کے بچے تھے۔ ابوسفیان نے اونکی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اگر یہ بچہ اتنا زبان سے کہدے کہ مین نے دونون فریقون مین بیچ بچاؤ کرا دیا۔ تو آج سے عرب کا سردار پکارا جائیگا۔ جناب سیدہ نے فرمایا بچون کو ان معاملات مین کیا دخل۔ بالآخر ابوسفیان نے حضرت علی کے ایما سے مسجد نبوی مین جا کر اعلان کر دیا کہ مین نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی۔ سیرۃ النبی صفحہ ۴۷۲

اس عبارت مین دو اُمور کا انکشاف نہایت ضروری ہے۔ جن مین سے ایک امر کا تو شبلی صاحب نے ذکر ہی نہین کیا حالانکہ تمام حدیث و تاریخ کے ماخذون مین موجود ہے۔ دوسرے امر کو مبہم و مشتبہ چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ ادنھین ماخذون مین اوسکی تصریح و توضیح بھی موجود ہے۔ بہرحال۔ وہ جانین اور اونکا انداز تحریر۔

پہلا امر جو مدینہ مین سفارت ابوسفیان کے متعلق قلم زد فرما دیا گیا ہے وہ ام المومنین ام حبیبہ کی احتیاط اور تقویٰ و پرہیزگاری کا ثبوت کامل ہے۔ جو اونھون نے اپنے باپ ابوسفیان کے ساتھ اونکی آمد مدینہ کے موقع پر پیش کیا۔ ایسا مشہور و متواتر واقعہ جسکو تاریخ و سیرت کے تمام مولفین و مصنفین نے ابوسفیان کی سفارت کے متعلق سب سے پہلے لکھا ہے۔ نہین معلوم شبلی صاحب نے کس مصلحت سے۔ مرفوع القلم فرما دیا۔ شاید اموی خلفائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مورث اعلےٰ کا حفظان مراتب منظور ہو۔ کیونکہ آپ کو اس سلسلہ سے ہیروز آف اسلام (Heroes of Islam) مین انتخاب کی ضرورت پیش آنیوالی تھی۔

بہرحال ہم اسکو زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت سے نقل کرتے ہین۔

فدخل علی بنتہ ام حبیبۃ فذھب لیجلس علی فراشہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فطوتہ عنہ قال یا بنیۃ ما ادری رغبت بی عن ھذا الفراش ام رغبت بہ عنی قال بل ھو فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و انت رجل مشرک نجس و لم احب ان تجلس علی فراشہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال واللہ لقد اصابک یا بنیۃ بعدی شر فقالت بل ھدانی اللہ تعالیٰ للاسلام فانت یا ابت سید قریش و کبیرھا کیف یسقط عنک الدخول فی الاسلام و انت تعبد حجرا لا یسمع و لا یبصر فقام من عندھا جلد دوم ص ۲۲۷ مصر

ابوسفیان مدینہ پہونچے تو پہلے اپنی بیٹی ام حبیبہ کے ہان گئے اور چاہا کہ بستر رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بیٹھین تو ام حبیبہ نے جھپٹ کر اوس بستر کو اولٹ دیا ابوسفیان بولے بیٹی۔ کیا تو نے میری وجہ سے بستر کو اولٹ دیا۔ ام حبیبہ نے کہا ہان۔ اسلئے کہ تم مشرک ہو اور مشرک نجس ہوتے ہین اور مجھے یہ ہرگز گوارا نہین کہ تم فرش رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بیٹھو۔ ابوسفیان بولے کہ تم مجھ سے جدا ہو کر شر مین مبتلا ہو گئی ہو۔ ام حبیبہ نے کہا نہین۔ بلکہ خدا کے سچا نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت فرمائی۔ اے باپ تعجب ہے کہ تم سرداران قریش اور اکابر قریش مین شمار ہوتے ہو اور ابتک دائرہ اسلام مین داخل نہین ہوئے اور پتھرونکو پوجا کرتے ہو۔ جو نہ سنتے ہین اور نہ دیکھتے ہین۔ یہ سن کر ابوسفیان وہان سے اوٹھ آئے۔ ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۲۱۱ مصر طبری صفحہ ۱۶۲۳ جلد ۳

دوسرا امر جو مبہم رہگیا ہے اور اس لئے تنقیح طلب ہے وہ یہ ہے کہ شبلی صاحب کی اس تحریر سے کہ ابوسفیان نے حضرت علیؑ کے ایما سے مسجد میں اعلان کردیا معلوم ہوتا ہے کہ بخلاف رضائے رسول و دیگر صحابہ مسلمین گویا حضرت علیؑ ہی نے ابوسفیان کو اس امر کی ترغیب جرأت دلائی۔ حالانکہ واقعیت اور حقیقت حال وہ دونوں اسکے خلاف ہے۔ تاریخی مشاہد صاف صاف بتلا رہے ہیں کہ آپ نے اوسکی استدعا کے خلاف اوسکی سفارش اور مداخلت فی الامر کے کرنے سے قطعی انکار کردیا۔ پھر ابوسفیان کی شدید منت وسماجت پر آپ نے یہ صورت بتلائی۔ مگر اوسی وقت یہ بھی فرمادیا کہ مجھے امید نہیں ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے قبول کرینگے لیکن اب تم کرہی کیا سکتے ہو۔ کیونکہ سوائے اسکے تمھارے لئے کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ اس سے حضرت علیؑ کی مشورت۔ رضا یا ایما کیسے ثابت ہوا۔

ہم کہتے ہیں کہ آپ کا اتنا فرمادینا بھی یا تو اسکے جلد دفع کردینے کی ضرورت سے تھا جو دیر سے سر کھائے جاتا تھا اور بیکار باتوں میں آپ کا وقت عزیز ضائع کررہا تھا۔ یا اون کریمانہ اخلاق واشفاق کا مقتضائے خاص تھا۔ جو اہلبیت علیہم السلام کی فطرت صالحہ کے ساتھ خاص طور پر ودیعت فرمائے گئے تھے۔ اور جن کا اجرا و اظہار دشمنوں اور مخالفوں کے ساتھ کیا۔ اپنے قاتلوں کے ساتھ بھی ہمیشہ رفق و مدارا مختلف صورتوں میں مرتے دم تک کیا جاتا تھا جسکی معرفت شبلی صاحب کو مشکل سے ہوسکتی ہے۔

اب میرے بیان کو زرقانی کے مفصلۂ ذیل مضامین عبارت سے ملا لیا جاوے۔

ثم دخل علی علیؑ وعندہ فاطمۃؑ وحسنؑ غلام یدب بین یدیہا فقال یا علی انک امس القوم لی رحما وانی جئت فی حاجۃ فلا ارجع کما جئت خائبا فاشفع لی فقال ویحک یا اباسفیان واللہ لقد عزم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی امر ما نستطیع ان نکلمہ فیہ۔

جلد دوم صفحہ ۳۲۷ مصر

ابوسفیان پھر حضرت علی مرتضیٰ کی خدمت میں آیا۔ اوسوقت جناب سیدہ پاس بیٹھی تھیں اور جناب امام حسن علیہ السلام بچے تھے وہ آپکی گود میں تھے۔ اور عرض کرنے لگا کہ آپ ہماری قوم میں باعتبار صلہ رحم کے مجھ سے قریب ہیں میں اسوقت ایک حاجت لیکر آیا ہوں اور اوس حاجت کو ناکام ہوکر آپکی طرف رجوع کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ آنحضرت صلعم سے میری سفارش فرمادیجئے۔ آپ نے کہا وائے ہو تجھ پر اے ابوسفیان خدا کی قسم۔ جب آنحضرت صلعم کسی امر کا ارادہ فرمالیتے ہیں تو پھر کسی کو اونہیں کلمہ وکلام کی گنجائش نہیں رہتی۔

تب ابوسفیان نے کہا۔

یا اباحسن انی اری الامر قد اشتدت علی فانصحنی قال واللہ ما اعلم شیئا یغنی عنک

اے ابوالحسنؑ۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے معاملات دشوار تر ہوگئے آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ آپنے فرمایا۔ خدا کی قسم میں کوئی ایسی شے

ولکنک سید بنی کنانۃ فاقم فاجر بین الناس ثم الحق بارضک قال وتری ذلک مغنیا عنی شیئا قال لا واللہ ما اظنہ ولکن لا اجد غیر ذلک۔

نہیں جانتا جس سے تیرا اطمینان ہو جائے مگر تو قریش کا سردار ہے اپنی طرف سے لوگوں میں اعلان صلح کر کے چلا جا۔ ابو سفیان بولا کیا اس سے مجھے اطمینان کر لینا چاہیئے آپ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے تو اس سے یقین نہیں ہے کہ تجھے اس سے اطمینان کر لینا چاہیئے۔ مگر تو کر ہی کیا سکتا ہے۔ تیرے لئے تو سوائے اسکے دوسرا چارہ ہی نہیں ہے۔ ص ۳۳۹

زرقانی کی عبارت مندرجہ بالا پڑھکر ہر عقل سلیم اور دماغ صحیح رکھنے والا شخص سمجھ لیگا کہ اس کلام و گفتگو سے ایاد اجازت کہاں ثابت ہوتی ہے۔ صورت حال تو بتلا رہی ہے کہ ابو سفیان کے اول ہی سوال میں انکار قطعی کر دیا گیا کیونکہ اوسکے خود غرضانہ بار بار کے اصرار اور پھر لجاجت آمیز درخواست استفسار پر اول تو اوسکے دفعیہ کے خیال سے۔ دوسرے اس باعث سے کہ کسی سائل کے سوال کا رد کرنا آپکے خلاف اخلاق تھا۔ اوسکو ہدایت کر دی گئی کہ وہ اپنی التجا پیش کر کے چلا جائے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختیار ہے۔ چاہے قبول فرمائیں یا نہ فرمائیں۔ یہ بتلا کر بھی فوراً ارشاد ہوتا ہے کہ لیکن نہیں کہ یہ شرکت بھی دربار رسالت میں تیرے لئے مفید کار ثابت ہو۔

تعجب ہے کہ ایسی صاف اور بے لوث رائے تبلا دینے کے بعد بھی شبلی صاحب اسکو حضرت علیؑ کا خاص پیام تحریر فرماتے ہیں۔ ایسے ہی مقام پر کہنا پڑتا ہے ؎ چشمہ آفتاب را چہ گناہ۔ ہم اونکو تبلائے دیتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام کے اس ارشاد کی تصدیق کہ اس پر بھی مجھے یقین نہیں کہ تو کامیاب ہو۔ کفار قریش نے بھی کر دی۔ چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں۔

ابو سفیان نے مکہ میں جا کر یہ واقعہ بیان کیا تو سب نے کہا یہ تو نہ صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھ جائیں نہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامان کیا جاوے۔ ص ۴۷۵

بہر حال ابو سفیان نے مسجد رسول میں جا کر باواز بلند اعلان کر دیا کہ ہم نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی۔ ابو سفیان کی یہ آواز صدائے صحرا سے زیادہ نہیں تھی اوسکی طرف کسی نے اعتنا بھی نہیں کی ابو سفیان مکہ واپس گیا۔

حاطب بن ابی بلتعہ صحابی کا افشاء راز کرنا اور معفو ہونا

ابو سفیان کے چلے جانیکے بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کا قصد فرمایا۔ ہم معاہد قبائل کو طلبی کے خطوط لکھے گئے۔ سامان سفر درست ہونے لگے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصلحت خاص کی بنا پر اپنے اس عزم کو عام شہرت سے مخفی رکھے جانیکا حکم دیا مگر بقول لیکہ ؎ عرفی از دست خویشتن نالہ۔ ایک سیدھے سادھے صحابی نے محض نیک نیتی سے اسکا افشاء فرما دیا چنانچہ شبلی صاحب اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

حاطب ابن ابی بلتعہ ایک معزز صحابی تھے۔ اونھوں نے قریش کو مخفی خط لکھ بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ہوگئی۔ حضرت علیؑ کو بھیجا کہ قاصد سے خط چھین لائیں۔ خط آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش ہوا تو تمام لوگوں کو حاطب کے افشاء راز پر حیرت ہوئی حضرت عمر بیتاب ہوگئے۔ اور عرض کی حکم ہو تو انکی گردن اڑا دوں۔ لیکن جبین رحمت پر شکن نہیں تھی۔ ارشاد ہوا عمر تمکو کیا معلوم ہے ممکن ہے کہ خدا نے اہل بدر کو مخاطب کرکے کہدیا ہو کہ تم سے کچھ مواخذہ نہیں ہے۔

شبلی صاحب کی دست تحقیق اور ہمت و توفیق اتنا ہی بیان کر سکی۔ وہ خط کیا تھا۔ اوسکے کیا مضمون تھے۔ کون قاصد تھا۔ کیسے گرفتار ہوا۔ ان تمام واقعات کی تفصیل کے لئے جو وجہ آپ کو سد راہ ہوئی وہ صرف حضرت علیؑ کی خدمتوں کی تصریح تھی جن کے اظہار سے بمقابلہ دیگر صحابہ حضرت علیؑ کی انتہائے تصدیق رسالت اور معرفت نبوت ثابت ہوتی ہے جب یہ خلیج حائل تھی تو پھر اسکی تفصیل پر آپ کا قدم ہی اوٹھ سکتا تھا اور نہ قلم اگر یہ کہا جائے کہ یہ تفصیل ضرورت زائد تھی۔ تو سوال یہ ہے کہ حضرت عمر کی بیتابانہ درخواست قتل حاطب بھی تو اوسی زوائد کے شمار میں تھی۔ اور کیا خواہ مخواہ اظہار کیوں کیا گیا۔ حالانکہ آپکے اس اظہار سے حضرت عمر کے قول و رائے کی زبان رسالت سے تصدیق و تائید تو ہوئی نہیں بلکہ تردید و تکذیب ثابت ہوئی۔ اس طرح کہ جس صحابی کو یہ اپنے قیاس و وہم میں واجب القتل ٹھراتے تھے۔ وہ زبان رسالت سے مغفور عند اللہ بتلایا گیا۔ افسوس۔ یہی حضرت عمر کی اصابت رائے ہے جسکی نسبت آجتک شبلی صاحب اور اونکے ہمطریق حضرات کا اعتقاد ہے کہ (نعوذ باللہ) انکی رائے کے مطابق وحی الٰہی کا نزول ہوتا تھا۔

بہرحال اب اس واقعہ کی تفصیلی حقیقت۔ ابن ہشام۔ طبری۔ مواہب لدنیہ اور اوسکی شرح زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارتوں میں ملاحظہ ہو۔

عن عروة بن الزبير قال لما اجمع رسول الله	عروہ بن زبیر سے منقول ہے کہ جب رسالتمآب صلعم مکہ کے قصد سے جب لشکر
المسير الى مكة كتب حاطب بن ابي بلتعة كتابا	فرمانے لگے تو حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کو ایک خط میں آنحضرت صلعم
الى قريش يخبرهم بالذي اجمع عليه	کے ارادہ اور جمعیت لشکر کی خبر لکھدی۔ محمد بن جعفر کے قول کے مطابق
رسول الله من الامر في المسير اليهم	حاطب نے اپنے اس خط کو قبیلہ مزینہ کی ایک عورت کو دیا تھا اور دوسرے
ثم اعطاه امرأة زعم محمد بن جعفر انها	لوگوں کی روایت کے موافق سارہ نامی ایک عورت کو سپرد کیا کہ
مزينة وزعم غيره انها سارة مولاة	اوس خط کو قریش تک پہنچا دے۔ یہ عورت قبیلہ بنو عبد المطلب
لبعض بنو عبد المطلب وجعل لها جعلا	میں کسی کی لونڈی تھی۔ اوس نے وہ خط اپنے سر کے بالوں میں چھپا لیا
على ان تبلغه قريشا فجعلته في راسها	اور اوپر سے چٹیاں گوندھ لیں اور خط لیکر چلدی۔ آنحضرت صلی اللہ
ثم فتلت عليه قرونها ثم خرجت به واتى رسول الله	علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے حاطب کی اس حرکت کی خبر مل گئی۔

صلعم الخبر من السماء بما صنع حاطب فبعث
علی بن ابی طالب والزبیر بن العوام فقال ادرکا
امراۃ قد کتب معها حاطب بکتاب الی قریش
یحذرهم ما قد اجمعنا له فی امرهم فخرجا
حتی ادرکاها بالخلیفۃ ابن ابی احمد
فاستنزلاه فالتمسا فی رحلها فلم یجدا شیئا
فقال لها علی بن ابی طالب انی احلف ما
کذب رسول الله ولا کذبنا ولتخرجن الی هذا
الکتاب ولنکشفنک فلما رأت الجد منه
قالت اعرض عنی فاعرض عنها فحلت قرون راسها
فاخرجت الکتاب منه فدفعته الیه فجاء به
الی رسول الله صلعم فدعا رسول الله حاطبا
فقال یا حاطب ما حملک علی هذا فقال یا
رسول الله اما والله انی مؤمن بالله ورسوله
ما غیرت ولا بدلت ولکنی کنت امرأ لیس
لی فی القوم اصل ولا عشیرۃ وکان لی
بین اظهرهم اهل وولد فصانعتهم علیه فقال
عمر بن الخطاب یارسول الله دعنی فلاضرب
عنقه فان الرجل قد نافق فقال رسول الله
صلی الله علیه وآله وسلم وما یدریک یا عمر
لعل الله قد اطلع الی اصحاب بدر یوم بدر
فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم فانزل
الله عز وجل فی حاطب یا ایها الذین امنوا
لا تتخذوا عدوی وعدوکم الخ

پس آپ نے حضرت علیؑ ابن ابیطالب اور زبیر بن العوام (و بقول
زرقانی باسناد صحیحین مقداد رضؓ و باسناد عسقلانی عمار یاسرؓ) کو بلایا اور
حکم فرمایا کہ ایک عورت کو حاطب نے ہمارے حالات کی خبر لکھکر قریش
کے پاس بھیجدی۔ تملوگ اوسے تلاش کرکے لاؤ۔ یہ دونون صاحب حسب چلے
اور اوسکو (مقام) حلیفہ ابن ابی احمد مین پہونچکر گرفتار کرلیا اور
اوسکے سامان کی ہرچند تلاش کی مگر کچھ دستیاب ہوا۔ یہ حالت
دیکھکر جناب علیؑ مرتضیٰ نے فرمایا کہ یہ تو ہو ہی نہین سکتا کہ (نعوذ باللہ)
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے غلط ارشاد فرمایا ہملوگ جھوٹ
کہتے ہین۔ ہم تو وہ خط اسی کے پاس سے ضرور نکالین گے۔ اور
اوس عورت سے کہا کہ وہ خط دیدے ورنہ تجھے برہنہ کردینگے۔
یہ ارشاد سُنکر وہ عورت سخت خوف زدہ ہوکر کہنے لگی۔ آپ ہمین
چھوڑ دین۔ ہم وہ خط نکالے دیتے ہین۔ حضرت علیؑ نے اوسے چھوڑ دیا۔
اوس نے اپنی چٹیون کی گرہون کو کھولا۔ اور وہ خط عقدہ کُشا
کے سامنے رکھدیا۔ حضرت علیؑ پھر اوسکو مع خط کے آنحضرت صلعم
کی خدمت مین لے آئے۔ آپ نے حاطب کو بلایا اور اوس سے استفسار
فرمایا کہ کس باعث سے یہ خط تم نے لکھا تھا۔ حاطب نے عرض کی۔
خدا کی قسم۔ مین خدا و رسولؐ پر اتبک کامل ایمان رکھتا ہون میرے
ایمان مین اتبک نہ کوئی تغیر واقع ہوا ہے اور نہ تبدل۔ لیکن بات یہ
کہ مشرکین مکہ کے درمیان مکہ مین میرے اہل و عیال بیکس
مقیم ہین۔ نہ کوئی میرے قبیلہ کا وہان اونکا مددگار ہے۔ نہ نگہبان
ہے۔ اس لئے مین نے قریش کو اطلاعی خط لکھدیا کہ وہ میرے
عیال کے ساتھ رعایت کرین۔ یہ سُنکر عمر بن الخطاب آنحضرت
صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے عرض کرنے لگے کہ حاطب نے نفاق کیا۔
آپ مجھے حکم دین۔ مین انکی گردن ماردون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ

و آلہ وسلم نے ارشاد کیا۔ اے عمر تم کیا نہیں جانتے ہو کہ اہل بدر[۱] کے واسطے یہ حکم باری نازل ہو چکا ہے۔ تم جو چاہو کرو۔ میں نے تمہیں بخش دیا ہے پھر حاطب کی خاص معافی میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اے ایمان والو تم خدا کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ الی آلآخر الآیہ (سورۃ ممتحنہ رکوع ۲۸)

اس سے زیادہ صاف اور واضح تفصیل روضۃ الاحباب میں مندرج ہے وہو ہذا۔

چون سرور کائنات علیہ افضل الصلوۃ والتسلیمات عزیمت مکہ مصمم گردانید۔ حاطب بن ابی بلتعہ مکتوبے بقریش نوشت مضمون مکتوب[۲] آنکہ یا معشر قریش ان رسول اللہ جاءکم بجیش کالسیل وبخدا سوگند کہ اگر تنہا ہم بمکہ آید۔ خدائے تعالےٰ ویرا نصرت دہد و انجاز وعدہ خویش نماید فکرے در کار خویش بکنید۔ والسلام۔ ودروایتے آنکہ نوشتہ بود کہ از حاطب بن ابی بلتعہ بسہیل بن عمرو وصفوان بن امیہ وعکرمہ بن ابی جہل نوشتہ می شود کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجہیز لشکرے می کند ودر قبائل ندا درداد کہ بغزا می روم ودگمان نمی برم کہ بجائے دیگر غیر از آنکہ نخواہد رفت خواستم کہ مرا بر شما حقے بود برائے آن اخبار نمودم والسلام۔ آن مکتوب بزنے از قبیلہ مزنیہ کہ ویرا سارہ مولاۃ عمرو بن بروایتے ام سارہ وبروایتے کنود می گفتند داد تا بقریش رساند وده دینار زر سرخ وبردے جہت حق السعی وصول این مکتوب بالیشان مقرر کرد۔ آن زن مکتوب حاطب را

جب سرور کائنات علیہ افضل الصلوۃ والتسلیمات نے مکہ کا قصد مصمم کر لیا تو حاطب ابن ابی بلتعہ نے قریش کو اس مضمون کا خط لکھا۔ یا معشر قریش رسول اللہ صلعم تملوگوں پر لشکر گراں مثل سیل روان لیکر آتے ہیں اور خدا کی قسم اگر وہ تنہا بھی مکہ میں چلے آئیں تاہم تمپر فتحیاب ہوکر رہیں گے خداوند عالم انکی نصرت فرمائے گا۔ اور اپنے وعدے کو ضرور پورا کر دکھلائیگا۔ لہذا تملوگ اپنی فکر کر لو والسلام اور ایک روایت کے مطابق خط کا مضمون یہ تھا۔ حاطب کی طرف سے سہیل بن عمر صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابوجہل کو یہ خط لکھا گیا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم فوج کشی کا سامان کر رہے ہیں اور قبائل میں بھی اطلاع بھیج چکے ہیں کہ ہم لڑائی پہ جا رہے ہیں۔ میرا گمان ہے کہ آپ سوائے مکہ کے اور کہیں نہ جائینگے۔ میں نے تحقیق یہ خط اس لئے لکھدیا ہے کہ میرا حق و احسان تملوگوں پہ باقی رہے والسلام۔ اس خط کو قبیلہ مزنیہ کی ایک عورت کو حوالہ کیا جسکو سارہ کنیز عمر کہتے تھے اور ایک روایت میں اسکا نام ام سارہ لکھا ہے اور دوسری روایت میں اسکا نام کنود بتلایا گیا ہے۔ عورت سے کہا گیا کہ یہ خط قریش کو پہونچا دے اور دس دینار سرخ اور ایک چادر اوسکی اجرت میں دی اوس عورت نے وہ خط لیکر

---

[۱] اہل بدر کی یہ قدر و منزلت اور فضل و مرتبت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن امیر معاویہ کے وقت سے عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک تقریباً سو برس تک فاتح بدر حضرت علی علیہ السلام کی مسجدوں میں مذمت اور سب و شتم تمام اہل اسلام برابر سنتے رہے اور کسی کو اس حدیث رسول کی یاد دہانی پر جرأت نہوئی۔ فاعتبروا۔

[۲] زرقانی میں ان خطوط کی عبارت یہ لکھی ہے۔ (۱) اما بعد یا معشر قریش فان رسول اللہ صلعم جاءکم بجیش عظیم یسیر کالسیل فواللہ لو جاءکم وحدہ لنصرہ اللہ وانجز لہ وعدہ فانظروا لانفسکم والسلام (۲) الی سہیل بن عمرو وصفوان بن امیۃ وعکرمۃ بن ابی جہل ان رسول اللہ صلعم اذن فی الناس بالغزو ولا اراہ یرید غیرکم وقد احببت ان تکون لی عندکم ید۔ زرقانی جلد دوم ص ۲۹۳ مصر

درمیان موئے خویش پنہان ساخت و موئے را بران تافت
و بجانب مکہ روان شد و از آسمان پیغمبر صلی اللہ علیہ آلہ وسلم
را از اینواقعہ خبر دادند پس علیؑ مرتضی کرم اللہ وجہہ و زبیر ابن
العوام و ابو مرثد غنوی و بروایتے بجائے ابو مرثد مقداد بن
اسود کندی و بروایتے عمار یاسر را طلبید و فرمود بروید تا
بموضع خاخ برسید و در انجا می یابید زنے را کہ با وے
مکتوب است آنرا از وے بگیرید و بیارید علیؑ مرتضے
بایاران بموجب فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم روان
شد و در موضع خاخ بآن زنے رسیدند و از وے تفحص
مکتوب نمودند۔ انکار کرد و رخت و بار او را باہتمام تمام تجسس
کردند و نیافتند قصد مراجعت نمودند علیؑ ابن ابیطالبؑ
گفت بخدا سوگند کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بامن دروغ نگفتہ و از آسمان با وے دروغ نگفتند
انتہی۔ ص ۳۰۰ ج ۲ لکھنؤ

اپنے بالوں میں رکھ لیا اور اوپر سے چٹیاں گوندھ لیں اور مکہ
کی طرف روانہ ہو گئی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
بذریعہ وحی اس واقعہ کی خبر کر دی گئی آپ نے علیؑ مرتضیٰ کرم اللہ
وجہہ اور ابو مرثد غنوی۔ اور ایک روایت کے مطابق ابو مرثد
کی جگہ مقداد بن اسود کندی اور دوسری روایت کے موافق
عمار بن یاسرؓ کو طلب فرما کر ارشاد کیا کہ موضع خاخ تک چلے
جاؤ۔ وہاں پہنچ کر تمہیں ایک عورت ملے گی جس کے پاس
ایک خط ہے اوسے گرفتار کر لو اور میرے پاس لے آؤ۔ جناب
علیؑ مرتضیٰ حسب الارشاد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مقام
خاخ میں پہونچے۔ وہ عورت ملی اوس سے اوس خط کی نسبت دریافت کیا گیا
اوس نے قطعی انکار کیا۔ لوگوں نے اوسکے تمام سامان کو ایک ایک کر کے کھول کر
ڈھونڈھ لیا لیکن کچھ نہ ملا۔ ہمراہیوں نے واپسی کا قصد کیا حضرت علیؑ ابن
ابیطالبؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ جناب رسول خدا صلعم
نے ہم لوگوں کو غلط خبر دی ہو۔ یا خود آنحضرت صلعم کو آسمان سے غلط خبر پہونچائی گئی ہو۔

ہم نے عربی اور فارسی کے قدیم ماخذوں کے تاریخی اقتباسات دکھلائے۔ واقعات تاریخی کے بیان کے یہ
انداز ہوتے ہیں جن کا اصلی مقصود و مدعا۔ عام اطلاع و افہام ہوتی ہے۔ نہ اپنی خود غرضانہ ضرورت اور حاجت
روضۃ الاحباب کی عبارت ہم نے خاصکر اس لئے لکھی ہے کہ اس میں طبری ابن ہشام کی عبارتوں سے واقعہ کی زیادہ
تفصیل وضاحت کے ساتھ قلمبند کی گئی ہے۔ اور حاطب ابن ابی بلتعہ کے اصلی خط کے مضامین دو مختلف راویوں سے
نقل کر دیے گئے ہیں۔ لیکن ان تفصیلات کے علاوہ میرا خاص مدعا تو جناب علیؑ مرتضیٰ کے محاسن نمبر ۸ بات کی تفصیل
سے تھا۔ جنکی حقیقت۔ طبری۔ ابن ہشام۔ زرقانی اور محمد شاہ شیرازی کے متفقہ اور متواترہ عبارت سے دکھلا دی گئی اور
بتلا دی گئی کہ رسول کی تصدیق کی یہ شان ہوتی ہے اور معرفت خدا و رسول کی یہ انتہائے عرفان ۔۔ جب ہی تو
ابن عساکر اپنی تاریخ اور حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں اور ابن مغازلی مناقب میں بزیر تفسیر آیہ الذی
جاء بالصدق وصدق بہ اولئك هم المفلحون کے لکھتے ہیں۔

عن مجاهد الذين جاء بالصدق ۔ مجاہد سے منقول ہے کہ اس آیہ میں جاء بالصدق سے جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصدق بہ قال علیؑ ۔ — رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہین اور صدق بہ سے حضرت علیؑ

پھر اسی کی تفسیر میں ابن مردویہ مناقب میں اور سیوطی درمنثور میں تحریر کرتے ہین۔

عن ابی هریرة والذی جاء بالصدق رسول الله صلعم وصدق به قال علیؑ ۔ — ابوہریرہ سے منقول ہے کہ جاء بالصدق سے مراد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور صدق بہ سے حضرت علیؑ مراد ہین۔

(بحوالہ سوانح حضرت علیؑ صفحہ ۹۶ لاہور)

مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانگی

یکم رمضان سے دہم تک دس روز درستی فوج اور ترتیب سامان کی ضرورتون مین صرف ہوئے۔ اس اثنا مین بیرونجات سے اتحادی قبائل قبیلہ اسلم۔ غفار۔ مزینہ۔ جہینہ اور بنی اشجع اپنی اپنی جمعیت لشکر لیکر۔ مدینہ پہونچ گئے۔ صرف بنی سلیم کا قبیلہ رہ گیا۔ وہ بھی منزل قدید میں آکر حاضر ہو گیا دسوین رمضان المبارک کو جناب ختمی مرتبت علیہ وآلہ السلام والتحیۃ۔ دس ہزار فوج جرار کے ساتھ بکمال عزم وقار فتح مکہ اور اقتضیہ، بیت اللہ معظم کے قصد سے روانہ ہوئے۔

سفر مین افطار صوم کا حکم

اس وقت تک آپ بھی روزہ سے تھے۔ اور تمام لشکر مسلمین بھی۔ مقام کراع غمیم مین پہونچکر آپ نے روزہ افطار فرمایا اور تمام لشکر کو افطار کا حکم دیا۔ صحیح مسلم مین ہے۔

عن جابر ابن عبد الله ان رسول الله صلعم خرج عام الفتح الی مکة فی رمضان فصام حتی بلغ کراع عمیم وصام الناس ثم دعا بقدح من ماء فرفعه حتی نظر الناس ثم شرب فقیل له بعض الناس قد صام فقال اولئك العصاة تله — جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ بزمان فتح مکہ ماہ رمضان مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحالت صوم عازم مکہ ہوئے تھے کہ مقام کراع غمیم مین پہونچے۔ وہان آنحضرت صلعم نے قدح آب طلب فرمایا اور سب کو دکھلا کر روزہ افطار فرمایا۔ اس کے بعد لوگون نے عرض کی کہ بعض اشخاص نے روزہ نہین کھولا ہے۔ ارشاد کیا جنہون نے ایسا کیا وہ گنہگار اور نافرمان ہین۔ بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۹۶ لکھنؤ

ابوسفیان اور عبد اللہ بن امیہ سے ملاقات

صاحب رحمۃ للعالمین۔ حافظ ابن القیم۔ تلمیذ امام ابن تیمیہ کی کتاب زاد المعاد صفحہ ۱۳۴ جلد اول کے حوالہ سے لکھتے ہین۔

مدینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو منزل چلے تھے کہ راہ مین ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب)

ؔلہ لیکن امام المحدثین ابن تیمیہ صاحب نے صلاح الدین کی فوج مسلمین کو جنگ بیت المقدس مین جو اسی رمضان کے مہینہ مین واقع ہوئی تھی روزے رکھوا رکھوا کر لڑوایا۔ کیا اچھی تقلید رسول ہے۔ المولف عفی عنہ

دو بھائیون سے راہ مین ملاقات اور عفو تقصیرات

اور عبد اللہ بن امیہ (بن عاتکہ بنت عبد المطلب) سے ملاقی ہوئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہون نے نبی صلعم کو سخت ایذائین دی تھین اور اسلام کے مٹانے مین بڑی بڑی کوششین کی تھین آنحضرت صلعم نے اونھین دیکھا اور مونہہ پھیر لیا۔ ام المومنین ام سلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ۔ ابو سفیان آپ کے حقیقی چچا کا بیٹا ہے اور عبد اللہ آپ کے حقیقی پھوپی (عاتکہ) کا لڑکا ہے۔ اتنے قریبی تو رحمت سے محروم نہ رکھنے چاہئین۔

اسکے بعد حضرت علیؑ نے ان دونون کو یہ ترکیب بتلائی کہ جن الفاظ مین برادران یوسف علیہ السلام نے معافی کی درخواست کی تھی۔ تم بھی آنحضرت صلعم کی خدمت مین جاکر اونھین الفاظ مین استدعائے معافی کرو۔ نبی صلعم کے عفو و رحم سے امید ہے کہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ اونھون نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر آیت پڑھی۔

تاللہ لقد آثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین۔ — بخدا کچھ شک نہین آپ کو اللہ نے ہم پر برتری دی اور بیشک ہم قصوروار ہین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا۔

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔ — جاؤ آج کے دن تم پر کوئی الزام نہین۔ خدا تم کو بخشدے۔ وہ بڑا رحم کرنے والا ہے۔

اوسوقت ابو سفیان (ابن الحارث بن عبد المطلب) نے عجیب جوش و نشاط سے یہ اشعار پڑھے۔

لعمرک انی حین احمل رایۃ — لتغلب خیل اللات خیل محمد

قسم ہے جن دنون مین نشان اس لئے اوٹھایا — کرتا تھا کہ لات کا لشکر محمدؐ کے لشکر پر غالب آجائے

لکالمدلج الحیران اظلم لیلہ — فھذا اوانی حین اھدی فاھتدی

اون دنون مین اوس خار پشت جیسا تھا جو اندھیری رات مین ٹھوکرین کھاتا ہو — اب وہ وقت آگیا کہ مین ہدایت پاؤن اور سیدھے راستہ پر آجاؤن۔

ھدانی ھاد غیر نفسی ودلنی — الی اللہ من طردتہ کل مطرد

مجھے ہادی نے نہ کہ میرے نفس نے، ہدایت دی ہے اور خدا کا رستہ مجھے — اوس شخص نے بتلایا ہے جسکو مین نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنکر فرمایا۔ ہان سچ تو ہے تم تو مجھے چھوڑ بیٹھے تھے۔ رحمۃ للعالمین ص۱۱۱

لشکر اسلامی مین ابو سفیان بن حرب کی آمد اور حضرت عمرؓ کا جواب عتاب

دس ہزار اخلاص مندون کا طیار لشکر فتح و نصرت الٰہی کے کامل یقین و بشارت کے ساتھ منزلین طے کرتا ہوا۔ مر الظہران کے آخر منزل تک بخیر و خوبی پہونچ گیا یہ مقام۔ مکہ معظمہ سے ایک منزل سے بھی کم کی مسافت پر واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام لشکر کو یہین قیام اور صعوبت سفر سے آرام کرنے کے لئے ٹھیرنے کا حکم فرمایا۔ حکم کی دیر تھی۔ دو میل کے مربع مین ادمی کے چارون طرف

لشکر اسلامی نے پڑاؤ ڈال دیے - مہاجرین وانصار کے گروہ مخصوصین کے علاوہ عرب کے دوسرے ہمراہی قبیلوں نے خوب پھیل پھیل کر اپنے اپنے قبیلے کے ڈیرے خیمے لگائے گویا اوس وسیع ریگستان میں چھوٹی چھوٹی بستیاں بسالیں - وہ خاک زار کوسوں تک مردم زار بن گیا - عجیب لطف انگیز منظر تھا اور مسرت خیز سماں - نہیں معلوم کے ہزار برسوں کے بعد اس ریگستان کو اپنے دامن میں انسانوں کی اتنی بڑی آبادی دیکھنی نصیب ہوئی تھی - یہ بھی اسلام کے قدموں کی برکت تھی - دن تو دن رات کا نظارہ اس سے بھی زیادہ دلکش و دلآویز تھا - لشکر اسلام کے جانفروشوں نے چاروں طرف کچھ تو اپنی خاص ضرورت اور زیادہ تر جانوران صحرائی سے محافظت کی غرض سے آگ جلا کر اوس وادی پرخار کو رشک گلزار بنا رکھا تھا -

قریش کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی آمد کی کچھ خبر لگ گئی تھی لیکن خبر تھوڑی پہونچی ہو یا بہت اب اون میں اسلام سے مقابلہ کی صلاحیت ہی باقی نہیں تھی - اسی بنا پر اونھوں نے - بدیل بن ورقا، حکیم بن حزام اور ابوسفیان بن حرب کو جاسوسی کی خدمت پر بھیجا اور تاکید کردی کہ اگر رسول اللہ صلعم تشریف لائے ہوں اور اون سے شرف وا ارزست ہو تو معاہدہ حدیبیہ کی درخواست منظور کرا کے آپ کو راستہ ہی سے واپس کردینا -

چونکہ جاسوسی کی خدمت تھی اور یہ معلوم نہ تھا کہ آنحضرت صلعم کس راہ سے تشریف لا رہے ہیں - اسلئے تینوں نے تین راہیں پکڑیں - بدیل اور حکیم تو دوسرے راستوں سے گھوم کر پیچھے آئے لیکن ابوسفیان رات ہی کو سب سے پہلے لشکر اسلامی میں پہونچ گیا - خلاف معمول چاروں طرف میدان میں آگ روشن دیکھ کر اوسکے حواس باختہ ہوگئے - ابھی وہ اپنی اسی حیرت میں غلطاں پیچاں تھا کہ حسن اتفاق سے حضرت عباس ابن عبد المطلب اپنے خچر پر گزران نکلے - ابوسفیان کی آواز پہچانکر پکارے - ابن ہشام حضرت عباس کی زبانی بیان کرتے ہیں -

فقال یا ابا الفضل قلت نعم قال ما لك فداك امی وابی قال قلت ویحك یا ابا سفیان هذا رسول الله صلی الله علیه واله وسلم فی الناس واصباح قریش والله قال فما الحیلة فداك امی وابی قال قلت والله لئن ظفر بك لیضربن عنقك فارکب فی عجز هذه البغلة حتی اتی بك رسول الله صلی الله علیه واله وسلم فاستامنه ـ	ابوسفیان نے کہا یا ابا الفضل - میں نے کہا ہاں - ابوسفیان بولا - میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں - یہ کیا ہے - میں نے کہا - یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا لشکر ہے اور قریش کے لئے خدا کی قسم اب صبح ہے ابوسفیان بولا اب میرے بچنے کا کوئی حیلہ ہے - میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے کہا - یہ سمجھ لے کہ فتح ہوتے ہی تیری گردن ماری جائے گی - بہتر یہ ہے کہ میرے خچر کے پیچھے سوار ہولے میں تجھے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خدمت میں لیجاکر امان دلوا دوں -

شبلی صاحب نے اس واقعہ کو بھی چھوڑ دیا ہے اور سلسلۂ کلام ابوسفیان کی حاضری سے آغاز کیا ہے جو اس

واقعہ کے بعد تمام کتابوں میں مذکور ہے۔ نہیں معلوم شبلی صاحب نے اپنی کتاب اپنے معتقدین خاص کے لئے لکھی ہے یا عام مسلمانوں کی اطلاع و واقفیت کے لئے۔ بہرحال شبلی صاحب۔ آئندہ واقعات بڑی عبارت آرائی کے ساتھ۔ اختصار کے طریقہ خاص میں یوں زیب قرطاس فرماتے ہیں۔

حضرت عمر جذبۂ انتقام کو ضبط نہ کر سکے۔ تیز قدمی سے آگے بڑھے۔ اور بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ کفر کے استیصال کا وقت آگیا۔ لیکن حضرت عباس نے جان بخشی کی درخواست کی۔ حضرت عمر نے دوبارہ عرض کیا۔ حضرت عباس نے کہا۔ عمر۔ اگر یہ شخص تمہارے قبیلہ کا ہوتا تو تم اس قدر سخت دل نہ کرتے۔ حضرت عمر نے کہا۔ آپ یہ نہ فرمائیں آپ جس دن اسلام لائے مجھکو جو مسرت ہوئی تھی۔ خود میرا باپ خطاب اسلام لاتا تو مجھکو اسقدر خوشی نہ ہوتی۔ ختم

معلوم ہوتا ہے کہ شبلی صاحب کے طریقہ تحریر میں سلسلۂ بیان قائم رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حضرت عباس سے ملاقات ہونے۔ باہم گفتگو کرنے۔ خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہمراہی حضرت عباس اور ابوسفیان کے آنے کے ذکر و حالات کی تفصیل و تصریح توندارد۔ حضرت عباس کی شفاعت اور حضرت عمر کی معارضت موجود۔ مبتدا تو غائب۔ خبر حاضر۔ کوئی بتلا دے۔ یہ کیسا طرز کلام ہے۔ اور کیسا انداز بیان۔ اور اس سے کسی واقعہ کی حقیقت اور واقفیت کی اطلاع عام کیسے ہوسکتی ہے۔ اب ان حالات کی تفصیل کیوں نہ کی گئی۔ صرف اس لئے کہ ایک بزرگ بنی ہاشم (عباس بن عبد المطلب) کے آگے ایک رئیس بنی اُمیّہ (ابوسفیان بن حرب) کی جو خوش قسمتی سے خلیفہ پنجم امیر معاویہ کے باپ تھے بیٹی ہوتی تھی اور آپ کو اپنے ہیروز آف اسلام Heroes of Islam کے مورث اعلیٰ کی یہ توہین ذاتی کسی طرح گوارا نہیں تھی۔ اس لئے بنی ہاشم (حضرت عباس) کے ان اعلیٰ ترین محاسن اخلاق کو جو دشمنوں اور قاتلوں کے ساتھ بھی برتا جانا من جانب اللہ ان کی فطرت صالحہ میں ودیعت ہوا تھا۔ بالکل نسیاً منسیاً کر دیا۔

لیکن اسکی جگہ حضرت عمر کی گہر فشانی کو جو آخر میں محض فضول بیانی ثابت ہوتی ہے پوری تفصیل سے قلمبند فرمایا۔ وہ نہ زوائد کے شمار میں آیا۔ نہ خلاف موضوع قرار پایا۔ اور اختصار کے پیرایہ میں لایا گیا۔ کیوں؟ اسلئے کہ سیرۃ النبی تو حقیقت میں سیرۃ الخلفا (خصوصاً حضرت ابوبکر و حضرت عمر) کا مقدمہ ہے اور اسکا موضوع تو خاص کر انہیں کے موضوع مفاخر و مناقب کی تجمیع۔ تاسیس و تدوین خاص ہے۔ حالانکہ حضرت عمر کے ان کلمات تعریفی سے اگر موصوف کا استقلال فی الایمان دکھلانا منظور تھا تو وہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اگر آپ کی اصابت رائے کا اظہار مقصود تھا۔ تو وہ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ اگر خدمت رسول صلعم میں موصوف کا کمال رسوخ دکھلانا مدنظر تھا تو وہ بھی حاصل نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمر نے چاہے اپنے حسن صفت خاص کی وجہ سے خدمت رسول صلعم میں یہ عرض پیش کی ہو وہ قطعاً بلا تسلیم مسترد کر دی گئی۔ بلکہ مہلاً یا عمر کہکر آپ کی سرزنش کر دی گئی تو پھر اوصاف اضافی کہاں باقی رہے۔

تجویز رسالت مین وہ اوصاف نقائص ثابت ہوے پھر شبلی صاحب کو اونکے اظہار پر کیون اصرار رہا۔

اس واقعہ پر منحصر نہین ہم اکثر مقامات پر حضرت عمر کی ایسی ہی نااندیشانہ تجویزین اور تعریضین نقل کرچکے ہین عبداللہ بن ابی ابن سلول کے قتل کی نسبت بھی آپنے ایسی ہی جرات بیجا دکھائی تھی۔ ابھی بھی غریب حاطب کے قتل کے لیے بھی رسول اللہ کی خدمت سے ایسی ہی اجازت چاہی۔ پھر ابوسفیان پر ہاتھ صاف کرنے کے لیے بھی ویسا ہی معروضہ پیش کیا لیکن جیسا کہ پہلے موقعون پر آپکی استدعا مسترد فرمائی گئی اسی طرح اکبی بار بھی تعجب ہے کہ حضرت عمر کی یہ تیز قدمی اور جرأت مخالفین موجودین اور مجبورین اور حاضرین ہی تک محدود پائی جاتی ہے کسی معرکہ جنگ مقابلہ یا مقاتلے کے موقع پر کسی مخالف کی گردن اوڑانے کسی کے سر کاٹنے۔ یا کم از کم کسی سے مقابلہ کرنے کے لئے آنحضرت صلعم سے حضرت عمر کا اجازت مانگنے کا کوئی واقعہ شبلی صاحب اپنی کتاب مین نہین لکھتے۔ فافہم فتدبر۔

ابوسفیان کا بخوف جان ایمان لانا۔

اتنی تنقیدی عبارت لکھکر ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہین اور شبلی صاحب ہی کی عبارت سے باقی حصہ واقعہ کو نقل کرتے ہین۔

صحیح بخاری مین ہے کہ گرفتار ہونے کے ساتھ ہی ابوسفیان نے اسلام قبول کرلیا لیکن طبری وغیرہ مین اس اجمال کی تفصیل مین حسب ذیل مکالمہ لکھا ہے۔

رسول اللہ صلعم۔ کیون ابوسفیان۔ کیا تمکو اب بھی یقین نہین آیا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہین ہ؟

ابوسفیان۔ کوئی اور خدا ہوتا تو آج ہمارے کام آتا۔

رسول اللہ صلعم۔ کیا اس مین کچھ شک ہے کہ مین خدا کا پیغمبر ہون۔

ابوسفیان۔ اس مین تو ذرا شبہ ہے۔

بہرحال۔ ابوسفیان نے اسلام کا اظہار کیا۔ اور اسوقت گو انکا ایمان متزلزل تھا لیکن مورخین لکھتے ہین کہ بالآخر وہ سچے مسلمان بن گئے چنانچہ غزوہ طائف مین انکی ایک آنکھ زخمی ہوئی اور یرموک مین وہ بھی جاتی رہی (خوب شد اسباب خود بینی شکست۔ مولف) سیرۃ النبی جلد اول صـ ۲۷۷۔

اوّل تو بخاری صاحب کی تاریخ دانی پر تعجب ہے دوسرے شبلی صاحب کے آنکھ بند کرکے نقل فرمادینے پر۔ یہ ابوسفیان کی گرفتاری کا مضمون کہان سے نکالا گیا۔ آپ کی خود عبارت موجود ہے اس مین تو آپنے انکے گرفتاری کی حالت۔ انکے گرفتار کنندہ کا نام۔ گرفتاری کا مقام کچھ بھی نہین لکھا ہے اور آپ کیا منحصر ہے کسی تاریخ وحدیث کی کتاب مین اسکی خبر نہین۔ پھر حضرت عباس کی اس رہنمائی کو آپ یا آپکے بخاری صاحب گرفتار کیسے لکھتے ہین۔

شبلی صاحب کی نقل و ترجمہ مین کھلی تحریف۔ اصل ماخذ کی عبارت مین تحریف صاحبان تالیف کے لیے بڑی توہین و تضحیک کی

باعث ہوتی ہے خصوصاً شبلی صاحب کے ایسے ذیمقدار و ذی اعتبار بزرگ سے ایسی لغزش تو سخت تعجب انگیز ہے آپنے
ابوسفیان کے آخر وقت تک کفر وضلالت کے ثبوت پر خواہ مخواہ پردہ ڈالنے کے لیے مکالمۂ مذکورہ کو اصل ماخذ کی عبارت
مین ناتمام چھوڑکر فوراً لکھدیا کہ بہرحال ابوسفیان نے اسلام کا اظہار کیا حالانکہ جس ماخذ کی عبارت آپ نقل کر رہے ہین
وہ ابھی باقی ہے اور وہ صاف صاف بتلا رہی ہے کہ قبول نبوت اور اقرار رسالت مین قدرے تنک بتلانے کے بعد جس
شے نے ابوسفیان کو اسلام لانے پر قطعاً اور فوراً مجبور کردیا وہ خوف جان تھا جسکو پھر اسی بزرگ ہاشمی نے بتلایا اور سمجھایا
جسکا نام لینا آپ نہین چاہتے۔ طبری مین اس مکالمہ کی وہ عبارت جس مین یہ واقعہ درج ہے اور جسکو آپ اس
دلیری سے نقل و ترجمہ مین چھوڑ گئے ہین حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

فقال العبّاس فقلت له ویلك تشهد شهادة الحق قبل والله ان تضرب عنقك قال فتشهد۔

(قبول نبوت مین کچھ تنک سنکر) حضرت عباسؓ بیان کرتے ہین کہ مین نے ابوسفیان سے کہا کہ وائے ہو تجھپر جلدی سے حق کا کلمۂ شہادت پڑھ ورنہ خدا کی قسم ابھی تیری گردن ماری جاتی ہے حضرت عباسؓ کہتے ہین پس اوس نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔

طبری کادہی صفحہ ۱۶۳۳ ملاحظہ ہو

اس عبارت آخری سے ثابت ہو گیا کہ محض خوف جان اور حضرت عباسؓ کی تنبیہ و تہدید سے ابوسفیان نے
(اُنکا بنیا سودا کرے) اسلام قبول کیا۔ ابوسفیان کی مقدار ایمان آپکے پیش کردہ ماخذ سے اتنے ہی ثابت ہوتی ہے۔
آپ حق ناحق اصل ماخذ مین شرمناک تحریف کرکے ابوسفیان کی عیب پوشی کرتے ہین اور اسکے ایمان کو صداقت و کمالیت
کی معیار پر پورا اتارتے ہین۔ اس سے کیا فائدہ۔ خوش قسمتی سے آپکے پاس بھی تاریخ طبری کا وہی مطبوعہ جرمن نسخہ
موجود ہے۔ جو بدقسمتی سے میرے پاس بھی حاضر ہے۔ اس سے تو آپ کی ان قلمکاریون کی حقیقت اسیطرح منکشف
ہوتی ہے جسطرح اوپر نقل کی گئی۔ اگر اس پر بھی آپ کا اطمینان خاطر نہو تو مفصلۂ ذیل ورشواہد تاریخی بھی حاضر ہین
ابن ہشام مرقومہ بالا مکالمت کی آخر عبارت یون لکھتے ہین۔

قال ابو سفیان بابی انت وامی ما احلمك واكرمك واوصلك اما هذه والله فان فی النفس منها حتى الان شیئا فقال له العباس ویحك اسلم واشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله قبل ان تضرب عنقك قال فشهد شهادة الحق فاسلم

(اقرار نبوت کے ارشاد پر) ابوسفیان نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون۔ آپ سے بڑھکر میرے لئے کوئی حلیم تر کریم تر اور قرابت مین قریب تر نہین ہے لیکن اس امر مین خدا کی قسم میرے دل مین ابھی تک شک ہے۔ یہ سنکر حضرت عباسؓ نے کہا وائے ہو تجھپر اے ابوسفیان جلد اسلام لا اور فوراً کلمۂ شہادت لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ پڑھ لے قبل اسکے کہ تیری گردن اتاری جائے حضرت عباسؓ کہتے ہین کہ اس نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اسلام لایا

ایک دوسری شہادت بھی سن لیجاوے۔ روضۃ المناظر تاریخ ابن ابی شحنہ مین ہی۔

قال اما هذه ففی نفسی منها شئ فقال له العباس ويحك تشهد قبل ان تضرب عنقك فتشهد واسلم واسلم معه حكيم بن حزام وبديل بن ورقاء۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص۶۶

ابوسفیان نے کہا کہ اس بات سے تو میرے دل مین کچھ کھٹک ہے یہ سنکر حضرت عباس نے ابوسفیان کو ڈانٹا اور کہا وائے ہو تجھپر جلد تصدیق رسالت کر قبل اسکے کہ تو قتل کیا جاوے پس ابوسفیان کلمہ شہادت پڑھکر اسلام لائے اور اوس کے ساتھ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا بھی۔

مواہب لدنیہ قسطلانی مین ہی۔

قال ابوسفيان بابي انت وامي ما احلمك واكرمك واوصلك اما هذه فان في النفس منها شيئا حتى الان فقال له العباس ويحك اسلم واشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله قبل ان تضرب عنقك فاسلم وشهد شهادة الحق۔

ابوسفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے لئے آپ سے بڑھکر کوئی حلیم تر۔ کریم تر اور در قرابت مین، قریب تر نہین ہی لیکن اس امر مین جسکی قسم میرے دل مین ابھی تک شک ہے یہ سنکر حضرت عباس نے کہا وائے ہو تجھپر جلد اسلام لا اور کلمہ شہادت اشہدان لا آلہ الا اللہ واشہدان محمدا رسول اللہ پڑھ لے قبل اسکے کہ تیری گردن ماری جائے پس اس نے کلمہ شہادت پڑھکر اسلام قبول کیا زرقانی جلد دوم ص۳۶ مطبوعہ مصر

قریب قریب یہی عبارت ترجمہ تاریخ ابوالفدا اور روضۃ الاحباب ص۴۲۵ مین بھی مرقوم ہے۔

شبلی صاحب اور اونکے معتقدین نظر انصاف سے ملاحظہ فرمالین کہ انکی حق پوشی سے کیا فائدہ ہوا جسب انکی اس تحریفانہ کوشش کے انکشاف کرنیوالے دنیا مین اس کثرت سے موجود ہین۔

ابوسفیان کبھی سچے مسلمان نہین ہوے

بہر حال شبلی صاحب کی یہ سب کوششین صرف اس لئے تھین کہ ابوسفیان کی خالص الایمانی ثابت ہو کیونکہ آپ تو لکھ چکے کہ مورخین کہتے ہین کہ آخر وہ سچے مسلمان ہوگئے سوال یہ ہی کہ وہ کون مورخ ہی جسکی تاریخ مین آپنے انکی خالص الایمانی اور کامل الاسلامی کی شہادت دیکھی ہی ذرا نام تو بتلائیے زبانی لفاظی و مغالطہ دہی سے کام نہین چلتا اگر آپ خود سچے تھے تو اوس مورخ اسکی تاریخ کا نام اوسکی عبارت لکھدی ہوتی شبلی صاحب یہ بھی آپ کی تحصیل حاصل ہی۔ ان کے اسلام لانیکے بعد ہی جو واقعہ زرقانی نے موسیٰ ابن عقبہ اور واقدی کے اسناد سے لکھا ہے اوس سے انکے تذبذب فی الایمان کی حقیقت پر کافی روشنی پڑتی ہی۔ ملاحظہ ہو زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت

قال ابوسفيان وحكيم يا رسول الله جئت باوباش الناس من يعرف ومن لا يعرف الى اهلك وعشيرتك فقال صلى الله عليه وآله وسلم انتم اظلم و

اسکے اسلام لانیکے بعد ابوسفیان اور حکیم بن حزام نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ایسے اوباش لوگون کی جمعیت لیکر آئے ہین جو آپکے قبیلہ اور عشیرے والون کی کوئی حقیقت نہین سمجھتے آپنے ارشاد فرمایا تم تو خود ظالم ترین اور

انجر فقد غدرتم بالحدیبیة وظاھرتم علی بنی کعب بالاثم والعدوان فی حرم الله وامنه فقال لا صدقت یا رسول الله صلعم۔

فاجر ترین مردم ہو۔ اسلیے کہ تم نے معاہدہ صلح حدیبیہ کے خلاف ورزی اختیار کی اور بنی کعب پر حرم خدا اور امن الٰہی میں حملہ کر کے گنہگار اور ظالم ہوے۔ دونوں نے کہا صحیح ارشاد ہوتا ہے۔

ابوسفیان اسلام لانیکے بعد بھی زبان رسولؐ سے ظالم ترین اور فاجر ترین ثابت ہوئے۔ اسی طرح محدث دہلوی مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۵۸۱ میں لکھتے ہیں۔

حضرت عباس سے ابوسفیان کے اسلام لانے کے بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا انہ رجل مستسلم ولا مسلم یہ شخص مسلم بنا یا گیا ہے نہ مسلم ہے یعنی اس نے اسلام کو تبکلف ظاہر کیا ہے نہ رغبت وطیب خاطر سے واقدی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ترجمہ کامل الواقدی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۲۰۳ جلد ۱۔

لشکر اسلامی کی شان و شوکت دیکھکر ابوسفیان کی حیرت جناب رسولخدا صلعم سے ابوسفیان کی مکالمت کو تمام کر کے شبلی صاحب اپنے آیندہ سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں۔

لشکر اسلام جب مکہ کی طرف بڑھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے حضرت عباس سے کہا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لیجا کر کھڑا کرو دکہ افواج الٰہی کا جلال آنکھوں سے دیکھے۔ کچھ دیر کے بعد دریاے اسلام میں تلاطم پیدا ہوا قبائل عرب کی موجیں جوش مارتی ہوئی بڑھیں سب سے پہلا غفار کا پرچم نظر آیا پھر جہینہ ہذیم سلیم ہتیاروں میں ڈوبے ہوئے تکبیر کے نعرے مارتے ہوئے نکل گئے ابوسفیان ہر دفعہ مرعوب ہو جاتا تھا سب کے بعد انصار کا قبیلہ اس سروسامان سے آیا کہ آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ سیرۃ النبی ص ۳۷۷

شبلی صاحب لکھنے کو تو سارا واقعہ لکھ گئے لیکن اپنی عادت سے مجبور تھے۔ چونکہ نقص اسلام ابوسفیان مفید مطلب مضمون نہیں تھا اسلیے اسکو قلم انداز فرما گئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت و مضمون شاید اصل ماخذ میں موجود ہی نہیں ہم آپ کو باور کراتے ہیں کہ آپکی ان مغویانہ تحریفات و ترکیبات سے نہ ابوسفیان کے عیوب پر پردہ پڑا ہے اور نہ پڑ سکتا ہے اس لیے کہ اوسکے عیوب نقائص ایمانی جنکو آپ اپنی قلمکاریوں سے خلوص و رسوخ ایمانی بتلانا چاہتے ہیں۔ ایسے طشت از بام اور زبان زد خاص و عام ہیں کہ اون کے چھپانے میں سواے اپنی بدنامی و رسوائی کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا اب آپ اپنے حدیث و تاریخ کے قدیم ماخذوں کی متواتر روایات پر توجہ و غور کریں کہ لشکر اسلام کی پر عظمت و جلال شان و شوکت کو دیکھکر ابوسفیان کا حضرت عباس سے یہ متحیرانہ سوال تاریخ طبری ابن ہشام۔ ابو الفدا مواہب لدنیہ اور روضۃ الاحباب وغیرہ میں درج نہیں ہے کہ۔

فقال ابو سفیان سبحان الله یا عباس

سب سے آخر میں آنحضرت صلعم کے ہمراہیوں کی شان کو دیکھکر ابوسفیان نے کہا

من هولاء قال قلت هذا رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فى المهجرين والانصار قال ما لاحد بهولاء قبل ولا طاقة والله يا ابا الفضل لقد اصبح ملك ابن اخيك الغداة عظيما قال قلت يا ابا سفيان انها النبوة ـ ص ۲۱۵ جلد دوم

سبحان اللہ عباس۔ یہ کون لوگ ہین حضرت عباس کہتے ہین مین نے جواب دیا کہ یہ مہاجرین وانصار کے گروہ رسول اللہ صلعم کے ہمراہی ہین ابوسفیان نے حیران ہوکر کہا کہ ایسی تو پہلے کسی کی بھی قوت وشان نہین تھی قسم خدا کی اے ابوالفضل آج تیرے بھتیجے کی بڑی سلطنت ہوگئی ہی حضرت عباس کہتے ہین مین نے جواب دیا اے ہوتجھیر۔ یہ اقتدار نبوت ہے۔

قریب قریب یہی عبارت طبری ابوالفدا مواہب لدنیہ۔ زرقانی اور روضۃ الاحباب مین بھی درج ہی۔ آپنے بھی اپنی کتاب مین زیادہ تر انھین ماخذون سے اس واقعہ کو نقل فرمایا ہی تو پھر اس عبارت ومضمون کو کیون نہ لکھا خاص کر اسلیے کہ ابوسفیان حضرت امیر معویہ کی توہین ہوتی تھی۔ کیا شبلی صاحب کے ایسے فاضل محقق کے مولفانہ تدین کے خلاف نہین ہی آپنے اس واقعہ کو غالبا طبری کی عبارت سے نقل فرمایا ہے دیکھیے اسکے اسی صفحہ ۱۶۳۳ مین یہی عبارت درج ہی اسکے بعد طبری لکھتے ہین کہ حضرت عباس کے اس ارشاد کا جواب ابوسفیان نے ان الفاظ مین دیا۔

فقال ابو سفيان نعم قلت الحق الان بقومك فاحذرهم ـ فخرج سريعا حتى اتى مكة

جو آپنے کہا بجا ہے حضرت عباس فرماتے ہین پھر مین نے اسکو کہا کہ اب تیرا حق یہی ہے کہ تو اپنی قوم کی طرف جا وہان سے ابوسفیان نہایت تیزی سے چلکر مکہ مین داخل ہوگیا۔

ابوسفیان کے ساتھ احسان جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس سے کہکر ابوسفیان کو لشکر اسلام کی جو سطوت دکھلائی تھی اوس سے اپنی شان وشوکت کا اظہار خود نمائی نہین منظور تھا بلکہ حیرت قدرت کا معائنہ اور کرشمہ مشیت کا مشاہدہ مقصود تھا جس کے خلاف خود ابوسفیان اور اسکے ایسے کتنے کفار قریش ومشرکین مکہ آٹھ برس تک ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے لیکن اپنی مسلسل وبرطول کوششون کے بعد بھی جنمین انکی ہزارون جانین تلف ہوئین لاکھون روپے صرف ہوے کچھ بھی مفید کارنہوا۔ آج وہی اسلام ہے اور وہی اسلامیون کی جمعیت جو اس شان وشوکت اور اجلال وسطوت سے ان کی آنکھون کے سامنے انکے اسی شہر مین بلا خوف وہراس داخل ہو رہی ہی جسکو وہ آٹھ برس پہلے بڑی بیرحمی۔ بڑی بیدردی اور بڑی بیباکی سے باہر نکال کر آوارہ وطن کرچکے تھے۔ اسمین کوئی شک نہین کہ ابوسفیان کے جرائم ومظالم کی کوئی حد انتہا نہین تھی یہ جناب رسولخدا صلعم کے محاسن اخلاق تھے اور مکارم اشفاق حقیقتا یہ آپ ہی کی دریادلی تھی اور لاانتہا فیاضی کہ ابوسفیان کے ایسے دشمن جان کی جان بخشی فرمادی۔ اس بنا پر شبلی صاحب کا یہ لکھنا بالکل صحیح ہی کہ

ابوسفیان کے پچھلے کارنامے سب کے سامنے تھے۔ اور ایک ایک چیز اسکے قتل کی دعویدار تھی۔ مدینہ پر بار بار حملہ قبائل عرب کا دکی، اشتعال۔ آنحضرت صلعم کے خفیہ قتل کرنیکی سازش۔ ہر چیز اسکے خون کی قیمت ہوسکتی تھی لیکن ان سب سے

بالاتر ایک اور چیز (عفو نبوی) تھی اس نے آہستہ سے ابوسفیان کے کان میں کہا کہ خوف کا مقام نہیں سیرۃ النبی ص ۴۷۶

احسان کی دوسری مثال

یون تو مصالح نبوت کو جو عین مصالح قدرت ہوتے ہین بالاتمام سمجھنا عام عقل و ادراک انسانی سے بعید ہی۔ لیکن ظاہر طور پر ابوسفیان کی رعایت و معافی کے معاملات مین تدبر رسالت نے ادنیٰ ترین اور اعلیٰ ترین کی طیار مثالین دنیا کو دکھلا دین اور بمصداق ؎ در عفو لذتے است کہ در انتقام نیست۔ بتلا دیا کہ خاصان الٰہی اپنے پورے اختیار و اقتدار کے وقت بھی اپنے دشمن جان اور قاتل کے ساتھ اس عجز و انکسار اور لطف ایثار سے پیش آتے ہین اس بنا پر یہ بالکل صحیح ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابوسفیان کے ساتھ غیر متوقع جان بخشی فرمانے کا احسان خاص فرمایا۔ یا آپکے عم نامدار حضرت عباس نے جو کچھ اسکے ساتھ رعایت کی وہ سب اخلاق بنی ہاشم کے خاص مآثر تھے اور جسمین جناب رسول خدا صلعم کے خلق عظیم بدرجہ اولیٰ شریک غالب تھے کچھ ان ہی مراعات و مرافقات پر منحصر نہین حضرت عباس کی پھر دوسری تحریک پر تالیف قلوب کی غرض خاص سے ابوسفیان کو امتیاز خاص بھی عنایت فرمایا چنانچہ طبری مین ہے

عن ابن عباس فقلت یا رسول اللہ ان ابا سفیان رجل یحب الفخر فاجعل له شیئا یکون فی قومه ... نعم من دخل دار ابی سفیان فهو امن ومن دخل مسجد فهو امن ومن اغلق بابه فهو امن ـ	حضرت عباس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلعم ابوسفیان ایک مفاخرت پسند آدمی ہے۔ اوسکے لیے کوئی امتیاز خاص عنایت ہو جو اُس کی قوم مین اسکے امتیاز کا باعث ہو۔ آپنے فرمایا اچھا۔ پھر یون اعلان فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر مین چلا آئے گا وہ امان دیا جائیگا اور جو مسجد الحرام مین چلا آئیگا وہ بھی امان پائیگا اور جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کرکے بیٹھ رہے گا وہ بھی مامون رہے گا ص ۱۶۳۳ ۔

یہ ایسا مشہور و معروف واقعہ ہے کہ تمام حدیث و تاریخ کی کتابون مین منقول ہے۔ حوالون کی ضرورت نہین۔ مگر افسوس کہ شبلی صاحب نے اسکو بھی اپنے مقام پر نرہنے دیا اور نہ اپنی حالت خاص مین۔ یہ واقعہ تاریخ طبری مین وسی عبارت کے ساتھ شامل ہی جسکو آپ ابوسفیان کے معائنہ لشکر والے واقعہ مین اسی طبری سے نقل کر چکے ہین لیکن افسوس ہے کہ آپنے اسکو اپنے سلسلہ عبارت مین اصلی مقام پر نہین لکھا۔ بلکہ علیحدہ اعلان عام کی صورت مین اس واقعہ کے بعد درج فرمایا اور وہ اندراج بھی آپ کی عادت قطع و برید اور قلمی تحریف سے خالی نہین رہا اور وہ یہ کہ آپنے اسکی عبارت مین حضرت عباس کی تحریک سے اسکے اس شرف امتیاز عطا کیے جانے کا ذکر بالکل محو کر دیا گویا طبری مین ان ابا سفیان رجل یحب الفخر (ابوسفیان ایک مفاخرت پسند آدمی ہی) حضرت عباس کی زبانی تحریک کو مسطور

شبلی صاحب کی دوسری تحریف

ہی نہین ہے۔ آپ کی یہ صریح تحریف آپکے تدین مؤلفانہ کو کسقدر رذیل و ضعیف ثابت کرتی ہی۔ یہ رسوائی صرف اس لیے اٹھائی گئی ہے کہ ابوسفیان کے ساتھ اس عطایاے نبوی مین کسی کی تحریک و شرکت نہ ثابت ہو۔ بلکہ یہ

سمجھا جاوے کہ خود رسول اللہ صلعم کی نگاہ مین ابوسفیان کا ذاتی اعزاز ایسا تھا کہ بلاتحریک احدے آپنے بالنفس النفیس انکو یہ امتیاز خاص عنایت فرمایا۔ یہ اصلیت و واقعیت کے سراسر خلاف ہے۔ جیسا کہ ثابت ہوا۔

ابوسفیان کا سلسلۂ استعجاب — اس کے آگے شبلی صاحب رقمطراز ہین۔

ابوسفیان نے متحیر ہو کر پھر پوچھا اب یہ کون لشکر ہے حضرت عباس نے نام تبلایا دفعتًا سردار فوج حضرت سعید بن عبادہ ہاتھ مین علم لیے ہوئے برابر سے گذرے اور ابوسفیان کو دیکھکر بول اٹھے۔

بحوالہ خاص صحیح بخاری	الیوم تستحل الکعبۃ	الیوم یوم الملحمۃ
	آج کعبہ حلال کر دیا جاوے گا	آج گھسان کا دن ہے

سب سے آخر مین کوکبۂ نبوی نمایان ہوا جس کے پرتو سے سطح خاک پر نور کا فرش بچھتا جاتا تھا حضرت زبیر ابن العوام علم بردار تھے ابوسفیان کی نظر جمال مبارک پر پڑی تو پکار اُٹھے کہ حضور نے سُنا سعد بن عبادہ کیا کہتے ہین ارشاد ہوا سعد بن عبادہ نے غلط کہا آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ یہ کہکر حکم دیا کہ فوج کا علم سعد سے لیکر اُن کے بیٹے کو دیدیا جاوے۔ سیرۃ النبی ص ۳۲۵

بخاری صاحب اور شبلی صاحب کی کُھلی تحدیفین۔ — تفحص حالات اور تحقیق واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ شبلی صاحب نے ان واقعات کے لکھنے سے قبل یہ ارادہ کرلیا ہے کہ کسی واقعہ کو اُسکی اصلیت کے ساتھ کبھی نہین لکھین گے بلکہ اپنے مفید مطلب اُسکے تمام مقامات مین قطع و برید کرتے جائین گے۔ کیون؟ اسلیے کہ ہر واقعہ مین کہین نہ کہین حضرت علیؑ کی خصوصیت کا ذکر آجاتا ہے! اور کہین کہین آپکے ممدوحین خاص کی بیجا شرارت و مداخلت ثابت ہو جاتی ہے اور فطرتًا یہ دونون باتین آپکے لیے سخت دشوار اور ناگوار ثابت ہوتی ہین۔ اسلیے سوا اسکے کہ یہ باتین مرفوع القلم کر دیجائین اور کوئی چارہ باقی نہین رہا۔ آپ کرین تو کیا کرین۔ لہذا ایسے مقامات خاص مین صاحبان حدیث کا عمومًا اور بخاری صاحب کا دامن پکڑنا ہوتا ہے چنانچہ تمام حدیث و سیر و تاریخ کی مرویات کثیرہ سے قطع نظر کر کے آپنے اس واقعہ کو صرف بخاری کی روایت سے لکھا ہے کیونکہ وہ آپ سے زیادہ ان مرویات کی قطع و برید اور تضییع و ترکیب کے مشاق اور موقع شناس تھے! اب اس واقعہ مین آپنے اور آپکے بخاری صاحب نے جو جو محرّفانہ فنکاریان کی ہین وہ مفصلۂ ذیل عبارت مین ملاحظہ فرمائی جائین۔

بخاری صاحب نے سعد ابن عبادہ کے یہ تعریضی الفاظ لکھے ہین۔ الیوم یوم الملحمۃ۔ الیوم تستحل الکعبۃ حالانکہ ابن ہشام۔ علامہ طبری اور محدث شیرازی۔ بیک لفظ و زبان صرف کلمۂ الیوم یوم الملحمۃ کو لکھتے ہین الیوم تستحل الکعبۃ خاص بخاری صاحب کی بیجا دبندہ ہے۔ حالانکہ ابن ہشام اور طبری دونون بحیثیت مورخ و زمانہ بخاری سے مقدم اور مرجح ہین بخاری صاحب اور آپ دونون لکھتے ہین کہ ابوسفیان نے سعد بن عبادہ کی اس تعریض کی آنحضرت صلعم سے شکایت کی۔ لیکن ابن ہشام لکھتے ہین کہ حضرت عمر بن خطاب نے سعد بن عبادہ کی شکایت کی۔

قال ابن ہشام وہو عمر ابن الخطاب فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسمعہا قال سعد بن عبادۃ

ابن ہشام کہتے ہین یہ عمر بن خطاب تھے جنھون نے حضرت رسولخدا صلعم سے شکایت کی اور کہا یا رسول اللہ آپنے سُنا جو سعد بن عبادہ نے کہا

آپ بخاری صاحب کی زبانی لکھتے ہین کہ یہ سنکر آپنے حکم دیا کہ فوج کا علم عبادہ سے (سعد سے) لیکر اونکے بیٹے (قیس) کو دیدیا جاوے۔ حالانکہ ابن ہشام۔ طبری اور محدث شیرازی بالاتفاق لکھتے ہین۔

فقال رسول اللہ صلعم لعلی ابن ابیطالب ادرکہ فخذ الرّایۃ منہ فکن انت الذی تدخل بہا۔

پھر جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابیطالب سے فرمایا کہ فوج کا علم سعد بن عبادہ سے لیلو اور اوس علم کو لیکر شہر مین داخل ہو۔ ابن ہشام ۲۱۷ طبری ۱۶۳۶ روضۃ الاحباب ۴۲۶۔

حقیقت تو یہ ہے کہ علی کا نام ہی لینا بخاری اور شبلی صاحب کے نزدیک گناہ ہے اور ذکر کرنا تو سخت معصیت پھر وہ ذکر جسمین کسی فضیلت و خصوصیت کا اظہار ہو۔ اب ذرا دیکھئے حضرت علی مرتضی علیہ التحیۃ والثنا کی اس خصوصیت کے مٹانے۔ چھپانے اور گھٹانے مین بخاری صاحب اور اونکے مؤیدین نے کیا کیا قلمکاریان کی ہین۔ اور حضرت علی کی اس خصوصیت مین کتنے لوگون کو داخل کردیا ہے۔ اسکی تفصیل مین محدث شیرازی کی مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو جو انھون نے اس روایت کی تحقیق و تنقید مین زیب قلم فرمائی ہے۔

علی مرتضیٰ را گفت کہ برو و علم را از سعد بستان و برفق و رافت در مکہ در آئی۔ و در روایتے آنکہ علم را از سعد گرفت و بہ زبیر ابن العوام داد و لوائے خاص رسولؐ زبیر داشت۔ چنانچہ صاحب اللوائین بمکہ در آمد۔ و جمع میان این روایات مختلفہ باین طریق حاصل میشود کہ گوئیم اوّل حکم کردہ باشد علی را کہ علم از وے بستاند و بمکہ در آید و بعد ازان بجہت استمالت خاطر سعد بہ پسرش تفویض فرمودہ باشد و سعد بجہت آنکہ مبادا از پسر وے حرکتے صادر بشود کہ چنان نباید التماس کردہ باشد کہ علم از وے باز گیرند بنا برین زبیر را فرمودہ باشد کہ علم از قیس بستاند و بعضے از روایات صحیحہ مؤید این

حضرت علی مرتضیٰ کو حکم فرمایا کہ جاؤ سعد سے علم لیلو اور رعایت اور نرمی کے ساتھ شہر مین داخل ہو اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے سعد سے علم لیکر اُنکے صاحبزادے کو دیدیا اور دوسری روایت مین یون آیا ہے کہ علم آن (سعد) سے لیکر زبیر کو سپرد کیا اور آنحضرت صلعم کا علم خاص بھی زبیر کے پاس تھا چنانچہ زبیر صاحب اللوائین دونو علمون کو لیے ہوے مکہ مین داخل ہوئے! ان روایات مختلفہ مین میرے نزدیک جمع اقوال اس طریقہ سے ہوسکتی ہے کہ میری تحقیق مین پہلے علم حضرت علی مرتضیٰ کو حوالہ فرمایا گیا اور وہ علم لیے مکہ مین داخل ہوے لیکن مکہ مین آنے کے بعد آنحضرت صلعم نے محض سعد ابن عبادہ کی دلجوئی کے لحاظ سے اُنکے بیٹے قیس کو علم دلوا دیا اگر سعد نے یہ خیال کرکے کہ لڑکے سے شاید کوئی حرکت ناشائستہ ہوجاے خدمت نبوی مین عرض کی کہ قیس سے علم لیکر کسی دوسرے صاحب کو عطا فرمایا جاوے تو آپنے سعد کے التماس پر قیس سے علم لیکر

جمع است

(روضۃ الاحباب صفحہ ۲۳۶)

زبیر ابن العوام کو تفویض فرمادیا ہوگا اور بعض روایات صحیحہ اسی طریقہ تجمیع مرویات مختلفہ کی تائید کرتی ہین۔

حافظ جمال الدین شیرازی کی مرقومہ بالا عبارت پڑھکر بخاری اور شبلی صاحب سمجھ لین کہ کسی واقعہ کی اصلیت وحقیقت بدلنے مین اتنے اینچ پینچ اور اُلٹ پھیر سے کام لینا ہوتا ہے مگر تاہم حقیقت نہین چھپتی ہے اور اصلیت ظاہر ہی ہوجاتی ہے۔ کما لایخفی علی المتدبر۔

ابوسفیان کا مکہ مین داخلہ

مناسبت مقام مجبور کرتی ہے کہ مکہ مین لشکر اسلام کے داخلہ سے پہلے شبلی صاحب کے سچے مسلمان ابوسفیان کے داخلہ کی کیفیت لکھی جاوے۔ چنانچہ محدث شیرازی کی زبانی حسب ذیل عرض ہے۔

چون تمام لشکر بر ابوسفیان گذشتند عباس با ابوسفیان گفت زود در مکہ رو و ایشان را بترسان کہ فکرے در کار خویش کنند و مسلمان شوند تا خلاصی بیابند والا ہلاک خواہند شد۔ ابوسفیان تاختہ بمکہ در آمد و لشکر اسلام چون بذی طوی رسید توقف نمود تا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بایشان رسید و در آن روز چنان گرد و غبار برخاستہ بود کہ بسر کوہہا می رسید و قریش از آمدن آنحضرت صلعم خبر نبود چون ابوسفیان را از دور دیدند کہ بتعجیل می آید وی را استقبال کردند و گفتند از عقب تو چیست واین غبار را سبب چیست گفت وائے بر شما محمد با لشکرے غرق آہن و فولاد رسید و اکثر سواران ولادہ بہ نوعیکہ ہیچکس طاقت مقاومت با ایشان ندارد و گفتہ کہ ہر کہ در خانہ من در آید در امان باشد و ہر کہ سلاح بیندازد نیز در امان باشد و ہر کہ در خانہ خویش ببندد ہم در امان باشد و ہر کہ بمسجد الحرام رود در امان باشد گفتند قبحک اللہ این چہ خبر است کہ برائے ما آوردہ و ہند زوجہ وے ہم برائے استقبال او بیرون آمدہ بود۔

جب تمام لشکر اسلام کو ابوسفیان دیکھ چکا تو حضرت عباس نے ابوسفیان سے کہا جلد مکہ مین چلے جاؤ اور لوگون کو تہدید کرو کہ وہ اپنی فکر کرین اور مسلمان ہوجائین کہ انکی نجات ہوئے ورنہ سب کے سب ہلاک ہوجائینگے۔ ابوسفیان دوڑتا ہوا مکہ مین آیا اور لشکر اسلام مقام ذی طوی تک پہونچکر ٹھہر گیا اس لیے کہ آنحضرت صلعم ان سے آکر ملجائین اسدن بہت گرد و غبار تھا کہ تمام پہاڑ کی چوٹیان گرد سے بھر گئی تھین اور اسوقت تک کفار کو آنحضرت صلعم کی آمد کی کچھ خبر نہین تھی جب لوگون نے ابوسفیان کو جلد جلد آتے دیکھا تو اسکے استقبال کو آگے بڑھے اور اوس سے پوچھا تمھارے پیچھے کون ہے اور یہ غبار کیسا ہے ابوسفیان نے کہا کہ محمد صلعم کا لشکر ہے جو تعداد کثیر مین غرق آہن و فولاد چلا آتا ہے انہوں لیسے دلاوران جنگ مین جن سے کسی کو تاب مقابلت و محاربت نہین ہوسکتی۔ محمد صلعم نے مجھسے کہا ہے کہ جو شخص میرے مکان مین آجائیگا وہ امان مین رہیگا اور جو اپنے ہتھیار ڈالدیگا وہ بھی امان مین رہیگا اور جو شخص گھر مین بیٹھکر دروازے بند کرلیگا وہ بھی امان پائیگا اور جو شخص مسجد الحرام مین جائیگا وہ بھی امان پائیگا یہ سنکر سب نے کہا خدا تجھے ذلیل کرے کیسی خبر تو لایا ہے ہندہ ابوسفیان کی زوجہ بھی شوہر کے استقبال کو آئی تھی شوہر کے ان ناشدنا کلام کو سنکر بیتاب ہوگئی شوہر کی داڑھی پکڑلی اور اوسکی بڑی لت کی

شنید کہ شوہرش این نوع کلام می اند تحمل نیاورد و دلچہ شوہر را بگرفت و بر وی نے خوار بہامی کرد و گفت یا آل غالب بکشید این احمق را تا این سخنان نگوید ابوسفیان گفت ہر خواری کہ خواہی بکن سوگند میخورم کہ اگر مسلمان نشوی گردنت بخواہند زد پس در خانۂ خویش در آئی و در را در بند ص۴۲۷

اور پھر چلا کر کہنے لگی اے آل غالب! اس بوڑھے احمق کو مار ڈالو کہ پھر ایسے احمقانہ کلام نکرے! ابوسفیان نے جواب دیا میری جو ذلت چاہو کرو مگر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو مسلمان نہو جائے تو تیری گردن بھی اڑا دی جائیگی ۔ جلد اپنے مکان میں چلی جا اور دروازے بند کرکے بیٹھ رہ ص۴۲۷ ۔

مکۂ معظمہ میں آنحضرت صلعم کا فاتحانہ لیکن بالکل خونریز نہ داخلہ

گو کہ بہ رسالت مہاجر و انصار کی جمعیت کے ساتھ مکۂ معظمہ میں داخل ہوا ۔ داخلہ سے پہلے شہر میں جانے کا یہ انتظام فرمایا گیا کہ چند ممتازین کی ماتحتی میں مختلف قبائل کی جماعتیں سپرد کرکے متفرق راستوں سے شہر میں انکو داخل ہونیکا حکم دیا گیا حفظ ماتقدم کی یہ اعلیٰ تدبیر تھی ! اسلیے کہ اگرچہ قریش میں اب کوئی جان باقی نہیں تھی لیکن دشمن کو کسی حالت میں ہو کمزور ہی دشمن ہے ۔ دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد چنانچہ خالد بن ولید والے ماتحتی دستہ اسلام کے ساتھ جہاں قریش نے ایک حرکت مذبوحی دکھلا ہی دی ۔ جیسا کہ بہت جلد سلسلہ بیان سے معلوم ہوتا ہے ۔

خالد بن ولید کے دستہ فوج کا مقابلہ و مقاتلہ

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ حفظ ماتقدم کے لحاظ سے لشکر اسلامی کے متفرق دستے مختلف راستوں سے شہر میں بھیجے گئے تھے ۔ اور علی العموم انکو جدال و قتال و کشت و خون تا وقتیکہ مدافعانہ طور پر حفاظت جان کی ضرورت نہ واقع ہو سخت تاکید کے ساتھ منع کر دیا گیا تھا لیکن ہم خالد بن ولید والے ماتحتی دستۂ فوج کو دست بقبضہ ہونے کی ضرورت پیش آ ہی گئی شبلی صاحب ان الفاظ مختصرہ میں حقیقت حال بیان فرماتے ہیں ۔

قریش کے ایک گروہ نے مقابلہ کا قصد کیا اور خالد کی فوج پر تیر برسائے چنانچہ دو صاحب کرز بن جابر فہری اور حبیش بن اشعر نے شہادت پائی حضرت خالد نے مجبور ہو کر حملہ کیا ۔ یہ لوگ ۱۳ لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تلوار دن کا چمکنا دیکھا تو خالد سے بازپرس کی لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ ابتدا مخالفین نے کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا قضائے الٰہی یوں ہی تھی ص۴۸

شبلی صاحب تو اشاروں میں باتیں کر گئے اور تفصیل میرے لیے چھوڑ گئے ۔ روضۃ الاحباب میں محدث شیرازی لکھتے ہیں ۔

ہمہ طوائف را آنحضرت گفت باید کہ بہ کس مقابلہ و محاربہ نکنند مگر آنکس خیری نمایند و باشد مقابلہ و محاربہ کنند

آنحضرت صلعم نے ہر دستہ فوج کو حکم تاکیدی فرما دیا تھا کہ کسی سے مقابلہ و محاربہ نکیا جاوے سوا اس شخص کے جو تم سے بدی کرے

عکرمہ بن ابوجہل و سہیل بن عمرو جماعتے از بنی بکر و
بنی حارث بن عبد مناف و گروہے از ہذیل و احابیش
سر راہ خالد گرفتند و در موضعے کہ آن را خندمہ
می گفتند با وے محاربہ آغاز کردند خالد بضرورت
با ایشان مقاتلہ نمود و جنگ عظیم واقع شد چنانچہ
بحزورہ کہ نزدیک بہ مسجد الحرام است رسیدند و بیست
مرد از بنی بکر و چہار مرد از ہذیل بکشتند و از فوج خالد
دو کس بقتل آمدند یکے حبیش بن الاشعری و دیگر
کرز بن جابر بود و پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم از دور شعاع
شمشیر و نیزہ بدید و پرسید کہ این چیست . نہ نہی کردہ
بودم از قتال بعرض رسانیدند کہ گمان می بریم کہ جماعتے
با خالد بجنگ بیرون آمدہ باشند و خالد را ضرورت
شدہ باشد کہ با ایشان مقاتلہ نماید چون آن فتنہ تسکین
یافت حضرت با خالد گفت چون نہی کردہ بودم چرا
جنگ کردی خالد جواب داد کہ ایشان ابتدا نمودند
بقتال و مارا بضرورت دفع بایست کرد۔ فرمود
قضاء اللہ خیرا و طبرانی بطریق ابن عباس آوردہ
میکند کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چون بمکہ
در آمد گفتند یا رسول اللہ این خالد بن ولید
است کہ شمشیر کشید و اہل مکہ را می کشد آن
سرور یکے از اصحاب را فرستاد تا خالد را
گوید ارفع عنہم السیف یعنی شمشیر از
ایشان بردار و کیان را کشتن آمرد نیز و خالد آمد
و گفت پیغمبر صلعم میگوید ضعہم فیہم السیف یعنی شمشیر در ایشان بنہ و بر سر کرد دست یابی بکش پس خالد ہفتاد کس را در آنروز بکشت ۴۲۷

مقابلہ اور مقاتلہ کرے۔ عکرمہ بن ابی جہل سہیل بن عمرو بنی بکر
بنی حارث بن عبد مناف۔ بنی ہذیل اور احابیش مکہ کی جماعتین
لیکر خالد کی راہ روکنے آئے اور مقام خندمہ پر خالد کے ہمراہیون کے
حملہ آور ہوئے اس ضرورت و مجبوری سے خالد نے اُن پر تلوار کھینچی۔ بڑی
لڑائی ہوئی اور ایسی کہ حزورہ۔ باب کعبہ کے قریبی مقام تک لوگ پہونچ گئے
بنی بکر کے بیس آدمی۔ بنی ہذیل کے چار آدمی مارے گئے اور خالد کی فوج سے
دو آدمی کام آئے ایک حبیش بن الاشعری اور ایک کرز بن جابر۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تلوار و نیزہ کی چمک دیکھی تو پوچھا کیا ہے
کیا مین نے جدال و قتال سے منع کر دیا تھا لوگون نے عرض کی ہمارا گمان
یہ ہے کہ کوئی جماعت خالد سے برسر راہ ہوئی ہوگی اسلیے خالد کو ان سے
مقابلہ کی ضرورت ہوئی ہوگی جب یہ فتنہ فرو ہوگیا تو آنحضرت صلعم نے
خالد سے پوچھا کہ جب ہم نے تمھین کشت و خون سے منع کر دیا تھا
تو تم کیون لڑے خالد نے جواب دیا کہ انھین لوگون نے
جنگ کی ابتدا کر دی تو ہمکو بھی مدافعت کی ضرورت سے
لڑنا پڑا۔ یہ سنکر آپنے فرمایا۔ خیر مرضی خدا ایسی ہی تھی۔
طبرانی حضرت عبد اللہ بن عباس کے طریق سے لکھتے ہین
کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مین
داخل ہوئے تو آپ سے لوگون نے عرض کی کہ خالد
تلوار کھینچ کر مکہ والون کو مارے ڈالتے ہین۔ یہ سنکر
آپنے ایک صحابی کو بھیجکر خالد کے پاس کہلا بھیجا کہ
اون پر سے تلوار اٹھا لو۔ انھون نے جا کر کہا کہ
اون کو تلوارون کے نیچے رکھ لو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ
خالد نے اوس دن ستر آدمیون کی جان لے لی۔

تفصیلی حقیقت یہ تھی جو محدث شیرازی کی زبانی لکھکر دکھلا دی گئی اب تحقیق طلب اور انصاف پسند حضرات
جو وہ سمجھ لیں کہ وہ شبلی صاحب کے مرقومہ بالا اختصارات سے کہاں تک حقیقت حال معلوم کرسکتے تھے اور اسی کے
ساتھ یہ بھی سمجھ لیا جائے گا کہ شبلی صاحب کو اس کوتہ رقمی اور قصیر القلمی کی کون سی مجبوری تھی یہی نہ کہ حضرت
خالد کی عجلت فی القتال اور ایک دوسرے صحابی صاحب کی غایت درجہ کی خوش فہمی اور عقلمندی ثابت ہو جائے
اسکے بعد شبلی صاحب داخلہ اور قیام مکہ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔

عقیل بن ابیطالب پر بیجا الزام

لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور قیام کہاں فرمائیں گے
کیا اپنے قدیم مکان میں؟ شریعت میں مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ ابوطالب
آنحضرت صلعم کے چچا نے انتقال کیا تو انکے صاحبزادے عقیل اسوقت کافر تھے اسلیے وہی وارث ہوئے انھوں نے
یہ مکانات ابوسفیان کے ہاتھ بیچ ڈالے اس بنا پر آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ عقیل نے گھر کہاں چھوڑا جہاں
اتر دوں۔ اسلیے مقام خیف میں ٹھیروں گا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں قریش نے ہجرت سے پہلے آنحضرت صلعم اور خاندان
بنی ہاشم کو مکہ سے نکالکر محصور کر دیا تھا۔ ص ۳۲۸ ۔

ابن ہشام طبری اور ابو الفداء وغیرہ نے اس واقعہ کی تصریح نہیں کی ہے۔ ان بخاری صاحب اور ان کے
بعد کے محدثین نے لکھا ہے۔ اس بنا پر اسکی صحت میں تاریخی تک کلام نہیں اور قوی یقین ہو کہ بخاری صاحب نے
حضرت ابیطالب و عقیل کے اظہار کفر کی ضرورت سے اس کا اضافہ فرما دیا ہو اور تقلید اسلاف کی مجبوری سے
شبلی صاحب نے بھی نقل کر دیا ہو۔

بہرحال اگر یہ صحیح بھی مان لیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا استفسار کیا گیا اور آپ نے
تعریضاً عقیل کے تصرف بالبیع کی طرف اشارت بھی فرمائی تو بالکل صحیح ارشاد ہوا جب حضرت ابوطالب کے انتقال کے بعد
طالب و عقیل مشرکین مکہ کے ساتھ تھے اور ان کے عم بزرگوار حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی۔ اسی طرح جعفر
اور علی مرتضیٰ آنحضرت صلعم کے ہمراہ مدینہ میں تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ عقیل و طالب جو وہاں موجود تھے آبائی مکانات
مسکونہ پر قابض و متصرف ہوئے جب طالب جنگ بدر کے بعد مفقود الخبر ہوگئے تو عقیل نے اپنی ضرورت سے
اسکو بیچ ڈالا۔ اس موقع پر مواہب لدنیہ میں امام قسطلانی لکھتے ہیں۔

وکان عقیل ورث ابا طالب هو و طالب ولم یرث جعفر ولا علی شیئا لانهما کانا مسلمین۔

ابوطالب کا ترکہ عقیل و طالب نے لیا۔ اس میں حضرت جعفر اور حضرت علی کو کچھ بھی نہیں ملا کیونکہ یہ دونوں بزرگوار مسلمان ہو چکے تھے۔

زرقانی اسکی شرح میں حافظ ابن حجر کا یہ قول لکھتے ہیں۔

قال الحافظ هذا يدل على تقدم هذا الحكم من اوائل الاسلام لان ابا طالب مات قبل الهجرة فلما هاجر استولى عقيل وطالب على الدار كلها باعتبار ما ورثاه وباعتبار تركه صلى الله عليه وآله وسلم لحقه منها بالهجرة وفقد طالب ببدر فباع عقيل الدار كلها واختلف في تقريره عليه الصلوٰة والسلام عقيلا على ما يخصه فقيل ترك له ذلك تفضلا عليه وقيل استمالة وتاليفا وقيل تصحيحا لتصرفات الجاهلية كما تصحح انكحتهم قال الخطابي انما لم ينزل فيها لانها دور هجروها لله فلم يرجعوا فيما تركوه وتعقب بان سياق الحديث يقتضي ان عقيلا باعها ومفهومه انه لو تركها لنزلها

حافظ ابن حجر کہتے ہیں یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حکم قدیم اوائل اسلام سے جاری ہے کیونکہ حضرت ابیطالب کی وفات ہجرت سے پہلے واقع ہوئی ہے جب آنحضرت صلعم ہجرت کر گئے تو ان مکانات پر عقیل اور طالب قابض ہو گئے دونوں اعتبار سے باعتبار وراثت بھی اور باعتبار اسکے کہ آنحضرت صلعم خود انکو چھوڑ کر چلے گئے جب طالب جنگ بدر میں مفقود الخبر ہو گئے تو عقیل نے ان مکانوں کو بیچ ڈالا آنحضرت صلعم کے اس تقریر میں عقیل کو مخصوص فرمانے کے متعلق بہت مختلف اقوال آئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے فضل خاص سے ایسا ترک کر کے انہیں چھوڑ دیا بعض کہتے ہیں آنکی دلجوئی اور تالیف کی غرض سے ایسا فرمایا گیا اور بعضوں کا قول ہے کہ اس دستور جاہلیت کی تصحیح کرنے کے خیال سے ایسا کیا گیا جیسا کہ جاہلیت کے نکاح بھی سب صحیح و درست قرار دیے گئے۔ سیاق حدیث سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ عقیل ان مکانات کو بیچ چکے تھے اور مفہوم حدیث یہ بتاتا ہے کہ اگر عقیل انکو نہ بیچے ہوتے تو آنحضرت صلعم انہیں مکانات میں ٹھہرتے[1]

اس عبارت کے نقل کرنے سے میرا مقصود صرف اتنا تھا کہ جس غرض و غایت سے شبلی صاحب اور بخاری صاحب نے اس واقعہ کو بخلاف ارباب سیر و تاریخ مشتہر کرنا چاہا تھا وہ یعنی کہ عقیل کا غصب اور تصرف غیر جائز ان سے ثابت ہو ان کے کفر کا اعلان ہو اور اخلاق بنی ہاشم کی توہین ظاہر ہو۔ وہ ایک بھی ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ بخلاف ان کے جو فعل عقیل نے کیا وہ آنحضرت صلعم کے نزدیک صحیح و درست تھا۔ بلکہ ان تمام امور میں عقیل کے ساتھ تفضلات و مراعات خاص عمل میں لائے گئے۔

اس کے بعد شبلی صاحب داخلہ بیت الحرام اور انہدام اصنام کی کیفیت لکھتے ہیں اور بیچ کے تمام واقعات و حالات مرفوع القلم فرما دیتے ہیں۔ اس لیے کہ اونمیں بد قسمتی سے اہلبیت و بنی ہاشم کا ذکر خصوصیت سے ہے ہم اسکو

[1] حافظ ابن حجر کی اس عبارت سے رسول اللہ کے ترکہ کا وجود تو ثابت ہوا عام اس سے کہ آپکی حیات کے کسی زمانہ میں قائم کیا جائے ورنہ حدیث نے تو آپکے وجود ترکہ ہی کو غائب کر دیا تھا انصاف یہ ہے حضرت خود سمجھ لیں کہ آپ ایک زمانہ حیات تک ترکہ چھوڑ سکتے تھے اور دوسرے حصہ میں نہیں کیا یہ تسلیم قریب عقل ہے؟ (المؤلف عفی عنہ)

تاریخ طبری ابن ہشام - روضۃ الاحباب اور شرح زرقانی سے ترجمہ کر کے ذیل مین لکھتے ہین -
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام خیف مین جو شعب ابیطالب کے نام سے مشہور ہے قیام فرمایا مقام حجون مین آپکے لیے خیمہ نصب فرمایا گیا - آپ خیمہ مین تشریف لائے - گرد وغبار سے جسم ولباس مبارک بالکل آلودہ ہو رہا تھا - فوراً غسل کا تہیہ فرمایا خیمہ مین بروایتے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے اور بروایتے حضرت ابوذر غفاری رضی نے چادر کا پردہ کھینچدیا اور آپ اوس پردہ کے اندر جا کر غسل فرمانے لگے -

حضرت ام ہانی کا مکان دار الامان قرار دیا

غسل سے فارغ ہو کر کپڑے بدل رہے تھے کہ اس اثنا مین حضرت ام ہانی بنت ابیطالب خیمہ اقدس مین آئین - جناب سیدہ سے آنحضرت صلعم کو پوچھا معلوم ہوا کہ غسل فرماتے ہین اتنے مین آپ جناب باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا اھلا و مرحبا یا ام ھانی ما جاء بک اہلا و مرحبا اے ام ہانی کہو کیون آئی ہو - ام ہانی نے عرض کی کہ میرے گھر مین میرے شوہر کے دو عزیز آکر چھپے ہین میرے بھائی علی مرتضیٰ نے اونھین دیکھ پایا ہے انکو قتل کرنا چاہتے ہین - آپ میری خاطر انکی جان بخشی فرما دین - آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا قد اجرنا من اجرت یا ام ھانی جا اے ام ہانی جسکو تم نے امان دی اوسکو مین نے بھی امان دی -

ام ہانی کے گھر مین رسول اللہ کی ضیافت

اسکے بعد پھر آپ ام ہانی کے گھر مین تشریف لائے اور ارشاد کیا کچھ کھانیکو لاؤ - ام ہانی نے عرض کی بجز نان و سرکہ کے اور کچھ بھی نہین ہے اور مین حضور کے سامنے اوس کے پیش کرنے سے شرماتی ہون ارشاد ہوا -

ھاتی بین فکسرھن فی ماء وصبّ علیہ ملح -
لاؤ - روٹی کے ٹکڑے کر ڈالو - اور پانی مین اونکو بھگو کر اوپر نمک چھڑک دو -

سبحان اللہ وبحمدہ - روز فتح یہ مکہ کے فاتح اعظم کا ناشتہ ہے - صلوا علیہ وآلہ -

ام ہانی کا بیان ہے -

ھلمیہ فصبہ علی الطعام واکل منہ ثم حمد اللہ تعالی ثم قال نعم الادم الخل یا ام ھانی لا یقفر بیت فیہ خل -
پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھانا کھا لیا اوسکے بعد خدا کا شکر ادا کیا اور مجھے ارشاد فرمایا اے ام ہانی سب سے بہتر وہ دسترخوان ہے جس پر سرکہ موجود ہو - اور اوس گھر مین فقر نہین آتا جس گھر مین سرکہ موجود ہوتا ہے -

زرقانی باسناد طبرانی ص۳۷۵ مصر

بروایت روضۃ الاحباب خانہ ام ہانی مین آٹھ رکعت نماز دو دو رکعت کر کے صوت خفی کے ساتھ پڑھی گئی اسکے بعد آپ وہان سے برآمد ہوئے تو مہاجر و انصار کی مسلح جماعت دروازے پر منتظر کھڑی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بھی سلاح حربی زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔

حرم محترم مین داخلہ

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروایتے شعب ابیطالب سے بروایتے خانہ ام ہانی سے مسلح ہوکر برآمد ہوئے۔ جہان قاریون نے ہاتھون ہاتھ لیا اور پروانہ وار شمع رسالت کے گرد و پیش ہو گئے۔ چونکہ بیرون شہر سے مسجد الحرام تک ایک گونہ مسافت تھی اسلیے آپنے ناقہ پر جلوس فرمایا اور اخلاص مندون کا گروہ آراستہ ہوکر خرامان خرامان ہمراہ چلا۔

کرشمہ قدرت کا پورا نظارہ تھا اور تصرفات مشیت کا کامل مشاہدہ جس مقام مین تین برس تک یہ مقدس ہستی محصور کی گئی تھی جسکے لیے آب و دانہ کا قرق تھا۔ آمد و رفت مسدود۔ خرید و فروخت ممنوع تھی جس سے تعلقات قومی و مالی اور توسلات حسبی و نسبی مقطوع کر دیے گئے تھے۔ گویا اسی حبس بیجا کی ضیق النفسی مین اسکے لیے دم بھر کی زندگی بھی ناممکن ٹھہرا دی گئی تھی۔ آج اسی مقام۔ اسی مکان اور اسی زمین سے وہ پیکر مطہر۔ وہ مقدس ہستی وہ وجود ذیجود انکا تاجدار۔ انکا حکمران اور انکا سردار بنکر کامل فتح و کامرانی کے ساتھ اون پر حکمرانی کرنیکے لئے تشریف فرما ہو رہا ہے تمام عمائد۔ انکا برادر سرداران قریش کی گردنین اطاعت کے لیے خم ہین اور سرہاے نیاز افگندہ ہین۔ سرمستان تمرد و جہالت اور سرگشتگان کفر و ضلالت کی جوق جوق جماعت دروازہ شہر سے لیکر باب بیت اللہ معظم تک ہزار ہا حسرت و عبرت کے ساتھ کوکبہ رسالت کی موجودہ شان و شوکت کو دیکھ رہی ہے اور دیوار کی صورت خاموش کھڑی ہے انکے دورویہ قطار کے درمیان سے مہاجر و انصار اور عقیدتمندان جان نثار کی جماعت تکبیرون کے نعرے لگاتی ہوئی اور خود زبان اقدس رسالت آیہ۔ فتحنا لک فتحا مبینا کی تلاوت فرماتی ہوئی خرامان خرامان گزر رہی ہے شہنشاہ رسالت کے خاص جذبات کی یہ حالت ہے کہ آپ بار بار شکریہ الٰہی مین خم ہو جاتے ہین اور ارشاد فرماتے ہین

پروردگار۔ اصل کامرانی عاقبت کی کامرانی ہے

کس قدر معرفت اور حقیقت مین ڈوبا ہوا کلمہ ہے۔ جو باوجود ان تمام سامان و اسباب ظاہر کے مجاز کے کسی شائبہ اظہار کو پاس نہین آنے دیتا اسی سے قلب منور کے جذبات صحیحہ کا پتا چل جاتا ہے چنانچہ اسی کیفیات خاص کے متعلق امام قسطلانی مواہب لدنیہ مین لکھتے ہین۔

انه صلی الله علیه واله وسلم
وضع راسه تواضعا لله لما رای
مااکرمه الله به من الفتح
حتی ان راسه لیکاد یمس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرق مبارک جھکایا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار تواضع کی غرض سے فرق مبارک جھکا دیا تھا اسلیے کہ فتح مکہ کے موجودہ مشاہدہ سے جو خدا نے مکرمت آپکو عطا فرمائی تھی وہ آپکے پیش نظر تھی تا آپنے اس عطیہ الٰہی کے

سجدہ شکراً وخضوعاً لعظمتہ — زرقانی مصر ص ۳۶۹

شکریہ مین اور عظمت خداوندی کے اظہار مین اسقدر فرق مبارک کو جھکا دیا تھا کہ پالان شتر سے ملحق ہونیکے قریب پہنچ گیا تھا۔ زرقانی مصر ص ۳۶۹

احکام امن۔ انھین جذبات نورانی کا تقاضہ تھا کہ داخلہ شہر سے پہلے تمام لشکر اسلام مین حکم عام دیا گیا تھا

(۱) جو شخص ہتھیار رکھدے۔ اسے قتل نکرو۔

(۲) جو شخص خانہ کعبہ مین پناہ لے قتل نہ کیا جاوے۔

(۳) جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کرکے بیٹھ رہے قتل نکیا جاوے۔

(۴) جو شخص ابوسفیان کے گھر مین چھپ رہے اسکو امان دیجاوے۔

(۵) جو شخص حکیم بن حزام کے گھر مین چھپ رہے اوسکو امان دیجاوے۔

(۶) بھاگنے والون کا تعاقب نکیا جاوے۔

(۷) زخمیون کو نہ قتل کرو۔

(۸) قیدیون کو نہ قتل کرو۔

مخالفین اسلام حضرت موسیٰ کے داخلہ مدین اور بنی اسرائیل کے قتل عام اور اون کے ساتھ بدلہ و انتقام کے احکام توریت مین پڑھین اور زمانہ حال کے عیسائی متعصبین شاہ قسطنطین کا شہر قسطنطنیہ مین داخلہ اور رعایا مفتوحہ کے قتل عام کی سرگزشت اپنی اپنی تاریخ قدیم مین دیکھین پھر ان داخلون کے حالات و واقعات کو پیغمبر عرب اور فاتح مکہ کے حالات و واقعات سے مقابلہ و موازنہ کرکے خود یقین کرین کہ رحمت عالم اور مظہر اخلاق مجسم کی یہ شان ہوتی ہے صلی اللہ علیہ وآلہ۔

افسوس ہے شبلی صاحب نے ان تمام حالات کی تفصیل سے بے درد چشم پوشی اختیار فرمائی ہے جو حقیقتاً حق پوشی اور حق فراموشی ہے۔

حضرت عمر کی نسبت بت شکنی کا غلط دعویٰ

شبلی صاحب اسکے آگے بیان فرماتے ہین۔

خدا کی شان! حرم محترم جو خلیل بت شکن کی یادگار تھا۔ اوسکی آغوش مین ۳۶۰ بت جاگزین تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک کو لکڑی کی نوک سے ٹھوکے دیتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔ عین کعبہ کے اندر بہت سے بت تھے جنکو قریش خدا مانتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ مین داخل ہونے سے پہلے حکم دیا کہ سب نکلوا دیئے جائین حضرت عمر نے اندر جاکر جسقدر تصویرین تھین

وہ بھی مٹا دین ۔ حرم ان آلائشون سے پاک ہو چکا تو آپنے عثمان بن طلحہ سے جو کعبہ کے کلید بردار تھے ۔ کنجی طلب کی اور دروازہ کھلوایا آپ حضرت بلال اور طلحہ کے ساتھ اندر داخل ہوئے اور نماز ادا کی بخاری کی روایت مین ہو کہ کعبہ کے اندر تکبیرین کہین ۔ نماز نہین ادا کی ص ۳۷۹

شبلی صاحب کے یہی مختصرات ہین جو ان واقعات کی تفصیل مین حوالہ قلم فرمائے گئے ہین لیکن آپکی موقع تناسی البتہ قابل داد ہے کہ اس مختصر پسندی اور زود نویسی مین حضرت عمر کی خصوصیت یاد رہی ۔ (کاش دوسرونکی خصوصیتین بھی یونہین یاد رکھی جاتین) ۔ اگرچہ تحقیق سے وہ کیسی ہی ثابت نہ ہوتی ہو ۔

شبلی صاحب اور واقعہ بت شکنی کا استخفاف

بہر حال حضرت عمر کے تصویرین مٹانے کا واقعہ اور اسکی اصلیت کیا ہو اور اسکا موقع کون ہو ۔ اسکو تو ہم پیچھے بیان کرینگے پہلے ہم شبلی صاحب کی اُن قلمکاریون کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہین جو آپنے محض بے وقت بے موقع اور بے محل حضرت عمر کی مداخلت فی الکعبہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہو اور خلاف واقع ہونیکی وجہ سے آپکے اس بے موقع بیان مصنوعی مین جو اشکال واقع ہوئے ہین وہ یہ ہین ۔

(۱) اوّل تو حضرت عمر کے تصویرون کے مٹانے کے واقعہ کو ارباب تاریخ و سیر اور اصحاب حدیث وغیرہ نے بہت کم لکھا ہے اور لکھا بھی ہے تو واقعہ بت شکنی کے بعد ۔ ملاحظہ ہو شرح زرقانی ۔

(۲) آپنے واقعہ بت شکنی کو کلیۃً مرفوع القلم فرما دیا محض اس خوف سے کہ اوس مین خواہ مخواہ حضرت علی کی بت شکنی کا ذکر ضرور کرنا ہوگا ۔ صرف اتنا لکھدیا کہ آنحضرت صلعم ہر ایک بت کو ٹھوکے دیتے جاتے تھے اور پڑھتے جاتے تھے جاء الحق الخ اس ترکیب تلخیص و تلمیح سے تمام واقعہ کو ناقص و ناکامل چھوڑ دیا ۔

(۳) آپنے اس واقعہ کو دخول کعبہ سے پہلے بتلایا جس سے معلوم ہوا کہ آپکے ٹھوکے دینے سے جو بت ٹوٹے تھے ۔ وہ وہی تھے جو خانہ کعبہ کے باہر رکھے ہوئے تھے ۔ یا باہر نصب تھے ۔ کیونکہ ابھی تک دروازہ مقفل تھا ۔ نہ کلید بردار آیا تھا ۔ نہ کنجی لی گئی تھی ۔ نہ دروازہ کھلا تھا عثمان بن طلحہ سے کنجی منگانے اور طلحہ و بلال کے ساتھ کعبہ کے اندر جانیکے حالات تو آپنے پیچھے لکھے ہین ۔

(۴) بتون کے ٹھوکے دینے کے بعد ہی آپنے حضرت عمر کے تصویرین مٹانے کا واقعہ لکھا ہو ۔ تو پہلے بتون کی طرح معلوم ہوتا ہے یہ تصویرین بھی باہر کی دیوارون پر منقوش تھین جن کو حضرت عمر نے مٹایا ۔ اور یہ بھی دخول بیت اللہ سے قبل واقع ہوا ۔

لیکن مشکل یہ پڑتی ہے کہ آپ تصویر مٹانے کے واقعات کو بھی خانہ کعبہ کے اندر بتلاتے ہین جیسا کہ لکھا گیا ہو کہ حضرت عمر نے اندر جاکر تصویرین مٹا دین ،، سوال یہ ہے کہ ابھی تو نہ کنجی آئی ۔ نہ کلید بردار حاضر ہوا ۔ پھر حضرت عمر

بقول آپکے اندر چلے کیسے گئے جب آپکے کلید بردار وابے بابعد کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہی کہ قبل کا واقعہ ہی تو آپکا یہ لکھنا کہ حضرت عمر نے اندر جاکر تصویرین مٹادین کیسے صحیح ہوسکتا ہی۔ بالآخر یہ کہنا پڑیگا کہ آپکے بیان مین تاخیر و تقدیم کا تناقض پیدا ہوگیا ہی اور حضرت عمر کی صرف خصوصیت کے غیر متحمل اشتیاق مین زود نویسی کی وجہ سے آپکو پس و پیش کا بھی خیال نہین رہا حقیقت یہ ہی کہ کعبہ کے اندر جانیکا واقعہ دروازہ کھلنے کے بعد کا ہی لیکن آپنے بلا خیال تقدیم و تاخیر اسکو کلید بردار کے آنے سے پہلے لکھدیا ہے اسلیے مبہم بھی ہوگیا ہی اور غلط بھی۔ اگر ہم اسکی تفصیلی حقیقت یہین لکھدین تو پھر ہمارے سلسلہ کلام مین بھی وہی عیب تناقض پیدا ہوجائے گا۔ اسلیے ہم اسکی حقیقت کو اسکے مقام پر لکھین گے پہلے ہم جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بت شکنی کی تفصیل عرض کرتے ہین مواہب لدنیہ مین امام قسطلانی لکھتے ہین

حضرت علی در بت شکنی کی خدمت

وبقی صنم خزاعة فوق الكعبة وكان من قوارير صفر فقال يا علی ارم به فحمله عليه السلام حتی صعد ورمی به وكسره فجعل اهل مكة يتعجبون۔

خزاعہ کے بت باقی رہگئے تھے جو کعبہ معظمہ کی چھت پر نصب تھے اور سیسہ کی بنی ہوئی شکلین قارورے کی طرح تدور اور خرطومی تھین۔ آپنے حضرت علی سے ارشاد فرمایا کہ انھین توڑ ڈالو یہ کہکر آپنے اونکو اٹھایا یہان تک کہ آپ (حضرت علی) اسطرح اوپر چڑھ گئے۔ اور اونکو نیچے گراکر چور چور کردیا اور اہل مکہ تعجب سے دیکھنے لگے۔

اسکی شرح مین زرقانی لکھتے ہین۔

انتهى كلام ابن نقيب فی سياقه فی هذه القصة الاخيرة اختصار فقد روی ابن ابی شيبة والحاكم عن علی قال انطلق رسول الله صلعم حتی اتی الی الكعبة فقال اجلس فجلست الی جنب الكعبة فصعد علی منكبی ثم قال انهض فنهضت فلما رای ضعفی تحته قال اجلس فجلست ثم قال يا علی اصعد علی منكبی ففعلت فلما نهض بی خيل لی لو شئت قلت افق السماء

زرقانی لکھتے ہین کہ صاحب مواہب لدنیہ نے ابن نقیب کا کلام یہان تک لکھکر تمام کردیا ہی لیکن ابن نقیب نے اس قصہ کے سیاق عبارت مین اختصار اختیار کیا ہی! اور ابن ابی شیبہ و حاکم نے حضرت علی علیہ السلام سے اس واقعہ کی تفصیل یون بیان کی ہی کہ حضرت علی بیان کرتے ہین کہ جناب رسولخدا صلعم کعبہ کے پاس آے اور مین بھی کعبہ سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ مجھسے ارشاد ہوا بیٹھ جاؤ مین کعبہ کے پہلو مین بیٹھ گیا تو آپ میرے کاندھے پر سوار ہوگئے۔ اور مجھسے ارشاد کیا کھڑے ہو جاؤ مین حسب الحکم اٹھ کھڑا ہوا لیکن آپنے میرے ضعف جسمانی کو دیکھ لیا تو پھر فرمایا کہ بیٹھ جاؤ مین ویسے ہی بیٹھ گیا۔ تو مجھ سے ارشاد ہوا اے علی تم میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ۔ مینے اتنا لا اللام ایسے ہی تعمیل کی۔

فصعدت فوق الکعبۃ ونبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لی صنمھم الاکبر وکان من نحاس موتد اباوتاد من حدید الی الارض فقال علیہ السلام عالجہ و یقول لی ایۃ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ولم ازل اعالجہ حتے استمکنت منہ ۔ (ص ۳۸۷ جلد دوم مطبوعہ مصر)

جب مین آپکے دوش مبارک پر چڑھا تو مجھے اسوقت خیال آیا کہ اگر مین چاہون تو آسمان کے کنارون تک پہونچ جاؤن پھر مین بیت اللہ پر چڑھ گیا ۔ اوسپر کانسہ کی مورت رکھی تھی اور وہ تانبے کی اور لوہے کی میخون سے جڑی ہوئی تھی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھسے فرمایا کہ اس بڑی مورت کو اکھاڑ کر پھینکدو اور آیہ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا پڑھتے رہے یہانتک کہ مین نے اوسکو ہلا ہلا کر اسپر پورا قابو پا لیا ۔

زرقانی نے امام حاکم کی بھی یہی عبارت لکھی ہے جسکا آخر فقرہ یہ ہے ۔

فَقَالَ لِیْ اَقْذِفْہُ فَقَذَفْتُہٗ پھر آپنے مجھے حکم دیا کہ اُس کو پھینکدو ۔ پس مین نے اسے نیچے پھینکدیا ۔

امام احمد بن حنبل اپنی مسند و مناقب مین اور امام نسائی خصائص مین بھی اس روایت کو لکھتے ہین اور آخر مین اتنا اضافہ فرماتے ہین ۔

صعدت علی البیت و علیہ تمثال صفر او نحاس فجعلہ ازالہ عن یمینہ وشمالہ ومن بین یدیہ ومن خلفہ حتی اذا استمکنت منہ قال لی رسول اللہ اقذف بہ فقذفت بہ فتکسر کما تتکسر القواریر ثم نزلت فانطلقت انا و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نستبق حتے تواریناا بالبیوت خشیۃ ان یلقانا احد من الناس (رجح الارجح المطالب ہو رصت ۴۶۷)

(سلسلہ روایت مین حضرت علیؑ فرماتے ہین) مین بیت اللہ پر چڑھ گیا اوس پر کانسے یا تانبے کی مورت تھی مین اسے داہنے بائین آگے پیچھے سے ہلانے لگا جب مین نے اُس پر قابو پا لیا تو آنحضرت صلعم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اسے پھینکدو ۔ مینے اُسے اٹھا کر پھینکدیا وہ مورت کانچ کی طرح سے ٹوٹ گئی ۔ پھر مین اتر آیا اور جناب سرور کائنات صلعم کے ساتھ دوڑکر گھرین چھپ رہا تاکہ کوئی آدمی مجھے (کافرون مین سے) دیکھ نہ لے ۔

تفسیر نیشاپوری مین بھی ۔ زیر تفسیر آیہ جاء الحق وزھق الباطل ایسے ہی لیکن مختصر الفاظ مین یہ واقعہ تحریر ہے ۔ حافظ جمال الدین محدث شیرازی اسکی حسب ذیل تفصیل فرماتے ہین ۔

چند بت بزرگ در موضع بلند نہادہ بودند چنانکہ دست آن نبی رسید علی مرتضی کرم اللہ وجہہ بعرض رسانید کہ یارسول اللہ پائے مبارک بر کتف من نہ و این اصنام را فرود آر ۔ آنسرور فرمود ۔ یا علی ترا طاقت ثقل نبوت نیست

چند بت بڑے بڑے ایسے مقام بلند پر رکھے تھے کہ آنحضرت صلعم کے دست مبارک اُن تک نہین پہونچ سکتے تھے یہ دیکھ کر جناب علی مرتضی نے عرض کی یارسول اللہ صلعم آپ میرے کندھے پر پائے مبارک رکھکر چڑھجائین اور ان بتون کو

تو پاے خود برکتف من نہ و این کار بکن حضرت علی امتثالاً للامر پاے برکتف مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہاد و آنہا را فرد گرفت درین حالت حضرت از وے پرسید کہ خود را چگونہ می یابی گفت یارسول اللہ صلعم چنان می بینم کہ حجت مکشوف شدہ و گویا سر من بساق عرش رسیدہ و بہر چہ دست دراز میکنم بدست می آید حضرت فرمود اے علیؑ خوشا وقت تو کہ کار حق میکنی و حبذا حال من کہ بار حق می کشم و روایتے آنکہ فرمود یا علیؑ رسیدی آنچہ می خواستی علی در جواب گفت آرے بخدا ایکہ ترا براستی مبعوث فرمودہ کہ چنان می بینم خود را کہ اگر خواہم دست بآسمان توانم رسانید پس بتان را بزمین انداخت و قطعہ قطعہ ساخت و از نزدیکی میزاب کعبہ خود را بیند اخت از جہت ادب و شفقت بر آنحضرت و چون بزمین رسید تبسمے فرمود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از وے پرسید کہ چہ چیز ترا بخندہ آورد گفت خود را از چنین جائے بلند انداختم و ہیچ الم بمن نرسید آن سرور فرمود چگونہ یا علی الم بتو برسد حالانکہ ترا محمد صلعم برداشتہ بود و جبرئیلؑ ترا فرود آوردہ وگویند یکے از شعراے عرب اشارتے باین قصہ کردہ درین ابیات کہ -

قِيلَ لِي قُلْ لِعَلِيٍّ مِدْحًا ذِكْرُهُ يُخْمِدُ نَارًا مُوصَدَةً

گفتی مرا کہ مدح علیؑ گوی اے رہی کز آن نمیرد آتش آندل کہ بے خداست

قُلْتُ لَا أَقْدِمُ فِي مَدْحِ امْرِءٍ ضَلَّ ذُو اللُّبِّ إِلَى أَنْ عَبَدَهُ

اقدام چون کنم بمدح کسے کز او در گمرہی فتادہ گروہے کہ او خدا ست

توڑ ڈالین آپنے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ تم مین بار نبوت کے اوٹھانیکی طاقت نہین ہے تم البتہ میرے کندھے پر چڑھجاؤ اور انکے کام تمام کردو حضرت علی الامر فوق الادب کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش مبارک پر پاؤن رکھکر چڑھ گئے اور بتون کو توڑنے لگے عین اسی حالت مین آنحضرت صلعم نے پوچھا اے علیؑ بتلاؤ تم اپنے کو باعتبار رفعت کے کتنا اور کیسا پاتے ہو حضرت علی نے عرض کی یارسول اللہ صلعم مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ میری آنکھون کے آگے سے حجاب اٹھا دیے گئے اور گویا میرا سر ساق عرش تک جا لگا اور مین جس چیز کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤن وہ گویا مجھے دستیاب ہوجائے گی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے ارشاد کیا خوشا وقت تمھارا یا علیؑ کہ تم اسوقت حق کا کام کر رہے ہو۔ اور خوشا حال ہمارا کہ ہم اسوقت حق کا بار اوٹھائے ہین اور ایک روایت مین یون آیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ اب تو تم اپنے مقاصد تک پہونچ گئے۔ عرض کی جی ہان۔ اوس خدا کی قسم جسنے حضور کو براستی مبعوث فرمایا ہے مین تو اپنے آپ کو ایسی حالت مین پاتا ہون کہ اگر چاہون تو اپنے ہاتھ آسمان تک پہونچا دون اسکے بعد حضرت علیؑ نے بتون کو زمین پر پھینکدیا اور انکے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور پھر میزاب کعبہ کو پکڑکر سقف کعبہ سے زمین پر کود پڑے اسلیے کہ بار دیگر دوش رسالت پر چڑھکر اترنا خلاف ادب سمجھا جب حضرت علیؑ زمین پر آگئے تو متبسم ہوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کس وجہ سے تم تبسم کرتے ہو حضرت علی نے گزارش کی کہ تبسم کا باعث یہ ہے کہ مین اتنے مقام بلند سے نیچے کودا اور تاہم مجھے کوئی صدمہ یا چوٹ

والنبی المصطفیٰ قال لنا   لیلة المعراج لما صعدا
برکتف مصطفیٰ ید قدرت نہادہ است   شام وصال این سخن از قول مصطفیٰ است
وضع اللہ بظہری یدہ   فاحس القلب ان قد بردا
جائیکہ حق بران ید قدرت نہادہ بود   از روئے احترام بران پا مرتضیٰ است
وعلی واضع اقدامہ   فی محل وضع اللہ یدہ
گفتم حدیث راست ولے میرد از حسد   ہر خارجی کہ بشنود از من حدیث راست

روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنؤ
صفحہ ۴۳۱ مع حاشیہ

نہ پہونچی ارشاد ہوا۔ یا علیؑ۔ کیونکر تمھین کوئی صدمہ پہونچتا محمد صلعم نے تمھین چڑھایا۔ اور جبرئیل نے تمھین اُتارا۔ عرب کے ایک شاعر نے اس واقعہ کی مفصلۂ ذیل ابیات مین اشارت کی ہے۔ تو مجھسے کہتا ہے کہ مین علیؑ کی مدح کرون اسلیے کہ مین ڈرتا ہون کہ آگ سے بچا رہون مین ایسے شخص کی مدح پر کیسے جرأت کرون جسکو ایک گروہ خدا کہکر گمراہ ہو چکا ہے۔ ید قدرت حضرت مصطفیٰ صلعم کے دوش مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ چکا ہے۔ اس قول کی موافقت خود حضرت مصطفیٰ صلعم کے قول سے پائی جاتی ہے۔ (تو اس بنا پر) جس جگہ خدا نے اپنا ہاتھ رکھا تھا اسی جائے محترم پر مرتضیٰ کے پاؤن رکھے گئے ہین تو ان اشعار مین سچی حدیث بیان کی ہے لیکن جو خارجی اس سچی حدیث کو سُنیگا حسد و رشک سے مرجائیگا۔

اس موقع پر زرقانی نے ایک دوسرے عقیدتمند شاعر عرب کے مفصلۂ ذیل اشعار نقل کئے ہین۔

یارب بالقدم التی اوطانہا   من قاب قوسین المحل الاعظما
اون قدمون کیواسطے سے پروردگار جو قاب قوسین   کے ایسے اعظم ترین مقام پر پہونچ چکے ہین
وبحرمة القدم التی جعلت لہا   کتف المؤید بالرسالة مسلما
اور نیز اون قدمون کی برکت کے لیے جن کے لیے   رسالت کا دوش مؤید جھک چکا ہے
ثبت علی متن الصراط تکرما   قدمی وکن لی منقذا و مسلما
میرے قدمون کو صراط کے خط پر ان قدمون کی حرمت سے   ثابت رکھ۔ اور انکو میرا مقصود بنا اور اسلام پر قائم رکھ
واجعلہما ذخری فمن کانا لہ   ذخرا فلیس یخاف قط جہنما
ان دونون بزرگوار دن کے قدمونکی برکت کو میرے لیے   ذخیرہ (آخرت) قرار دے اسلیے کہ جسکے پاس یہ ذخیرہ ہو

اسکو خوف جہنم مطلق نہین ہے۔ شرح زرقانی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۸۷۔

عرب پر موقوف نہین۔ تمام دنیائے اسلام مین اس واقعہ کی نسبت اسلامی ادبا اور نامی شعرا نے بڑی خوش عقیدگی کے ساتھ اوسوقت سے لیکر اسوقت تک بڑی بڑی طبع آزمائیان کی ہین۔ جو تمام چھوٹی بڑی اسلامی کتابون مین آجتک محفوظ اور قائم ہین۔ حکیم ہند مولانا فیضی علیہ الرحمہ کا یہ شعر واقعہ کی حقیقت اور انکی عقیدت کا آئینہ ہے ؎ خوشا نقش پائیکہ بر دوش احمدؐ × ز مُہر نبوّت مقدّم نشیند۔

لکھنؤ کے فصیح اللسان شاعر۔ خواجہ حیدر علی آتش مرحوم فرماتے ہین ؎

علیؑ کے زیر پا ہے نردبان دوش پیمبر کی شکست بت سے آتی ہے صدا اللہ اکبر کی

تعجب ہے کہ اتنے بڑے مشہور و معروف عالم واقعہ کے نقل و بیان سے شبلی صاحب یا ہمہ دان خموش رہجائے۔ مگر نہین۔ ہم کو آپ کی خموشی کی حقیقت معلوم ہے۔ خموشی معنی دارد کہ درگفتن نمی آید۔

بیت اللہ کا فتح الباب

ہم اپنی تنقیدی تفصیل کو تمام کرکے اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہین۔ باہر اوپر ادر ادھر ادھر کے تمام رکھے ہوئے بت ٹوٹ چکے۔ اور خدائے واحد کا گھر بیرونی اور خارجی آلائشون سے پاک و صاف ہوگیا۔ لیکن خانہ کعبہ کے اندر کی غلاظت و کثافت ابھی ویسی ہی تھی۔ بیت اللہ بند تھا اور کلید بردار ابھی تک نمدار و اندر کی صفائی کیسے ہوتی۔

شبلی صاحب کو تو خیریت سے کسی واقعہ کی تفصیل کی نہ ضرورت ہے اور نہ عادت صرف اتنا بلا خیال تقدیم و تاخیر لکھدیا کہ عثمان بن طلحہ کلید بردار تھے کنجی طلب کی دروازہ کھلا یا ختم شد۔ ناظرین لاحظہ فرمالین کہ شبلی صاحب کے اس مختصرہ کے خلاف در کعبہ کھلنے کے متعلق کیا کیا واقعات پیش آئے کنجی آنے اور قفل کھلنے مین کتنے اور کیسے پیچ پر پیچ پڑے۔ ہم شروع سے مفصل عرض کرتے ہین۔ صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین۔

ابتدائے ایام نبوت مین ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسی عثمان سے فرمایا تھا کہ بیت اللہ کھولدو۔ اُسنے انکار کیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ تم دیکھ لینا کہ ایک دن یہ کلید میرے ہاتھ مین ہوگی۔ مین جسے چاہون گا اُسے عطا کرون گا۔ عثمان نے جواب دیا تھا کہ کیا اوس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل و تباہ ہو جائین گے۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا تھا کہ وہ اوسدن اور بھی زیادہ عزت و اقبال سے ہونگے۔ صفحہ ۱۲۱۔ اس واقعہ کو با اختلاف خفیفہ زرقانی نے بھی اپنی شرح کی جلد دوم صفحہ ۳۸۹ مین لکھا ہے۔

اس وقت وہی عثمان قدرت کے مناظر کو اپنی آنکھون سے دیکھ رہے تھے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس پیشین گوئی کو اگر اوس وقت نہین تو اسوقت پوری ہوتے ہوئے یقین کررہے تھے۔ کعبہ کی کلید برداری کا منصب قریش مین بڑا اعزازی اور امتیازی منصب تھا۔ اور خدمات کعبہ کے سلسلہ مین سقایہ رفادہ وغیرہ مناصب مقرر رہے کبھی کم نہین تھا اور قصیّ کے وقت سے اون کے بیٹے عبدالدار کی ورثا خ مین چلا آتا تھا جس مین عثمان بن طلحہ اہل تھے پھر اس منصب کی عظمت کے ساتھ جہالت کی یہ عقیدت بھی شامل ہوگئی تھی کہ نہ قریش کے ہاتھ سے کوئی کعبہ لے سکتا ہے اور نہ قریش عثمان کے خاندان سے کعبہ کی کنجی لے سکتے ہین۔ دعوے پر دلیل یہ تھی کہ جب ابرہۃ الاشرم کی کوششین فتح بیت اللہ کی نسبت بیکار گئین تو پھر اوس سے بڑھکر فوج و قوت والا۔ مال و دولت والا اور جاہ و حشمت والا دوسرا کون ہوسکتا ہے۔

لیکن اُن کوتہ چشمون کو یہ نہ سوجھتا تھا کہ ابرہۃ الاشرم کی مثال مقابلہ بالکل بیکار ہے ابرہہ ایک سلطان جبار تھا۔ اور رسول مختار۔ ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کے خاص وارث و باعث افتخار کعبہ کی فتح آپکے لیے ارث آبائی اور ترکہ پدری پر قبضہ و تصرف تھا۔ اور ہر حیثیت و صورت مین حق بحقدار کا خاص مقتضا۔

کنجی کے دینے مین عثمان کی ماں کی جہالت

یہ جاہلانہ خیالات تھے اور مجنونانہ توہمات۔ جو تمام قریش کے دل و دماغ مین پیچیدہ ہو رہے تھے صلح حدیبیہ کے واقعات نے اُنکے جنون مین کچھ سکون پیدا کر دیا تھا اور تجدید معاہدہ حدیبیہ مین ابوسفیان کے ناکامیاب واپسی نے اونکی پُرجوشیون کو اور بھی دھیما کر دیا تھا! ور اب تو مکہ معظمہ کے پُرشان و شوکت داخلہ کے مشاہدات نے بالکل مایوس بنا دیا تھا۔ اور گھرون مین بٹھلا دیا تھا۔ گویا گردنین اطاعت اسلام مین جھک چکی تھین قلوب رجوع ہو چکے تھے۔ صرف جہالت کی ندامت۔ کفر وضلالت کی خجالت سد راہ تھی خیریت تھی کہ عثمان بن طلحہ ورود مکہ کے وقت ہی مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ان سے کنجی منگا بھیجی۔ محدث شیرازی لکھتے ہین

سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در گوشۂ از مسجد الحرام نشست و بلال را فرمود تا عثمان بن طلحہ حجی را گوید کہ کلید خانہ کعبہ بیارد کلید پیش مادر عثمان بن طلحہ۔ سلافہ بنت سعد بود عثمان نزد مادر خویش رفت تا از وے کلید بستاند و دیر می آمد حضرت انتظار می کشید و عرق از رخسار انور شان روان بود فرمود عثمان چرا دیر می آید سلافہ کلید را نمی داد و می گفت کہ اگر از شما بگیرند دیگر نمیدہند۔ عثمان گفت اے مادر کلید را بدہ تا نزد رسول اللہ صلعم برم و الّا دیگرے خواہد آمد و از تو خواہد گرفت ایشان درین سخن بودند کہ ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بر در سرائے سلافہ آمدند عمر بآواز بلند گفت بیرون آئی کہ رسول خدا انتظار تو می کشد سلافہ گفت اے پسر کلید را ببر و بدستیکہ اگر تو از من بستانی بہتر است ازان نزد من کہ تیم و عدی بگیرند از من

روضۃ الاحباب صفحہ ۳۳

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسجد الحرام کے ایک گوشہ مین بیٹھ گئے اور بلال کو بھیجا عثمان بن طلحہ سے کہلا بھیجا کہ خانہ کعبہ کی کنجی لا دے۔ کنجی عثمان کی ماں سلافہ بنت سعد کے پاس تھی عثمان ماں کے پاس کنجی لانے گئے اس مین دیر لگی دھوپ کی تمازت سے آنحضرت صلعم کا پسینہ رخسار مبارک پر جاری ہوگیا۔ آپنے حاضرین سے کہا عثمان کو کیون دیر ہوئی وہاں ماں کعبہ کی کنجی بیٹے کو نہین دیتی تھی کہتی تھی کہ جب کنجی تم سے لے لین گے تو پھر تمکو نہ دین گے۔ عثمان کہتے تھے تم کنجی مجھے دیدو مین خود آنحضرت رسول اللہ صلعم کے پاس لیجاؤن نہین تو کوئی دوسرا آئے گا اور تمسے کنجی لیجائے گا۔ ان بیٹے مین یہ بات ہو رہی تھی کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ان کے دروازے پر آپہونچے اور عمر نے بآواز بلند پکارا۔ عثمان باہر آؤ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمھارا انتظار کر رہے ہین۔ یہ سنکر سلافہ نے کنجی بیٹے کو دیکر کہا کہ بیٹا یہ کنجی لیجا میرے نزدیک تیرا کنجی مجھسے لے لینا اس سے بہتر ہے کہ تیم اور عدی کے لوگ اسکو مجھسے لے لین۔

حرم محترم کے اندر داخلہ

الغرض اتنے انتظام کے بعد کعبہ کا دروازہ کھلا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بآواز بلند تکبیر فرماتے ہوئے کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ اب ہم یہاں شبلی صاحب کو بتلا دیتے ہیں کہ آپ کے تحریر کردہ حضرت عمر کے تصویروں کے مٹانے کے واقعہ کا یہ موقع خاص ہے۔ آپ نے خوانخواہ اسے جلدی کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر والے بتوں کے توڑنے کے ساتھ مخلوط کر دیا اور لکھدیا کہ حضرت عمر نے اندر جا کر جتنی تصویریں تھیں مٹا دیں۔ واقعات دیکھئے، پڑھیے، غور کیجیے اور سمجھئے کہ ابھی رسول اللہ تو اندر گئے نہیں کنجی آئی نہیں دروازہ کھلا نہیں حضرت عمر کیونکر اندر پہونچ گئے اور تصویریں مٹا دیں۔ کیسے کسقدر مہمل ہے۔ اب قانی کی زبانی اصل حقیقت سن لیجیے۔

فی حدیث جابر عند ابن سعد و ابی داؤد انه صلی الله علیه و آله وسلم امر عمر بن الخطاب وهو بالبطحا ان یاتی الکعبة فامحوا کل صورة فیها فلم یدخلها حتی محیت الصّور وعند الواقدی فی حدیث جابر کان عمر قد ترک صورة ابراهیم فلمّا دخل صلی الله علیه و آله وسلم راها فقال یا عمر الم آمرک ان لا تدع فیها صورة قاتلهم الله جعلوه شیخا یستقسم بالازلام ثم رای صورة مریم فقال امسحوا ما فیها من الصور قاتل الله قوما یصورون ما لا یخلقون وعن اسامة انه صلی الله علیه و آله وسلم دخل الکعبة فامرنی فاتیته بماء فی دلو فجعل یبل الثوب ویضرب به علی الصّور ویقول قاتل الله قوما یصوّرون ما لا یخلقون۔ ص ۳۶۶

ابن سعد اور ابوداؤد نے جابر کی سند سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عمر کو بلا کر حکم دیا اور وہ اسوقت بطحا میں تھے کہ کعبہ کے اندر جا کر تمام تصویروں کو مٹا دو اور جبتک یہ تمام تصویریں نہ مٹ لیں اندر تشریف نہیں لے گئے۔ اور واقدی نے جابر کی اسناد سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابراہیم کی تصویر کو چھوڑ دیا جب جناب رسولخدا صلعم کعبہ کے اندر داخل ہوئے تو آپ نے اُس تصویر کو دیکھا حضرت عمر سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہدیا تھا کہ کسی تصویر کو نہ چھوڑنا۔ خدا اون کو غارت کرے جنھوں نے اس بزرگ کو تقسیم سہام قمار بازی کے ساتھ نسبت دی ہے۔ پھر آپ نے حضرت مریم کی تصویر مشاہدہ کی ارشاد فرمایا کہ جو تصویریں اندر بچ گئی ہیں سب کو مٹا دو۔ خدا اون کو غارت کرے جو اون اشیاء کی تصویریں بناتے ہیں جنکو وہ خود پیدا نہیں کر سکتے اور اسامہ بن زید سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھسے پانی مانگا۔ میں ایک ڈول پانی لے آیا آپ نے کپڑا پانی میں تر کرکے وہ تمام تصویریں مٹا ڈالیں اور ارشاد فرمایا خدا انکو غارت کرے جو اون اشیاء کی تصویریں بناتے ہیں جنھیں وہ پیدا کرنیکی قدرت نہیں رکھتے۔

بجنسہ یہی واقعات روضۃ الاحباب صفحہ ۴۳۲ میں بھی درج ہیں۔

اِس عبارت سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے داخلہ مسجد الحرام کے وقت حضرت عمر کی ہمراہی بھی ثابت نہین ہوتی ہی۔ بلکہ وہ تو بطحا مین تھے۔ کعبہ کے اندر داخل ہونیکے وقت بلائے جاتے ہین۔ گویا کلید بردار کعبہ کی طلبی کے وقت یہ بھی آجاتے ہین اور روضۃ الاحباب کی روایت کے مطابق کنجی لانیکے لیے پہلے بلال بھیجے گئے اُنکے آنے اور جواب لانے مین دیر ہوئی تو پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھیجے گیے۔ تو گویا بلال کے جانے کے بعد حضرت عمر آنحضرتؐ صلعم کی طلبی پر۔ بقول زرقانی بطحا سے حاضر ہو گیے۔ اور پھر حضرت ابوبکر کے ہمراہ عثمان بن طلحہ کے پاس کنجی لانے گئے

اب شبلی صاحب کی مرقومہ بالا عبارت کو ان عبارتون سے مقابل کیا جاوے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ آپ اپنے مطلب کی دُھن مین قبل از وقت کہان کا واقعہ کہان لکھ جاتے ہین اور پس و پیش کا کچھ بھی خیال نہین فرماتے اور مجبوراً افسوس کے ساتھ پھر لکھنا ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کی بت شکنی کے ایسے متواتر مشہور اور معروف واقعات کو تو آپ اس دلیری سے چھپاتے ہین اور حضرت عمر کی ایسی خفیف خدمت کو جو ناکامل۔ ناقص اور ادھوری رہگئی۔ جسے دیکھکر رسول اللہ صلعم نے حضرت عمر سے بازپرس فرمائی۔ خواہ مخواہ موقع بے موقع داخل کیے جاتے ہین اور سمجھتے ہین کہ اس سے حضرت عمر کی مدح سرائی ہوگی۔ باریک بین اور نکتہ شناس حضرات تو آپکی اس مدح سرائی کو ہجو ملیح اور عیب نمائی سے تعبیر کرینگے اس لیے کہ حضرت عمر نے اپنی قدیم عادت کے مطابق حکم رسولؐ مین قیاس کو داخل کیا اور حضرت ابراہیم و مریم علیہما السلام کی تصویرون کو قابل عزت و احترام سمجھکر چھوڑ دیا۔ آپ کا یہی قیاس آخر مین آنحضرت صلعم کی ناگواری طبع کا باعث ہوا۔ آپسے کیفیت طلب ہوئی۔ پھر عملاً پانی منگا کر آپ کا وہ قیاسی اعزاز و احترام دھوڈالا گیا۔

افسوس ہم پھر اپنے سلسلہ بیان مین حضرت عمر کی قیاسی قوال آرا کے تمام ضعف و اضمحلال کو دکھلاتے آئے ہین۔ اور یہان بھی اوسکا صاف صاف انکشاف کیا گیا ہے۔ لیکن اتنے کثیر التعداد امثالات و شاہدات کے بعد بھی حضرت عمر کی اصابت راے کا اعتقاد پڑھے لکھے مسلمانون مین آجتک باقی ہے فاعتبروا۔

حرم محترم مین خطبہ نبویؐ

اس تنقیدی تفصیل کو تمام کر کے ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہین۔ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب کعبے کے اندرونی آلائشون کی بھی کامل شست و شو فرما چکے تو آپنے بروایت محدث شیرازی۔ اژدحام و ہجوم عام ہو جانے کے خیال سے دروازے کعبے کے بند کروادیے اور بقول امام بخاری صرف تکبیرین کہین۔ نماز نہین پڑھی۔ اور دیگر علماے محدثین کے مطابق نماز بھی پڑھی اور تکبیرین بھی کہین۔ اسکے بعد دروازے کھلوادیے اور باہر تشریف لائے۔

تمام صحن مسجد الحرام آدمیون کے ہجوم عام سے بھرا تھا اور وہ کثرت تھی کہ زمین پر تل دھرنے کی جگہ باقی نہین تھی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے اوسوقت مجمع عام مین یہ مختصر لیکن نہایت ہی مناسب وقت

اور پر اثر خطبہ ارشاد فرمایا۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ۔ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ الا کل ماثر او دم او مال یدعی فھو تحت قدمی ھاتین الا سدانۃ البیت وسقایۃ الحاج یامعشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ و تعظمھا بالاباء الناس من ادم وادم من تراب

ایک خدا کے سوا دوسرا خدا نہیں ہو، اسکا کوئی شریک نہیں ہے اُس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھلایا اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا چھوڑ دیا۔ ہاں تمام مفاخر، تمام انتقامات خونہائے قدیم، تمام خون بہا سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ اے قوم قریش! اب تمھارا جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹادیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

پھر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔

لوگو! میں نے تمکو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمھارے خاندان اور قبیلے بنائے کہ ایک دوسرے سے پہچان لیا جائے لیکن خدا کے نزدیک شریف تر وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو خدا بڑا دانا اور واقف کار ہے۔

وَاِنَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ حرم بیع الخمر۔

خدا اور اس کے رسولؐ نے شراب کی خرید وفروخت حرام کردی۔

سیرۃ النبی جلد اوّل ص۵۳۷

اس کے آگے شبلی صاحب نے نہایت وضاحت سے اس خطبہ کی مفصلہ ذیل تشریح فرمائی ہے
تمام عقاید اور اعمال کا اصل الاصول اور دعوت اسلام کا اصل پیغام توحید ہے اسلیے سب سے پہلے اسی کی ابتدا فرمائی عرب میں دستور تھا کوئی شخص کسی کو قتل کردیتا تھا تو اُسکے خون کا انتقام لینا خاندانی فرض قرار پاجاتا تھا یعنی اگر اسوقت قاتل ہاتھ نہ آتا تھا تو خاندانی دفتر میں مقتول کا نام لکھ لیا جاتا تھا اور سیکڑوں برس گزرنے کے بعد بھی انتقام کا فرض ادا کیا جاتا تھا۔ قاتل اگر مر چکا ہے تو اُسکے خاندان یا قبیلے کے آدمی کو قتل کرتے تھے اسطرح خونبہا کا مطالبہ بھی اباً عن جد چلا آتا تھا۔ یہ خون کا انتقام عرب میں سب سے بڑے فخر کی بات تھی۔ اسی طرح اور بہت سی لغو باتیں تھیں جو مفاخر قومی میں داخل ہوگئی تھیں۔ اسلام ان سب کے مٹانے کے لئے آیا تھا اور آپ نے اس بنا پر انتقام اور خون بہا اور نیز اور تمام غلط مفاخرت کی نسبت فرمایا کہ میں نے اون کو

پاؤن سے کچل دیا[1]۔ اسلام کا سب سے بڑا احسان جو اوس نے تمام دنیا پر کیا مساوات کا قائم کرنا تھا یعنی عرب و عجم شریف و رذیل۔ شاہ و گدا سب برابر ہین ہر شخص ترقی کرکے ہر انتہائی درجہ تک پہونچ سکتا ہے اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کی آیت پڑھی اور توضیح فرمائی کہ تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے[2]

ظالمین و مشرکین قریش کی عام معافی

خطبہ کے بعد آپنے مجمع کی طرف دیکھا تو جباران قریش سامنے تھے۔ ان مین وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کے مٹانے مین سب سے پیش رو تھے وہ بھی تھے جنکی زبانین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گالیون کے بادل برسایا کرتی تھین۔ وہ بھی تھے جن کے تیغ و سنان نے پیکر قدسی کے ساتھ گستاخیان کی تھین وہ بھی تھے جنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ مین کانٹے بچھائے تھے وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آنحضرت صلعم کی ایڑیون کو لہو لہان کر دیا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جنکی تشنہ لبی خون نبوت کے سوا کسی چیز سے بجھ نہین سکتی تھین وہ بھی تھے جن کے حملون کا سیلاب مدینہ کی دیوارون سے آ آکر ٹکراتا تھا وہ بھی تھے جو مسلمانون کو جلتی ہوئی آگ پر لٹا کر انکے سینون پر آتشین مہرین لگاتے تھے رحمت عالم نے انکی طرف دیکھا اور خوف انگیز لہجہ مین پوچھا تمکو کچھ معلوم ہے مین تمسے آج کیا معاملہ کرنیوالا ہون۔ یہ لوگ اگرچہ ستم گر تھے۔ ظالم تھے۔ بیرحم تھے لیکن مزاج شناس تھے۔ پکار اٹھے۔

اخ کریم وابن اخ کریم۔ تو شریف بھائی ہے اور شریف برادر زادہ ہے۔ ارشاد ہوا۔ لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء۔ تم پر آج کے دن کوئی الزام نہین۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

---

[1] ہمکو یہ بھی بتلا دینا ضروری ہے کہ مفاخرت نسبی بالنفسھا بالعموم مذموم نہین بلکہ اس کا غلط استعمال معیوب ہے اور سخت معیوب کیونکہ مفاخرت نسبی کے وصف کو جناب باری عز اسمہ نے آیہ ان اللہ اصطفی آدم ونوحا وآل ابراھیم وآل عمران علی العلمین اور دوسری آیتون مین ارشاد فرمایا ہے اور نیز جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ ان اللہ اصطفی من ولد ابراھیم اسمعیل واصطفی من ولد اسمعیل بنی کنانۃ واصطفی من بنی کنانۃ قریشا واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم (صحیح ترمذی) اللہ تعالے نے اولاد ابراہیم مین اسمٰعیل کو اور اولاد اسمٰعیل مین بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ مین قریش کو اور قریش مین بنی ہاشم کو۔ اور بنی ہاشم مین مجھکو برگزیدہ فرمایا ارشاد فرماکر اسکے محاسن توصیفی کو بتلا دیا ہے مجہول النسب طبقات اگر اپنی مالی یا دنیاوی اقتدار یا دیگر ذرایع و وسائل کے اعتبار سے خاندان اعلی اور دودمان والا کے یادگارون سے۔ گو وہ کیسے ہی نادار اور مفلوک الحال ہون شرافت نسبی مین مساوات و یکجہتی کا دعوے کرین تو انکی کم ظرفی ہے بنا بر سا انتا سیالی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ مبارک مین اسی مفاخرت بیجا کو منع فرمایا ہے۔ جو حقیقتاً قریش آنحضرت صلعم کے مقابلہ مین اپنی ہم نسبی و یکجہتی کے غلط گمان پر شیخیان بگھارتے تھے اور برابری کا قول بکا کرتے تھے۔ شبلی صاحب عام تعمیم مین اس مسئلہ کو شامل کرلین انکو اختیار ہے مگر خدا اور رسول کی بتلائی ہوئی تخصیص پر بھی نظر رہے سے نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند۔

[2] اس عام مساوات مین بھی وہی نصوص جو اوپر لکھے گئے ہین۔ ناطق ہون گے۔ کیونکہ آیہ مندرجہ بالا صاف بتلا رہا ہے کہ آدم کی اولاد سے تمام دنیا تو ضرور ہے۔ مگر ان مین بھی اختصاص اصطفا کے مدارج خاص قائم ہین سے

ز قسمت تن الواح ہر ناصیہ سعید و شقی ساخت در روزگار (المولف لا حقر سید و لادت حیدر عفی عنہ)

خدا کی تسبیح و تقدیس ادا فرما کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خانہ کعبہ سے باہر آئے مسجد الحرام کا تمام صحن آدمیون کی کثرت سے بھرا تھا۔ اصحاب جان نثار بھیڑ کو ہٹاتے اور آنحضرت صلعم کے لیے آگے آگے راہ کشادہ کرتے جاتے تھے۔ یہان تک کہ آپ چاہ زمزم کے پاس پہونچے جناب عباس بن عبدالمطلب نے اپنے آبائی منصب سقایہ کے اعتبار سے ایک ڈول آب زمزم سے بھر کر پیش کیا۔ آپنے نوش فرمایا۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر آب زمزم سے غسل فرمایا

کعبہ کی سقف پر اذان

بلال کو حکم ہوا سقف کعبہ معظمہ پر جا کر اذان دین۔ بلال نے بڑی مسرت و مفاخرت سے حکم کی تعمیل کی۔ اکیس۲۱ برسون کی طویل مدت کے بعد بلال کی تمنا پوری ہوئی خدا کی شان ایکدن وہ بھی تھا کہ یہی بلال اسی شہر اور اسی مقام مین خدا کا نام آہستہ بھی نہین لے سکتے تھے اور آج خدا کی جبروت و قدرت سے اُسی ناشنوا قوم کے سامنے اور انھین کے انبوہ کثیر کی دونون آنکھون کے آگے وہی بلال اور حضرت عباس کے وہی غلام بلال علانیہ خدا کا نام لیکر آواز بلند سے اسلام کے طریقہ پر اذان دے رہے ہین اور کوئی چون بھی نہین کرتا جل جلالہ و جل شانہ شبلی صاحب لکھتے ہین -

نماز (ظہر) کا وقت آیا تو حضرت بلال نے بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دی وہی سرکش جو ابھی رام ہو چکے تھے اونکی آتش غیرت پھر مشتعل تھی۔ عتاب بن اسید نے کہا خدا نے میرے باپ کی عزت رکھ لی کہ اس آواز سننے سے پہلے اوسکو دنیا سے اوٹھا لیا۔ ایک اور سردار قریش نے کہا اب جینا بیکار ہے۔ سیرۃ النبی صفحہ ۳۸۱

مکہ مین اسلام کی بیعت عام

بعد نصف النہار کوہ صفا پر تشریف لائے اور لوگون کو شرف بیعت سے مشرف فرمانے لگے شبلی صاحب اسکی کیفیت یون تحریر فرماتے ہین -

مقام صفا مین آپ ایک بلند مقام پر بیٹھے۔ جو لوگ اسلام قبول کرنے آتے تھے وہ آپکے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے

عورتون کی بیعت ہند سے مکالمت

مردون کی باری ہو چکی تو مستورات آئین۔ عورتون سے بیعت لینے کا یہ طریقہ تھا کہ پہلے انسے ارکان اسلام اور محاسن اخلاق کا اقرار لیا جاتا تھا پھر پانی کے ایک لبریز پیالہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہاتھ ڈال کر نکال لیتے تھے آپکے بعد عورتین اسی پیالہ مین ہاتھ ڈالتی تھین۔ اور بیعت کا معاہدہ پختہ ہو جاتا تھا۔ ان مستورات مین ہند بھی آئی۔ یہ وہی ہند ہے جو رئیس العرب عتبہ کی بیٹی اور امیر معاویہ کی ماں تھی حضرت حمزہؓ کو اسی نے قتل کرایا تھا۔ اور انکا سینہ چاک کر کے کلیجہ چبا گئی تھی۔ وہ نقاب پہنکر آئی۔ شریف عورتین نقاب پہنتی تھین لیکن اسوقت غرض یہ تھی کہ کوئی اسکو پہچانتے نپائے بیعت کے وقت اُس نے نہایت دلیری بلکہ گستاخی سے باتین کین جو حسب ذیل ہین -

رسول اللہ صلعم - اقرار کرو -

ہند - یا رسول اللہ آپ ہم سے کن باتون کا اقرار لیتے ہین -

رسول اللہ صلعم - خدا کے ساتھ کسی کو شریک نکرنا -

ہند - یہ اقرار آپنے مردون سے تو نہین لیا - بہر حال ہمکو منظور ہے -

رسول اللہ صلعم - چوری نکرو -

ہند - مین اپنے شوہر (ابوسفیان) کے مال مین سے دو چار آنے کبھی لے لیا کرتی ہون معلوم نہین یہ جائز ہے یا نہین -

رسول اللہ صلعم - اولاد کو قتل نکرنا -

ہند (ربّیناھم صغارا وقتلتھم کبارا فانت وھم اعلم) ہم نے تو اپنے بچون کو پالا تھا - بڑے ہوے تو (جنگ بدر وا حد مین) آپنے انکو مار ڈالا - اب آپ اور وہ باہم سمجھ لین - سیرۃ النبی صفحہ ۳۴۲

شبلی صاحب نے گویا کسی واقعہ کو تمام و کمال نلکھنے کی قسم کھالی ہی - اس معمولی واقعہ مین جو غالبًا تاریخ طبری سے لکھا گیا ہی - آپنے آنحضرت صلعم سے ہند کی گفتگو کو تو لکھدیا - لیکن حضرت عمر اور ہند کی مکالمت کو - جو اسی سلسلہ بیان کا آخری حصہ ہے متروک القلم فرما دیا - یہ کیون ؟ خدا جانے - بہر حال طبری اس سلسلہ مکالمت کو ان الفاظ و عبارت پر تمام کرتے ہین -

فضحك عمر بن الخطاب من قولها حتى استغرب قال ولا نأتين ببهتان يفترينه باين ايديكن وارجلكن قالت والله ان اتيان البهتان لقبيح ولبعض التجاوز امثل قال ولا تعصينني فى معروف قالت ماجلسنا هذا المجلس ونحن نريد ان نعصيك فى معروف فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بايعهن واستغفر لهن فبايعهن عمر بن الخطاب وكان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لا يصافح النساء ولا يمس امراة ولا يمسه

(ہند کے یہ شوخی کے کلام سنکر) حضرت عمر بن الخطاب ہنس پڑے اور آپکو یہ باتین غریب معلوم ہوئین حضرت عمر - کیا اب بھی تمھارے وہ مفتریات جو تو نے براۃ العین ظاہر کئے تھے - نہین معلوم ہوئے - ہند - ہان بہتان وافترا تو واقعی بُری چیزین ہین لیکن بعض مثالون مین اون سے تجاوز مناسب ہے حضرت عمر - کیا تو نے امر معروف مین ارتکاب گناہ نہین کیا - ہند (غصہ سے جلکر) ہم ایسی مجلس مین نہین بیٹھتے جس مین ہم پر امر معروف کے لیے ارتکاب عصیان کا الزام لگایا جاوے یہ سنکر آنحضرت صلعم نے حضرت عمر سے ارشاد فرمایا - تم عورتون سے بیعت لو چنانچہ حضرت عمر نے اون سے بیعت لی اور استدعا ن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کسی عورت سے مصافحہ کیا اور نہ

امراۃ احلها اللہ لہ او ذات محرم منہ - (طبری ۱۶۴۲) . اونکا بدن چھوا اور نہ کسی عورت نے آپکا بدن چھوا سوا اون عورتون کے جنکو خدا نے آپ کیلیے حلال کیا تھا یا انکے جنکے آپ محرم تھے[۱]

ناقابل معافی مجرمین کی معافی

بیعت کی مشغولیت مین شام ہوگئی۔ تمام مجمع کو مشرف بہ بیعت فرمانیکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مقام پر واپس آئے۔ فتح مکہ کے واقعات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم لطف عمیم اور عفو جرائم کے تفصیلی دفتر ہین۔ جو حضرات مضامین تاریخی کو بالاستیعاب پڑھنے کے ساتھ اون کے یاد رکھنے کا بھی کامل ملکہ رکھتے ہین وہ فتح مکہ کے حالات مین ابتدا ہی سے آنحضرت صلعم کے ان اخلاق و اشفاق کی رعایات و مراعات کو مختلف مقامات پر ملاحظہ فرما کر ذہن نشین کر چکے ہونگے انھین خوب یاد ہوگا کہ ابوسفیان کے ایسا دشمن جان و ایمان اونکی زوجہ محترمہ ہندہ جگر خوارہ کی ایسی سنگدل و شفیق القلب عبد رب عبداللہ اور ابوسفیان بن عبداللہ بن حارث کے ایسے گھر کے دشمن پہلو کے نشتر جب سامنے آئے۔ تو گویا رحمت عالم کے نزدیک یہ مجرم ہی نہین تھے یہی نہین کہ صرف معاف ہی کر دیئے گئے معافی کے بعد شرف امتیازی کے عطایا سے بھی ممتاز فرمائے گئے۔ یہ تو ابتدا کی رعایتین تھین فتح مکہ اور تسلط و اطمینان ہو جانے کے بعد علی العموم فاذھبوا وانتم الطلقاء جاؤ۔ تم سب آزاد ہوگئے حکم عام دے کر سب کو معفو فرما دیا۔ شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین

عرب مین دس شخص تھے جو قریش کے سرتاج تھے۔ ان مین صفوان بنی امیہ جدہ بھاگ گیا عمیر بن وہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کی کہ رئیس مکہ جلاوطن ہوا جاتا ہے۔ آپنے علامت امان کے طور پر اپنا عمامہ عنایت کیا۔ عمیر جدہ سے انکو واپس لائے حنین کے معرکہ تک یہ اسلام نہین لائے عبداللہ بن زبعری عرب کا مشہور شاعر تھا آنحضرت صلعم کی ہجوین کہا کرتا تھا اور قران مجید پر نکتہ چینیان کیا کرتا تھا۔ نجران بھاگ گیا لیکن پھر اسلام لایا ابوجہل کا بیٹا عکرمہ یمن چلا گیا لیکن اسکی حرم (ام حکیم) نے آنحضرت صلعم سے اس کے لیے امان لی اور یمن سے جا کر لے آئی یہ واقعہ ابوجہل سے کہنے کے قابل نہین ہے کہ اوس کا جگر بند کفر کی گود سے نکل کر اسلام کی آغوش مین آگیا اور اب ہم اسے عکرمہ کے بجاے حضرت عکرمہ[۲] کہتے ہین۔

[۱] شبلی صاحب نے طبری کے آخری ٹکڑے کو اس لیے نہین لکھا تھا کہ اس سے حضرت عمر کی خشونت طبع معلوم ہوتی ہے لیکن اسکے ساتھ آپکو یہ خیال بھی ہونا چاہیے تھا کہ اس روایت سے بجاے رسول اللہ عورتون ہی سے سہی حضرت عمر کا بیعت لینا بھی تو ثابت ہوتا ہے جس سے آپ نیابت و خلافت رسول کے معنی نکال سکتے ہین۔ پھر اس مفاد کو کیون نظر انداز فرمایا گیا [۲] یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ عکرمہ کے عمل نہین تھے جس نے اسے اس قابل کیا۔ یہ جناب رسول خدا صلعم کی خاص عنایت تھی کہ عکرمہ کو جو عداوت و خصومت مین باپ کا بیٹا اور ابوسفیان کا ہم پلہ تھا۔ بلا عذر و تامل معافی کا حکم دیدیا جب ابوسفیان سے کوئی باز پرس نہین کی گئی تو عکرمہ سے کیا کی جاتی عکرمہ کو پہلے آنحضرت صلعم کا اور اسکے بعد اپنی بی بی کا منت گذار ہونا چاہیے۔ جنکے ذریعہ سے وہ اسلام کی دولت پر دانز ہوا مشرف با سلام ہو جانے سے ہم عکرمہ کی نسبت اتنا ضرور کہہ سکتے ہین کہ وہ کافر سے مسلمان ہوگیا اور مسلمان کہا جائیگا۔ شبلی صاحب ابوجہل کے بیٹے کے بڑھانے کیلیے یا اپنی عقیدت عکرمہ کے ساتھ دکھانے کیلیے چاہے ویسی حضرت لکھین یا رضی اللہ عنہ کے خطاب سے مخاطب فرمائین اسکے ذمہ دار وہ ہین۔ ہم تو انکے حضرت کے لکھنے کیلیے لفظ مین کوئی وزن اہمیت سمجھتے ہین ورنہ عکرمہ کے اسلام مین کوئی امتیازی قدر و منزلت یہ تو خیر دو سالہ صحابی بھی ہین اور انکو آپ حضرت کہتے ہین۔ ابھی حضرت شبلی صاحب آپکے ولی النعم سر سید احمد خان کو مسٹر ہربوٹ کو رضی اللہ عنہ کے

چار خونی مجرمین کی سزا۔ اتنی معافیوں کے بعد صرف چار مرد دو عورتوں کے لیے قتل کا حکم دیا گیا۔

صاحب رحمۃ العالمین ابو داؤد کے اسناد سے لکھتے ہین۔

چار مرد دو عورتین اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القصاص تھے تھین، اعلان کر دیا گیا تھا کہ انکو قتل کر دیا جائے ص ۱۲۴ وہ کون کون تھے۔ شبلی صاحب سیرۃ النبی جلد اوّل صفحہ ۳۸۳ کی عبارت حاشیہ مین لکھتے ہین

صرف تین شخص قتل ہوئے۔ دو مرد۔ ایک عورت۔ عبداللہ بن خطل مقیس بن صبابہ اور قریبہ ابن خطل کی لونڈی۔ ابن خطل اور ابن صبابہ دونون خونی مجرم تھے۔ ابن خطل جو اسلام لا چکا تھا اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کرکے مرتد ہو گیا تھا مقیس بن صبابہ کا واقعہ یہ ہے کہ اسکا ایک بھائی ایک انصاری کے ہاتھ سے غلطی سے مارا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکی دیت ادا کر دی تھی تاہم مقیس منافقانہ اسلام لایا اور غدر سے اس انصاری کو قتل کر دیا۔ قریبہ جو ابن خطل کی لونڈی تھی اور مکہ کی مغنیہ تھی۔ جو آنحضرت صلعم کی ہجو مین گیت گایا کرتی تھی۔

صاحب رحمۃ العالمین۔ انکے علاوہ دو مجرمین کے نام اور بھی بتلاتے ہین عبداللہ ابن ابی سرح اور ہبار ابن الاسود عبداللہ بن ابی سرح کا قصور یہ تھا کہ وہ کہا کرتا تھا کہ وحی تو میرے پاس آتی ہے اور محمدؐ تو مجھسے سنکر لکھواتے ہین۔ ہبار ابن الاسود نے حضرت زینب بنت رسول اللہ صلعم کو جبکہ وہ مکہ سے مدینہ کو ہودج مین بیٹھی جا رہی تھین نیزہ مارا اور کجاوہ گرا دیا تھا اور اس صدمہ سے انکا حمل ساقط ہو گیا تھا۔

بارگاہ رسالت سے سفرین ایسے سنگین جرم کے مجرمین کی پیشی کے وقت کیا ہوا وہی عفو وہی درگذر اور وہی رہائی جو خاص کر رحمت عام کی شان اور اُس خلق مجسم کے شایان تھی۔ ہبار بن الاسود کے ایسا خونی سامنے لایا گیا اور سزا کے بجاے دولت اسلام سے مالا مال فرما کر رہا کر دیا گیا۔

عبداللہ ابن ابی سرح کی رہائی مین کسی قدر تامل فرمایا گیا اسلیے کہ اسکا جرم صرف تنظیم رسالت ہی کے لیے مضر نہین تھا بلکہ نقل و تحریر نصوص آیتیہ مین بھی تغیر و تبدل کیا کرتا تھا اور کاتب وحی کی جگہ اپنے کو مخاطب وحی

بقیہ مضمون ص ۱۸۶ خطاب قرآنیہ سے مخاطب فرما چکے ہین حضرت کی کیا بساط ہے۔ یہ خطاب رضی اللہ تو وہ مخصوص خطاب ہے جو خلفاء راشدین و سابقین کے علاوہ اوروں کے لیے مستعمل نہین ہوتا یہان ہمارے سید صاحب نے ایک عیسائی نیم مسلمان کو جو تقیہ کے اندر مسلمان ہوا تھا صحابہ کبار کے مساوی و برابر قرار دیدیا (دیکھو دیباچہ خطبات احمدیہ) آپ سے سمجھ جائین کہ ان الفاظ حضرت مولانا سید رضی اللہ عنہ قدس سرہ وغیرہا کی آپ حضرات کے فیض تعمیم نے کیا مقدار وقعت باقی رکھی ہے۔ جو عالمگیر ثانی نے زمانہ ولیعہدی مین ایک سائل خطاب شاہی کے عبارت حکم مین اندازہ کرکے لکھتے ہین " چون درایتو لاخانی در ہر خانہ درائی در ہر بازار مانحضن بخاطر شمار امیر الامرانے سفارش کی تھی) این ہم لیے باشد المؤلف عفی عنہ

مشہور کرتا تھا۔ اس بنا پر وہ تنہا رسول خدا ہی کا مجرم نہین تھا بلکہ خدا کا بھی ملزم تھا۔
چنانچہ ابو الفدا اس کی معافی کی تفصیل مین لکھتے ہین۔

وکان عبد الله بن ابی سرح اخا عثمان بن عفان من الرضاعة فاتی عثمان به النبی فسأل فیه فصمت النبی صلعم طویلا ثم امنه فاسلم فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لاصحابه انما صمت لیقوم احدکم فیقتله فقالوا هلا اومات الینا فقال ان الانبیاء لا تکون لهم خائنة الاعین وکان عبد الله المذکور کتب الوحی وکان یبدل القرآن ثم ارتد —

عبداللہ بن ابی سرح حضرت عثمان بن عفان کا رضاعی بھائی تھا حضرت عثمان نے آنحضرت صلعم سے اُسکی جان بخشی کی درخواست کی آپ بڑی دیر تک خاموش رہے۔ بالآخر اُسکو امان دیدی اور اس نے اسلام لانے کا اظہار کیا پیغمبر صاحب نے اصحاب سے فرمایا کہ مین دیر تک اسلیے خاموش رہا کہ تم مین سے کوئی شخص اُٹھے اور اسے قتل کردے۔ اصحاب بولے کہ آپنے ایما کیون نہ فرمایا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انبیا کا یہ شعار نہین کہ وہ کنکھیون سے اشارہ کرین عبداللہ مذکور کچھ قرآن لکھا کرتا تھا اور اُس مین جہان چاہتا تھا ردوبدل کردیتا بعدازان مرتد ہوگیا۔

لیکن یہ تامل بھی عین تفضل ہوگیا اور عبداللہ بن ابی سرح چھوڑ دیا گیا۔

محدثین و مورخین نے ان مجرمین کی تعداد مین بہت اختلاف کیا ہی کسی نے کچھ بتلایا ہی کسی نے کچھ شبلی صاحب نے اس پر تفصیلی بحث[1] کی ہے اور اس مین کمی تعداد پر اپنا مختار قائم کیا ہی مجھکو بھی آپکے مختار سے اتفاق ہی کیونکہ زیادہ تر المہاجرین سزا یافتہ کی تعداد مرد عورت ملاکر بیس سے زیادہ نہین بڑھاتے جیسا کہ اوپر مذکور ہوچکا ہی۔

فتح مکہ کے باقی حالات
اصنام کعبہ کی تفصیل

فتح مکہ سے متعلق باقی حالات شبلی صاحب یون تحریر فرماتے ہین۔
حرم مین نذر اور ہدایا کا خزانہ ایک مدت سے جمع ہوتا چلا آتا تھا وہ محفوظ رکھا گیا لیکن مجسمات اور تصویرین برباد کردی گئین۔ انہین حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے بھی مجسمے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر تھی (فتح الباری فتح مکہ) جس سے لوگون نے قیاس کیا کہ کسی زمانہ مین عیسائیت کا اثر زیادہ غالب ہوگیا تھا۔ رنگین تصویرین جو دیوارون پر تھین مٹانے پر بھی انکے دھندلے نشان رہ گئے تھے

[1] ہمکو شبلی صاحب کی تنقید روایات تعداد کی نسبت انکے جرح و قدح کی نقل تفصیل کی ضرورت نہین لیکن اتنا بتلا دینا ضروری ہی کہ آپنے اپنے موجودہ سلسلہ تنقید مین ابوداؤد اور انکی روایتے رواۃ کی خوب بے کردی ہی اور روایت دونون اصول تنقید سے ابوداؤد کی تردید اور انکے رواۃ کی تکذیب کردی ہی اسی بنا پر ہمکو افسوس کیسا تھ لکھنا ہوتا ہی کہ جس طرح اس مقام پر ابوداؤد کے رجال کی تحقیق و تنقید فرمائی گئی ہی ابوداؤد کی تحریر کردہ حضرت علیؓ کی شتر انجوار الی روایت کی بھی کیون نہ جانچ پڑتال کرلی گئی کہ مدیر اصلاح کو فتنہ شبلی کی دو جلدون مین از سر نو تنقید و تردید کی ضرورت نہین ہوتی۔ فافہم و تدبر۔ (المؤلف عفی عنہ)

اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی تعمیر تک باقی رہے (فتح الباری ذکر فتح مکہ) اخبار مکہ ازرقی میں یہ تفصیل سے واقعات مذکور ہیں۔

فتح مکہ کا اصلی مقصد اشاعت توحید اور اعلاء کلمۃ اللہ تھا کعبہ میں سیکڑوں بت تھے جن میں ہبل بھی تھا جو بت پرستوں کا خدائے اعظم تھا۔ یہ انسان کی صورت کا تھا اور یاقوت احمر سے بنا تھا سب سے پہلے جس نے اسکو کعبہ میں لا کر رکھا تھا۔ خزیمہ بن مدرکہ تھا۔ جو مضر کا پوتا اور عدنان کا پرپوتا تھا ہبل کے سامنے سات تیر رکھے تھے جن پر "لا" "نعم" لکھا ہوا تھا۔ جو کچھ نکلتا اسپر عمل کرتے۔ (معجم البلدان ذکر ہبل بحوالہ ابن ہشام کلبی) جنگ احد میں ابوسفیان نے اسی ہبل کی جے پکاری تھی۔ وہ عین کعبہ کے اندر تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے، تو اور بتوں کے ساتھ وہ بھی برباد کر دیا گیا۔ مکہ کے اطراف میں اور بہت سے بڑے بڑے بت تھے۔ جن کے لیے حج کی رسمیں ادا کی جاتی تھیں۔ ان میں سب سے بڑے عزیٰ، لات اور مناۃ تھے۔ عزیٰ قریش کا اور لات اہل طائف کا معبود تھا۔ مکہ معظمہ سے ایک میل کے فاصلہ نخلہ ایک مقام ہے عزیٰ یہیں منصوب تھا۔ بنو شیبان اسکے متولی تھے اہل عرب کا اعتقاد تھا کہ خدا جاڑے میں لات کے یہاں اور گرمیوں میں عزیٰ کے یہاں بسر کرتا ہے عزیٰ کے سامنے عرب جو تمام مناسک اور رسوم بجا لاتے تھے جو کعبہ میں بجا لاتے تھے۔ اسکا طواف کرتے تھے اور اسپر قربانیاں چڑھاتے (بحوالہ زرقانی جلد دوم صفحہ) مناۃ کا تختہ گاہ مشلل تھا۔ جو قدید کے پاس مدینہ منورہ سے سات میل دور ہے۔ وہ ایک بن گھڑا پتھر تھا ازد غسان اوس و خزرج اسکا حج کرتے۔ عمرو بن لحی نے جو اصنام قائم کیے تھے۔ یہ ان سب میں بالاتر تھا اوس و خزرج جب کعبہ کا حج کرتے تو احرام اتارنے کی رسم (بال منڈانا) اسی کے پاس ادا کرتے تھے قبیلہ ہذیل کا بت سواع تھا۔ جو ینبع کے اطراف رہاط میں تھا۔ اسکے متولی بنو لحیان تھے۔ بت پرستی کے یہ وہ طلسم تھے جن میں سارا عرب گرفتار تھا اب انکی بربادی کا وقت آ چکا تھا اور دفعۃً ہر جگہ خاک اڑنے لگی۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۴۷۶۔

شبلی صاحب کے بیان میں بہت بڑا راز یہ ہے کہ آپ کی تفصیل میں بھی اجمال کا لطف آتا ہو اور اسی تفصیلی اجمال میں ابہام رہجاتا ہے۔ آپنے بتوں کی تفصیل لکھی۔ انکے مقام اوقات اور رسومات پیش تحریر فرمائے مگر انکی بربادی کی کیفیت کو جو فتح مکہ کے متعلق آپکے تمام بیان کا اصلی و ضروری مقصد تھا یہ لکھکر کہ دفعۃً ہر جگہ خاک اڑنے لگی۔ بالکل ہوا کر گئے۔ یہ صحیح ہے کہ خاک اڑنے لگنے سے سمجھنے والا یہی سمجھیگا کہ وہ تباہ و برباد کیے گئے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ آپ یہ بھی ضرور سننا چاہتے ہونگے کہ وہ کیسے برباد کیے گئے۔ کیونکہ وہ کعبہ کے اندر اور مسجد الحرام کے اندر گرد جتنے بت رکھے گئے یا تصویریں بنی تھیں۔ انکی بربادی کا تمام حال سن چکا ہے اس بنا پر وہ فطرتی طور پر آپ سے ان حالات کے سننے کا بھی مستحق ہے اور ایک واقعہ نگار کی حیثیت سے آپکا بھی فرض منصبی ہے کہ آپ ان حالات کو صاف صاف تفصیلی الفاظ میں تحریر فرماتے لیکن آپکو ان کے تفصیل کرنے میں دو مجبوریاں مانع ہیں ایک تو یہ کہ ان حالات میں بت شکنی وغیرہ کے واقعات کو

یورپین قدامت پسند حضرات اچھی باتین نہین سمجھتے - اور آپ اونکے رعب و اثر سے اپنی فلسفہ سیرت اسلام کو ان واقعات کی تفصیل سے پاک و صاف رکھنا چاہتے ہین -

دوسرے یہ کہ ان واقعات کی تفصیل مین آپکو اپنے حضرت خالد بن ولید کے اون مظالم کو بھی لکھنا ہوتا جو اونھون نے بنی خزیمہ کے مسلمانون کی غریب جانون پر ڈھائے - اسی خودغرضی کی بنا پر آپ نے ان تفصیلات کو کلیۃً قلم انداز فرما دیا اور سمجھ لیا کہ وہ این دفتر بے معنی غرق مے ناب اولی لیکن ہم جس طرح آپکے ان تمام خودغرضانہ مختصرات و ابہامات کے انکشافات کرتے آئے ہین اسی طرح ان حالات پر بھی روشنی ڈالنا اپنا فرض تالیفی سمجھتے ہین -

بنو خزیمہ کے مسلمان مظلومین اور خالد بن ولید کے مظالم

علمائے محدثین اور مورخین کے متفقہ اقوال مختار سے ثابت ہوتا ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح مکہ کے تمام انتظامی ضرورتون سے فراغت ہو چکی تو جیسا شبلی صاحب اوپر تحریر فرما چکے ہین کہ فتح مکہ کا مقصد اعلی اشاعت توحید و اعلائے کلمۃ اللہ تھا اس بنا پر جناب رسول خدا صلعم نے چند صحابہ کو اہل اسلام کی مختصر جماعتون کے ساتھ تبلیغ اسلام کی غرض خاص سے اون مقامات مین بھیجا - جہان لوگ ابھی تک بیت اسلام سے مشرف نہین ہوئے تھے - چنانچہ تاریخ ابو الفدا مین اسکی تفصیلی عبارت حسب ذیل ہے -

لما فتح رسول اللہ مکۃ بعث السرایا حول مکۃ الی الناس یدعوھم الی الاسلام ولم یامرھم بالقتال وکان من السرایا سریۃ مع خالد بن الولید فنزل علی ماء لبنی خزیمۃ فلما نزل علیہ اقبلت بنو خزیمۃ بالسلاح فقال لھم خالد ضعوا السلاح فوضعوہ فامر بھم فکتفوا ثم عرضھم علی السیف فقتل من قتل منھم فلما بلغ رسول اللہ ما فعل خالد رفع یدیہ الی السماء حتی بان بیاض ابطیہ وقال اللھم انی ابرأ الیک مما صنع خالد - بحوالہ تاریخ احمدی ص ۶۹

پیغمبر صاحب نے بعد فتح مکہ بعض صحابیون کو مع مختصر فوج کے حوالی مکہ مین اس غرض خاص سے بھیجا کہ لوگون کو اسلام کی طرف بلائین لیکن کسی کو قتال کا حکم نہ دیا از انجملہ خالد بن ولید کو بھی روانہ کیا خالد جب بنی خزیمہ پر پہونچے تو بنی خزیمہ کے گروہ مسلح ہو کر باہر آئے خالد نے اون سے کہا کہ ہتیار رکھدو - جب انھون نے ہتیار کھول کر رکھدئے تو خالد نے انکے ہاتھ بندھوا کر سب کو تلوارون پر رکھ لیا جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالد کے اس ظالمانہ کاروائی کی خبر پہونچی تو آپنے اپنے دونون ہاتھ آسمان کی طرف بلند فرما کر ارشاد کیا کہ خداوندا - جو حرکت ناشائستہ خالد سے سرزد ہوئی ہے مین اوس سے بیزاری ظاہر کرتا ہون -

اس سے زیادہ تفصیل شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی کتاب مدارج النبوۃ کی مفصلہ ذیل عبارت سے معلوم ہوتی ہے

چون بنو خزیمہ از آمدن خالد بن ولید خبردار شدند بنا بر عادت طریقہ حزم و احتیاط سلاحہا پوشیدہ بیرون آمدند خالد از ایشان پرسید شما چہ کسانید گفتند ما مسلمانیم کہ بمحمد صلعم و شرایع دین وے

جب بنی خزیمہ کے لوگ خالد کے ورود سے خبردار ہوئے تو بمقتضائے احتیاط مسلح ہو کر باہر آئے خالد نے اون سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو ؟ انھون نے کہا ہم مسلمان ہین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکے شرایع دین پر

ایمان داریم و نماز می گذاریم و در میان خود مسجد
بنا کردہ اذان و اقامت گفتہ بجمعہ و جماعت اقامت
و قیام می نمائیم خالد گفت پس سلاح چرا پوشیدہ و در برابر
من آمدہ اید گفتند میان ما و قومے از عرب عداوت است
می ترسیم کہ شما از ایشان باشید خالد را عذر ایشان در محل
قبول نیفتاد و گفت سلاح خود را بردارید ایشان حسب
فرمودہ عمل نمودہ سلاحہا از خود دور کردند آنگاہ خالد گفت
تا دستہاے یک دیگر بر شانہ بربستند و ہر یک اسیران را
بہ یکے از یاران خود بسپرد و وقت سحر ندا کرد کہ ہر کہ
اسیرے دارد بقتل رساند ۔ چنانچہ حسب فرمودہ او
اسیران بے گناہ را کشتند و در روایتے آمدہ کہ چون آنہا
سلاح انداختند خالد تیغ در ایشان نہاد و قریب صد کس را
از آن قبیلہ بکشت پس یکے از بنی خزیمہ آمدہ آنچہ خالد بآن
جماعت کردہ بود بعرض رسول اللہ صلعم برسانید حضرت
در غضب آمدہ سہ بار فرمود خداوندا من بیزارم از آنچہ خالد کرد

ایمان لائے ہین ۔ نماز پڑھتے ہین مسجد بنائی ہے اذان و اقامت
کہتے ہین اور جمعہ و جماعت قائم کرتے ہین خالد نے کہا پھر ہتیار باندھ کر
ہمارے سامنے کیون آگئے ہو وہ بولے ہم سے اور عرب کی ایک قوم سے
عداوت ہے ۔ ہمکو خوف ہوا کہ مبادا تم لوگ اُسی قوم سے ہو خالد نے
اُنکا یہ عذر نہین سنا اور کہا کہ ہتیار رکھولدو ۔ اُنھون نے فوراً ہتیار
ڈالدیئے خالد نے پھر اپنے ہمراہیون کو حکم دیا کہ ان سب کے ہاتھ
شانون سے باندھ دو بعد ازان ہر ایک اسیر کو اپنے رفقا کی سپردگی
مین دیا اور جب صبح ہوئی تو حکم دیا کہ جو اسیر جسکی سپردگی مین ہے وہ
اُسے قتل کردے چنانچہ وہ اسیران بیگناہ اسی وقت قتل کردیئے
گئے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ جب خالد کے کہنے سے بنی خزیمہ
کے لوگون نے ہتیار ڈالدیئے تو خالد نے تلوار لیکر تقریباً سو آدمی
اُس قبیلہ کے قتل کر ڈالے ۔ بنی خزیمہ کے ایک شخص نے جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی آنحضرت صلعم نے غضبناک
ہو کر تین بار فرمایا ۔ خداوندا خالد نے جو کچھ کیا مین اُس سے
بیزاری ظاہر کرتا ہون ۔

شبلی صاحب اتنے بڑے مشہور و معروف واقعہ کو صرف بحمایت خالد بن ولید قلم انداز فرما گئے ۔
یہ امر اُنکے مورخانہ تدین سے کسقدر خلاف ہے ۔ بہر حال خالد بن ولید نے خلاف حکم رسول صلعم یہ حرکت کیون
سرزد ہوئی ۔ اِسکو اگر ہم اس مقام پر لکھین تو ہمارے سلسلہ بیان مین بھی بے ربطی و رخبر بے مبتدا کا عیب پیدا ہوگا
اسلیے ہم اس واقعہ کو بالاتمام لکھکر اسکے وجوہ کو بالتفصیل آیندہ قلمبند کرینگے ۔ تاریخ ابن ہشام مین ہے ۔

انفلت رجل من القوم فاتی رسول اللہ صلعم
فاخبرہ خبرہ فقال رسول اللہ صلعم ھل انکر احد
قال انکر علیہ ابیض ربعۃ فنہمہ خالد فسکت عنہ و
انکر علیہ رجل آخر طویل مضطرب فراجعہ فاشتدت
مراجعتہما فقال عمر بن الخطاب والی یارسول اللہ فانی عبداللہ

اُس قوم (بنی خزیمہ) کا ایک آدمی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت
مین حاضر ہوا اور عرض اطلاع کی جناب رسولخدا صلعم نے پوچھا کہ کیا کسی
شخص نے خالد کو منع نہین کیا اُس نے عرض کی ہان ایک شخص نے جو
سفید لباس پہنے تھا منع کیا لیکن خالد نے اُسے ڈانٹ دیا اور وہ چپ
ہوگیا ۔ پھر خالد کو دوسری بار ایک طویل القامت مضطرب الحال شخص نے

و اما الآخر سالم مولی ابی حذیفۃ ثم دعا رسول
اللہ صلعم علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ فقال
یا علیؑ اخرج الی ھؤلاء القوم فانظر فی امرھم
واجعل امر الجاھلیۃ تحت قدمیک
فخرج علی حتی جاءھم ومعہ مال
قد بعث رسول اللہ صلعم فودی لھم الدماء
وما اصیب لھم من الاموال حتی انہ
لیدی لھم میلغۃ الکلب حتی اذا
لم یبق شیء من دم ولا مال الا وداہ
بقیت معہ بقیۃ من المال فقال لھم
علی رضوان اللہ علیہ حین فرغ منھم ھل
بقی لکم بقیۃ من دم او مال لم یود لکم
قالوا لا قال فانی اعطیکم ھذہ البقیۃ
من ھذا المال احتیاطا لرسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مما لا یعلم ولا
تعلمون ففعل ثم رجع الی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فقال اصبت واحسنت
ثم قام رسول اللہ صلعم فاستقبل القبلۃ
قائما شاھرا یدیہ حتی انہ
لیری ما تحت منکبیہ یقول
اللھم ابرأ الیک مما صنع خالد بن ولید
ثلاث مرات (جلد ۳ ص ۴ مصر)

منع کیا۔ خالد نے اسکو نکلوا دیا پھر خالد نے سختی سے ان دونوں کو نکلوا دیا۔
یہ سنکر حضرت عمر بن خطاب نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم پہلے جس شخص کو بتلایا ہے
وہ میرا بیٹا عبد اللہ ہے اور آخر والا آدمی سالم غلام ابو حذیفہ ہے اسکے بعد
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ الرضوان کو
بلایا اور حکم دیا کہ اے علیؑ قوم بنی خزیمہ کیطرف چلے جاؤ اور انکے معاملات کا انتظام
کرو اور جہالت کے امور کو مٹا ڈالو۔ یہ حکم سنکر جناب علی مرتضیٰ قوم بنی خزیمہ کیطرف
روانہ ہوئے اور قبیلہ بنی خزیمہ کے پاس پہونچ گئے آپکے ساتھ وہ مال بھی
تھا جو آنحضرت صلعم نے ہمراہ کر دیا تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے بنو خزیمہ کے تمام
مقتولین کی دیت دیدی اور پھر جو کچھ انکا مال لوٹا گیا تھا اسکا معاوضہ
ادا فرمایا۔ یہانتک کہ انکے کتے تک کی قیمت ادا کر دی جب انکی جان
مال کی دیت و قیمت میں کچھ بھی باقی نہیں رہا اور حضرت علیؑ کے پاس رقم
موجود میں سے بچ رہا تو آپنے بنو خزیمہ کے لوگوں کو مخاطب فرما کر استفسار
فرمایا کہ اب تمھارے خون کی دیت یا مال و متاع کی قیمت میں کچھ باقی نہیں
رہا جو ادا نہ کیا گیا ہو سب نے عرض کی کہ اب کچھ باقی نہیں ہے آپنے ارشاد
فرمایا تو اچھا اب ہم احتیاطاً جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف سے
تمھیں یہ بچی ہوئی رقم بھی عطا کئے دیتے ہیں شاید کوئی ایسا رہگیا ہو جسے نہ ہم
جانتے ہوں اور نہ تم پہچانتے ہو ان امور سے فارغ ہو کر حضرت علی مرتضیٰؑ
جناب رسولخدا صلعم کی خدمت میں واپس آئے اور حقیقت حال عرض
کر دی آپنے انکے اصابت عمل پر آفرین کہی پھر آنحضرت صلعم نے اپنے دونوں
ہاتھ اتنے اٹھا کر آپکے بغل کے نیچے کی چیز دکھائی دیتی تھی قبلہ رو
کھڑے ہو گئے اور تین بار فرمانے لگے الٰہی جو کچھ خالد ابن ولید نے کیا
میں اس سے بیزاری اختیار کرتا ہوں۔

شبلی صاحب کو اس واقعہ کی نقل میں دو مجبوریاں ہیں کیونکہ سد راہ ہوئی تھیں ایک تو وہی خالد بن
ولید پر اسلام لانے کے بعد بھی اتنے کثیر مسلمانوں کے خون ناحق کا الزام دوسری قیامت کی مجبوری حضرت

علی مرتضیٰ کے اُن محاسن خدمات کا اظہار و اعلان سوہان جان تھا۔ جو بقلید امام بخاری ابتدا ہی سے آپ کے ناگوار فطرت اور خلاف طبیعت قرار پا چکا ہے۔

بہر حال اب خالد بن ولید کی اس حرکت ناشائستہ کی توجیہ بھی اُسی قدیم عربی تاریخ کی اصل عبارت سے حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

وجہ تو یہی ہے کہ با وجود اسلام لانے کے بھی ان سے جہالت کے دستور و کردار کا اظہار ہوا جیسا کہ خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو حکم دیتے وقت وَاجْعَلْ اَمْرَ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيْكَ (جاہلیت کے امور کو پامال کر ڈالو) کہکر اسکی طرف مخصوص اشارہ فرما دیا تھا۔ اسکی توجیہ میں ابن ہشام لکھتے ہیں ۔۔

قد كان بين خالد وبين عبد الرحمان بن عوف فيما بلغني كلام في ذلك فقال له عبد الرحمان بن عوف عملت بامر الجاهلية في الاسلام فقال انما ثارت بابيك فقال عبد الرحمن كذبت قد قتلت قاتل ابي ولكنك ثارت بعمك الفاكه بن المغيرة حتى كان بينهما شر فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال مهلا يا خالد دع عنك اصحابي فوالله لو كان لك احد ذهبا ثم انفقته في سبيل الله ما ادركت غدوة رجل من اصحابي ولا روحته۔ (ص ۲ ج ۲ مصر)

خالد اور عبد الرحمن بن عوف کے درمیان اس معاملہ میں (قتل بنو خزیمہ میں) تکرار ہو گئی۔ اسکی کیفیت یہ ہے کہ خالد سے عبد الرحمن نے کہا کہ تم نے حالت اسلام میں جاہلیت کا فعل کیا خالد نے جواب دیا کہ میں نے تو اس معاملہ میں تمہارے باپ کا قصاص لیا ہے عبد الرحمن بولے تم جو یہ کہتے ہو کہ تم نے میرے باپ کا قصاص لیا ہے بالکل جھوٹ کہتے ہو۔ میرے باپ کا تو قصاص نہیں تم نے اپنے چچا فاکہ بن مغیرہ کے خون کا البتہ عوض چکا یا ہے۔ یہ بات اتنی بڑھی کہ دونوں میں فساد کا احتمال ہو گیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس معاملہ کی خبر پہونچی تو آپ نے خالد سے ڈانٹ کر کہا کہ خالد ہمارے اصحاب سے علیحدہ ہو جا خدا کی قسم اگر تیرے لیے کوہ احد سونا ہو جائے اور تو اُس سب کو خدا کی راہ میں تصدق کرے تب بھی تو نہ ہمارے اصحاب کے گرد پا کو پہونچ سکتا ہے اور نہ انکی بو پا سکتا ہے

جب مقابلہ کے چوڑ ہو گئے ہیں تو بات کھلتی ہے مرقومہ بالا عبارت سے جہاں خالد کا مورد عتاب نبوی ہونا۔ اور شرف صحابیت سے محروم ہونا ثابت ہوا۔ وہیں بنو خزیمہ کے ساتھ انکی ایسی بیرحمی و رشتہ داری کے راز بھی کھلنے لگے۔ اور صرف خالد اور عبد الرحمن کی باہمی نزاع لفظی سے اتنا معلوم ہوا کہ خالد نے کہا میں نے تو تمہارے باپ کا قصاص لیا عبد الرحمن نے جواب دیا میرے باپ کا کیوں معاوضہ کہتے ہو۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں نے اپنے چچا کا بدلہ چکا یا ہے۔

سبحان اللہ عبد الرحمن کے باپ کا قصاص لیا گیا ہو۔ یا خالد کے چچا کا کسی کا بھی ہو۔ اسلام کا امن عام تو ضرور بد نام ہو گیا۔ اور آنکو اپنے پاس سے رقم کثیر اتنے بے گناہوں کی دیت میں دینی پڑی۔ یہ حضرات تو

منفعت را چہ باید گفت سمجھکر اپنے باپ چچا کے قصاص چکا کر علیحدہ ہوگئے۔ چونکہ مندرجہ بالا عبارت سے ابھی تک ان دونوں دعویداروں کے بیان دعوے کا تصفیہ نہوسکا کہ حقیقتاً کسکے خون کے بدلے میں بنو خزیمہ کے بیگناہ مقتولین کی گردنیں ماری گئیں۔ اسلیے کہ ابھی تک عبدالرحمٰن اور خالد بن ولید دونوں کے بیان دعوے تاوقتیکہ کسی تاریخی شاہد سے مقابل نہ کئے جاویں۔ من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو کے تعریف میں آوینگے اور غیر منفصل سمجھے جاوینگے اسکے تصفیہ و تفصیل کے لیے پھر اُسی تاریخ ابن ہشام کی باقیماندہ مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

وکان الفاکه بن المغیرة بن عبد الله بن عمر بن مخزوم وعوف بن عبد عوف بن عبد الحرث بن زهرة وعفان بن ابی العاص بن امیّة بن عبد الشمس قد خرجوا تجارا الی الیمن ومع عفان ابنه عثمان ومع عوف ابنه عبد الرحمٰن فلمّا اقبلوا حملوا مال رجل من بنی خزیمة بن عامر کان هلك بالیمن الی ورثته فادّعاه رجل منهم یقال له خالد بن هشام ولقیهم بارض بنی خزیمة قبل ان یصلوا اهل المیت فابوا علیهم فقاتلهم بمن معه من قومه علی المال لیاخذوه و قاتلوه فقتل عوف بن عبد عوف و الفاکه بن المغیرة ونجا عفان بن ابی العاص وابنه عثمان واصابوا مال الفاکه بن المغیرة ومال عوف بن عبد عوف فانطلقوا به وقتل عبد الرحمٰن بن عوف خالد بن هشام قاتل ابیه فهمت قریش بغزوهم

فاکہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم اور عوف بن عبد عوف بن عبدالحرث بن زہرہ اور عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس تجارت کی غرض سے یمن کو چلے عفان کے ساتھ اُنکے بیٹے عثمان اور عوف کے ساتھ انکے بیٹے عبدالرحمٰن تھے جب یہ وہاں سے چلے تو ان لوگوں نے بنی خزیمہ میں سے ایک شخص کا مال جو یمن میں مرگیا تھا اس غرض سے لاد لیا تھا کہ اسکے وارثوں کو پہونچا دینگے راستہ میں کہ یہ لوگ مورث کے وارثوں سے ملیں بنی خزیمہ کے ایک شخص نے جسکا نام خالد بن ہشام تھا۔ ان لوگوں سے مال کا دعویٰ کیا ان لوگوں نے صاف انکار کردیا وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ان سے جنگ پر آمادہ ہوگیا یہ لوگ بھی ان سے لڑے۔ آخر عوف ابن عبد عوف اور فاکہ بن مغیرہ کو مار ڈالا عفان ابن عاص اور انکے بیٹے عثمان کو چھوڑ دیا۔ اور عوف بن عبد عوف اور فاکہ ابن مغیرہ کا سب مال لوٹ لیا اور وہاں سے وہ لوگ چلے گئے لیکن عبدالرحمٰن نے اپنے باپ کے قاتل خالد بن ہشام کو قتل کر ڈالا اسی بنا پر قریش نے بنی خزیمہ سے جنگ کی جلد دوم صفحہ ۲۴

واقعات مذکورہ بالا کو پڑھکر بآسانی سمجھ لیا جائیگا کہ بنو خزیمہ کے ساتھ خالد کے ظالمانہ حرکات بالکل انکی ذاتیات پر مبنی تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کا اعتراض بالکل صحیح تھا اور فی الواقع۔ چنانچہ زبان رسالت سے بھی اسکی بشارت ہوچکی تھی۔ اور پھر عبدالرحمٰن بن عوف اور خالد بن ولید کی نزاع لفظی کے موقع پر بھی عبدالرحمٰن ہی کی توجیہ کی تائید فرمائی گئی تھی۔ اور خالد کو ڈانٹا گیا تھا۔ فتح مکہ کے امن عام اور جناب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان امان اور اعلان صلح عام کے پاک صاف صفحہ دفتر پر اول آخر خالد بن ولید کی بیجا جنگجوئی اور کینہ پروری نے

خون کی چھینٹیں ڈالیں اور ہمیشہ کیلئے مخالفین اسلام کو مفتریانہ اعتراض کا موقع دیدیا لیکن حقیقت شناس محققین جانتے ہیں کہ یہ خالد کا اپنا ذاتی فعل تھا۔ اور قطعاً خلاف رضا خدا و رسول اسلئے خبر ملتے ہی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی الاعلان خالد کی اس حرکت ناشائستہ سے عند اللہ و عند الناس اپنی برائت ظاہر فرمادی۔

محدث دہلوی شاہ عبدالحق صاحب دہلوی۔ مدارج النبوۃ جلد دوم میں اس موقع پر اپنے سفر مکہ معظمہ کے متعلق اپنا یہ واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔

خالد کی اس حرکت پر محدث دہلوی کی رائے

جب میں ادائے حج کی نیت سے مکہ معظمہ میں پہونچا تو وہاں کے علما و فضلا سے ملا۔ ملا قاضی علی بن جار اللہ جو خالد بن ولید کی اولاد سے تھے اور مکہ کے قاضی تھے مجھسے اُن سے تعارف ہوگیا ایکدن ان کی صحبت میں خالد بن ولید کا ذکر آیا۔ تو میں نے عرض کی کہ اُنھوں نے حقیقتاً اس امر واقعہ بنی خزیمہ میں جلدی کی حالانکہ رسول اللہ صلعم نے انھیں حکم صریح نہیں دیا تھا۔ قاضی صاحب میرا یہ سوال سُنکر شرما گئے اور دفع انفعال کے لیے صرف اتنا فرمایا واللہ کان فیہ شعوبا من الاستعجال والمبادرۃ فی القتال[۱۵]

مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۳۰۳ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

فتح بیت الحرام اور امن و صلح کا پیغام عام

فتح مکہ کے ایسا عظیم الشان معاملہ پورے اطمینان اور امن و امان کے ساتھ تمام ہوگیا اور اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا کا دیباچہ بشارت۔ سورۂ نصر کی الہامی عبارت کی صورت میں لفظاً لفظاً کامل ہوگیا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ صفا پر اُسی دستگیر عالم کے ہاتھوں پر جسکو وہ انتہائی ذلت و حقارت اور ظلم و شقاوت کے ساتھ اپنے شہر و دیار سے باہر نکال چکے تھے۔ اور اُسکے باہر نکل جانے کے بعد بھی آجتک اُسکے خون کے پیاسے بنے ہوے تھے۔ تمام عرب بلا امتیاز قبائل و عشائر بیشمار تعداد میں ہر طرف سے خود آآکر اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر بڑے شرف و افتخار سے اُسکے عقیدت اُسکی متابعت اور اطاعت کی بیعت کر رہے تھے اور خدا کے الفاظ مقدس ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا اور دیکھ لیا لوگوں نے کہ دین خدا میں فوج فوج داخل ہو رہے ہیں، کی بشارت کو عملی صورت میں پورا کر رہے تھے۔

---

[۱۵] ساڑھے تین برس کے بعد سنہ ۱۱ھ کے آخر میں۔ ایک دوسرے اقراری مسلمان (مالک ابن نویرہ) پر ہاتھ صاف کیا یہاں تو باپ کا انتقام تھا۔ وہاں تو محض حظ نفس برا اقدام تھا۔ رسول اللہ صلعم تو تھے ہی نہیں۔ جو اپنی برائت کا اعلان فرماتے ہاں حضرت عمر نے البتہ اُنکی سزادہی معزولی کے لیے ہزار سر مارا مگر حضرت ابوبکر نے ایک نہ سنی۔ کامل ابن اثیر وغیرہ تمام کتب حدیث و تاریخ۔

(المولف عفی عنہ)

دنیا اور اہل دنیا نے اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھ لیا کہ تاریخ عالم کے بیشمار کارنامون مین ایک ایک ورق اُلٹ جانیکے بعد بھی ۔ فتح عظیم کی ایسی پاک و صاف نظیر نہین ملتی جسکا تفصیلی بیان خون آلودہ نہو ۔ یا اسکے فاتح کے جیب و آستین پر مفتوحین کے خون کی چھینٹین پڑی نہ دکھائی دیتی ہون ۔ سیاسی تاریخون کو چھوڑیئے ہم تو کہینگے کتب مقدس مین انبیا و مرسلین کی فتوحات پر نظر ڈالیئے ۔ توریت مین جناب موسیٰ علی نبینا و آلہ علیہ السلام کے فتح مدائن کے حالات پڑھیئے تو ثابت ہو جائیگا کہ اُس نبی اعظم سے رحمت عالم کی شان بالاتر ہو ۔ صلوا علیہ و آلہ ۔ اس واقعہ مین تشریف آوری کے وقت سے آخر وقت تک جناب سید المرسلین رحمۃ للعالمین کے خلق عظیم اور لطف عمیم کے ہر ہر طریقہ ۔ انداز اور شان پر نگاہ غور اور نظر انصاف کیجائے اور تھوڑی دیر کے لیے تعصب اور ذاتیات کو چھوڑ دیا جائے تو ظاہر ہو جائیگا کہ رحمت اسکا نام ہی اور رحمت کا یہ کام ہی ۔

مکہ کے مجرمین اور خلق رحمۃ للعالمین

شبلی صاحب نے صرف ابوسفیان کے ناقابل عفو جرائم کی معافی کو کسیقدر تفصیل سے لکھکر ختم کر دیا ہو ۔ اور جو کچھ بھی لکھا ہی ۔ صحیح اور فی الواقع لکھا ہی ہم بھی اسی سے ابتدا کرتے ہین کہ ایک ابوسفیان کے بے شمار جرائم کے معاوضہ مین کتنے اور کیسے محاسن سلوک اس کے ساتھ قائم کیے ۔ ایک ایک کرکے اُس کے تمام جرائم کی معافی دیدی ۔ سامنے آیا تو اسکی حرکات کا ذکر کیا نام تک بھی نہ لیا حضرت عمر نے سزا دہی کی تحریک بھی کی تو کوئی اعتنا نہ فرمائی گئی بلکہ وہ تو سزا دہی کے عوض شرف امتیازی سے خاص طور پر معزز فرمایا گیا اُسکا گھر مجرمین کے لیے امن قرار دیدیا گیا ۔ یہ بیٹے ۔ تو ان کی بی بی ۔ ہندہ جگر خوارہ منھ پر (تحریم سے) نقاب ڈالکر آئین ۔ لیکن رحمت عالم نے خود آنکھین جھکا لین ۔ اور یہ بھی بلا عذر و تامل معفو فرما دی گئین ۔ دو منزل مکہ باقی ہی خاص گھر کے دو دشمن اپنے چچا زاد بھائی لائے جاتے ہین بھر از زبان ندامت و خجالت تاللہ لقد اثرک اللہ علینا و ان کنا لخاطئین کہکر عظمت رسالت اور اپنی معصیت کا ایک ساتھ اقرار کرتے ہین زبان رحمت سے لا تثریب علیکم الیوم (آج کے دن تم پر کوئی الزام باقی نہین) کی سند معافی پا کر چھوڑ دیے جاتے ہین ۔

مکہ معظمہ مین داخل ہونے کے وقت تمام اہل لشکر کو علی الاعلان حکم دیا جاتا ہی ۔

(۱) جو کوئی شخص ہتھیار ڈالدے اُسے قتل نہ کیا جائے ۔

(۲) جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہونچ جائے قتل نہ کیا جاوے ۔

(۳) جو کوئی شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے اور کنواڑ بند کرلے وہ قتل نہ کیا جائے ۔

(۴) جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر جا رہے وہ قتل نہ کیا جائے ۔

(۵) جو کوئی شخص حکیم بن حرام کے گھر مین چلا جائے وہ قتل نہ کیا جاوے ۔

(۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جاوے۔
(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔
(۸) اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

باستثنائے خانہائے ابوسفیان اور حکیم بن حزام حضرت ام ہانی بنت حضرت ابیطالب کے گھر مین دو مجرم جا چھپے حضرت علی مرتضیٰ نے دیکھکر پہچان لیا اور سنگ در دست وار بر سر سنگ ۔ نکند مرد ہوشیار درنگ کے اعتبار مسلہ پران دونون کو قتل کرنا چاہا ۔ بہن نے تا حکم آنحضرت صلعم بھائی کو اُنکے قتل سے باز رکھا ۔ خدمت رسالت مین حاضر ہوئین ۔ واقعہ عرض کیا قد اجرنا من اجرت یا ام ہانی (جسکو تمنے پناہ دی مین نے بھی اُسکو پناہ دی) کا پروانہ نجات لیکر دونون کی فوراً جانبری کرا دی۔

بیت اللہ معظم کو خارجی آلائش وگندگی سے پاک وصاف فرماکر باہر تشریف لائے۔ تو فوج در فوج صف درصف اور قطار در قطار قدیم خطاوار برسون کے گنہگار سامنے کھڑے تھے صرف دو کلمہ اذھبوا انتم الطلقاء (جاؤ تم سب کو آزاد کردیا) کہکر سب کے سب چھوڑ دئے گئے۔

مکہ مین تسلط ہو گیا۔ چارونطرف امن وامان اور آرام واطمینان قائم ہو گیا۔ تو بقول شبلی صاحب کفار مکہ نے تمام مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کرلیا تھا۔ اب وقت تھا کہ ان کو اُنکے حقوق دلوا دیے جائین لیکن آپنے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ اپنے مملوکات سے دست بردار ہو جائین۔

عثمان بن ابی طلحہ کلید بردار کعبہ سے کنجی منگائی جاتی ہے خانہ کعبہ کے اندر کے ارکان بجالاکر باہر تشریف لاتے ہین تو خاص عم محترم حضرت عباس ابن عبد المطلب عرض کرتے ہین کہ فتح مکہ کے حسن خدمت اور یادگار مین منصب سقایت کے ساتھ بنی ہاشم کے متعلق منصب حجابت کا بھی اضافہ فرمادیا جائے۔ جواب مین ارشاد فرمایا جاتا ہے ھذا الیوم یوم الوفاء والبر یعنی آج کا دن تو خاص رہائی اور وعدہ وفائی کا دن ہے۔ یہ فرماتے ہین اور طلحہ کے بیٹے کو جس نے اتنی رد و کد کے بعد کنجی دی تھی۔ کلید کعبہ حوالہ فرمادیتے ہین ان ھذا رسول صادق امین فتح مکہ ایسے ہی رحم ومروت ۔ انصاف وعدالت ۔ عدل ومساوات اور اخلاق واشفاق کے اتفاق کا کامل دفتر ہے۔ انبیائے سابقین اور امم ماضیین کے حالات پر عبور کامل رکھنے والے حضرات محققین خوب جانتے ہین اور غزوات حضرت موسیٰ محاربات حضرت یوشع بن نون اور فتوحات حضرت داؤد وسلیمان علے نبینا وآلہ وعلیہما السلام کے بڑے بڑے کارنامون مین فتح مکہ کے ایسی پر امن بے ضرر اور بانخوف و ہراس دوسری مثال نہین دکھلا سکتے۔

ہم پہلے انبیا و مرسلین علی نبینا وآلہ وعلیہم السّلام اجمعین کے اسفار و آثار مین اِسکی نظیر طلب کرتے ہین اسلیے کہ اصولاً شعار انبیا کا شعار انبیا ہی سے تقابل و توازن مناسب ہے۔ اسوۃ الرسول مین رسول عربی فداہ امی وابی کی شان۔ ہر موقع و ہر مقام پر مقدار نبوت اور معیار رسالت تک کامل ثابت کردی گئی اور ملکی فرمانروا اور دنیاوی سلاطین کے غیر مقید اور غیر محتاط ذی اقتداری و ثروت و نموداری کی عارضی اور خالی ظاہرداریون سے مرتع رسالت بالکل پاک و صاف رکھا گیا ہی جنکو ہم آداب رسالت کے اعتبار سے طرح مدیح نہین قرار دیتے۔ بلکہ ہجو ملیح اعتبار کرتے ہین۔

جب ہمکو اسکا پورا یقین ہے کہ فتوحات انبیا کے دفتر اسکی مثال سے خالی ہین تو ملکی فرمانروا اور دنیاوی سلاطین کے علیات مین اسکی مثال تلاش کرنا بالکل خارج از بحث ہے مگر زمانہ کی ناشناسانہ بدمذاقی کا کیا علاج ہی۔ جو مبلغین رسالت کو خواہ مخواہ سلاطین ملک و سلطنت سمجھکر۔ جانبین کے افعال و اطوار۔ رفتار و کردار کا بیجا اور غیر مناسب مقابلہ چاہتی ہی۔ حقیقتاً تو یہ تقابل ناممکن ہے لیکن بعض بعض اوقات مین مجازاً ممکن بھی ہے۔ جب سیاسی اور فرمانروایان ملکی اور کشورکشایان دنیاوی سے تقابل ہی ناممکن ہے تو پھر مثال کی تلاش اور نظیر کی جستجو بیکار ہے۔ اگر حقیقت کے معیار پر مثال نہین ملتی اور مجاز کے اعتبار سے مثال مقابل کا حوصلہ کیا جاتا ہے تو پھر توریت کی کتاب التاریخ کے ورق ورق الٹے جائین اور سلطنت ہائے قدیمہ۔ ایران اور رومۃ الکبری سے لیکر عیسائی سلاطین جسٹینین Justinian اور قسطنطنین Kustontonin وغیرامثالہم کے کارنامے صفحہ صفحہ کرکے پڑھے جائین اور انمین سے کسی ایک فاتح ملک و شہر کی ایسی آرام دہ تسکین افزا اور امن پیرا فتح کی مثال پیش کیجائے ھاتوابرھانکم ان کنتم صادقین افسوس ہے کہ طوالت اور مقامی نامناسبت کی وجہ سے ہم اس بحث کی زیادہ تفصیل نہین کرسکتے۔ شاہ قسطنطنین کی فتح جنگ جسر Jason اور قسطنطنین سوم کے پوتے جسٹینین دوم کے فتوحاتی مظالم۔ تاریخ رومۃ الکبری کے خونین صفحون مین پڑھے جائین تو ناظرین کو معلوم ہوجائیگا کہ مجاز کے اعتبار سے بھی ان سیاسی اور ملکی فتوحات کی مثال مقابل بھی فتح مکہ کے مقابلہ مین کیسی بدنما۔ نازیبا۔ خوفناک اور ناپاک معلوم ہوتی ہی۔ ہم اس سے زیادہ تفصیل و تشریح کو ضروری نہین سمجھتے اور رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی صاحب سی۔ آئی۔ ای با لقابہ کی اُس عبارت کا جو فتح مکہ کی حقیقی تصویر انصاف پسند قلوب پر کھینچدیتی ہے۔ ذیل مین نقل کرکے اس بحث کو تمام کردیتے ہین۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک فاتح کی شان مین داخل مکہ ہوئے۔ جو شخص ایک مرتبہ

مجرم قرار پاچکا تھا اب وہی بزرگ اپنی رحمدلی اور اشفاق کے سالک کھلاکر اور لوگون کو اپنی ہدایت و ارشاد ثابت کرنے آیا ہے۔ وہ شہر جس نے اس بزرگ کے ساتھ اتنی سختی اور ظلم و تعدی کے سلوک کیے کہ اُسکو اور اُسکے بچے اور خیر خواہ جماعت والون کو محض غیر لوگون مین پناہ لینے کے لیے مجبور کرکے باہر نکالدیا اور خارج البلد کردیا جس نے اسکی اور اُسکے فرمانبردار معتقدین کی زندگیان تلخ کردین اب اُسکے قدمون پر پڑا ہوا ہے۔ اُس بزرگ کو ظالم اور بے رحم قدیم۔ اُسکے مجرم مشتہر کرنیوالے جنھون نے بیگناہ مردون اور عورتون پر۔ اور اُن کے علاوہ۔ بیچارے مردون پر اپنی ظالمانہ سزائین پہونچا کر اپنی قساوت کی حیثیت کو بھی ذلیل کردیا تھا۔ اب اُسی بزرگوار کے رحم و مروت کے امیدوار رہنے اور اُس سے آسرا لگانے پر مجبور ہوگئے ہین۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ فتح اور کامیابی کے حصول مدعا کے بعد جو مصیبتین گذری تھین اور جو تکلیفین پہونچی تھین۔ سب کی سب بھلادی گئین اور جو نقصانات اُٹھائے گئے تھے۔ ایک ایک کرکے معاف کردیے گئے تمام آبادی مکہ مین امن و امان کے احکام عام دیدئے گئے۔ صرف چار مجرمون ایمن۔ دو مرد اور ایک عورت۔ کے خون۔ جنکا انصاف بھی مقتضی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دشمنون کے شہر پر غالب آکر اور اُسمین داخل ہو کر بھی جائز رکھا فوج اسلامی نے بھی آپکے محاسن کی کامل تقلید کی اور نہایت خموشی اور سہولیت کے ساتھ شہر مین داخل ہوئی۔ نہ کوئی گھر برباد کیا گیا اور نہ کسی عورت کی آبرو پر حرف لایا گیا۔ یہ نہایت صحیح اور فی الواقع لکھا گیا ہو کہ فتوحات دنیاوی کے کارنامون مین اسکے (فتح مکہ) ایسی کوئی دوسری کامل فتح نہین ہوئی۔ اسپرٹ آف اسلام ص ۱۹۳

چونکہ فتح مکہ کے بعد ہی ہمکو جنگ حنین کے حالات فوراً ہی لکھنے ہونگے جسکا دیباچہ گویا مکہ کی اُکفین نومسلم قومون کا قائم کیا ہوا ہے اس بنا پر ضروری ہے کہ ہم اپنے موجودہ سلسلہ مین اتنا اور اضافہ کرین کہ حضرت رحمۃ للعالمین جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ الطاہرین کے اس بے نظیر اور عدیم المثال محاسن اخلاق مکارم اشفاق رحم و مروت اور عفو و درگذر کا اثر نومسلمین مکہ کے قلوب پر محض عارضی اور صرف وقتی تھا۔ اُسمین نہ کچھ اہمیت تھی اور نہ ان ناقدرون کو کچھ بھی اُنکی قدر و منزلت تھی ابھی حنین کا میدان جنگ تو دور ہے آنحضرت صلعم مکہ ہی مین مقیم ہین۔ گویا صبح سے شام نہین ہوئی ہی۔ اور مکہ والے۔ اور دوسرون کے ساتھ کیا۔ خاص ذات مبارک آنحضرت کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہین۔ اسی ایک واقعہ سے اُنکے خلوص ایمان قبول اسلام اور عقیدت رسول سب کا اندازہ ہو جاتا ہے صاحب رحمۃ للعالمین زاد المعاد ابن قیم کے اسناد سے لکھتے ہین۔

فتح مکہ سے دوسرے دن کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کا طواف فرما رہے تھے۔ فضالہ بن عمیر نے موقع دیکھکر ارادہ کیا کہ آنحضرت صلعم کو قتل کر ڈالے جب وہ اس ارادہ سے آپکے قریب پہونچا تو نبی صلعم نے فرمایا کیا فضالہ آتا ہے؟ فضالہ بولا۔ ہاں نبی صلعم نے فرمایا۔ تم ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے؟ فضالہ نے کہا۔ کچھ تو نہیں۔ مین تو اللہ اللہ کر رہا تھا۔ نبی صلعم یہ سنکر ہنس پڑے۔ اور ارشاد فرمایا اچھا۔ تم اپنے خدا سے اپنے لیے معافی کی درخواست کرو۔ یہ فرمایا اور اپنا دست مبارک فضالہ کے سینہ پر رکھدیا۔ فضالہ کا بیان ہے کہ ہاتھ کے رکھدینے سے مجھے بڑا اطمینان قلب حاصل ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اسقدر میرے دل مین پیدا ہوگئی کہ حضور سے بڑھکر مجھے کوئی بھی محبوب نہ رہا فضالہ کا بیان ہے کہ اسکے بعد مین وہان سے اٹھا اور مکان واپس ہوا۔ راستہ مین میری معشوقہ ملی۔ جسکے پاس مین تنہا بیٹھا کرتا تھا۔ اس نے مجھے پکار کر آواز دی اور کہا فضالہ ایک بات سنتے جاؤ۔ مین نے جواب دیا نہیں نہیں۔ خدا اور اسلام ایسی باتون کے سننے سے مجھے منع کرتے ہین۔ مین نہ سنون گا۔ رحمۃ ص ۱۳۳ لاہور

اگر پیغمبر برحق سلام اللہ علیہ وآلہ اپنے روحانی آثار و اختیار سے کام نہ لیتا تو فضالہ آپ کا کام تمام کر چکا تھا۔ اسی ایک مثال سے نو مسلمین مکہ کے قبول اسلام اور خلوص ایمان کی حقیقت اور اہمیت کا اندازہ کر لینا چاہیئے۔ جو کثیر تعداد مین لشکر اسلام کے ہمراہ ہوکر جنگ حنین کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور بہتون کو اپنے ساتھ لیتے گئے تھے تفصیل آگے آتی ہے۔

جنگ حنین

۸ شوال ۸ھ۔ مطابق جنوری و فروری ۶۳۰ء

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

حنین کے دن (کو یاد کرو) جب تم اپنی کثرت پر نازان تھے۔ سورہ توبہ

مکہ معظمہ کی کامل فتح اور قریش کی پوری شکست نے عرب مین سالہا سال کا کفر و اسلام کا لگا ہوا قضیہ تمام کر دیا تھا اور جبروت قدرت نے اَلنَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا آدمی فوج فوج بنکر خدا کے دین مین داخل ہو گئے)۔ کا منظر دنیا کی عبرت بین نگاہون کے سامنے پیش کر دیا تھا لیکن اصول فطرت کے موافق انتہائے انجلا و صفا کے بعد بھی اطراف مکہ کی فضا مین ظلمت و کدورت کا اثر ابتک باقی تھا۔ اس بنا پر یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اگرچہ مکہ مین گھر گھر اسلام کی روشنی پہونچگئی تھی اور نور ایمان کی شعاعین بلند ہوکر اطراف و

اکناف میں نور افشانی کر رہی تھیں لیکن تاہم بعض بعض قبائل میں سیہ بختی اور تیرہ اعمالی کی سیاہی ابھی تک باقی تھی بلکہ ویسی ہی گہری تھی

ہوازن کی تیاریاں طائف اور مکہ کے درمیان جو وادی واقع ہے اُسے حنین کہتے ہیں ۔ اوطاس بھی اسی کا نام ہے معجم البلدان کی تحقیق میں حنین عرب کے مشہور اور قدیم بازار ذوالمجاز سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور عرفات سے بھی اس کی مسافت اتنی ہی بتلائی جاتی ہے ۔ اس وادی میں قدیم الایام الایام سے قبیلہ ہوازن کی مختلف شاخیں اور کثیر التعداد قومیں آباد تھیں ۔ ہوازن عرب کی بڑی قدیم اور عظیم قوم تھی ۔ جس میں بیشمار قبائل اور عشائر اور اُن کے حلیف و شریک شامل تھے۔ کفر و اسلام کے معرکوں میں اگرچہ ہوازن کا قبیلہ قریش کا ہمدرد بنا رہا لیکن وہ اپنی خودغرضی کی بنا پر حقیقتاً کفر و اسلام کے تصفیہ کا منتظر تھا ۔ اسلام کی ترقی اور اُسکے روز افزون عظمت و اقتدار سے وہ مرعوب نہیں ہوا تھا ۔ اور قریش کی متواتر شکستوں کے بعد بھی مکہ اور حوالی مکہ کے نظم کا قریش کے ہاتھوں میں باقی رہجانا ۔ اُنکو اپنی قومی حکومت قریش کی بقا کا خیال موہوم دلا رہا تھا ۔ یہی حالت تھی کہ یکایک امید کے خلاف ۔ حسرت و تمنا کے برعکس بے جنگ و جدال ۔ بے خون و قتال مکہ فتح ہو گیا ۔ تو اب ہوازن کی تقدیر میں سوائے محرومی و ناکامی کے اور کیا رکھا تھا۔

ہوازن اور ثقیف کا اتحاد اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اس قوم میں بیشمار لوگ تھے ۔ اُنکا ایک ایک قبیلہ اور عشیرہ بجائے خود ایک فوج تھا ۔ وہ فطرتاً ایک جنگجو قوم تھی ۔ اور فنون حرب و ضرب میں بڑی کامل قوم کہلاتی تھی۔ ان تمام اوصاف و کمال شجاعت و دلیری کے ساتھ وہ لوگ حد درجہ کے مغرور اور سرکش بھی تھے ۔ اور ایسے کہ اپنے آگے آجتک وہ کسی کو کوئی شے سمجھتے تھے اور نہ سمجھنا چاہتے تھے ۔ اسی بنا پر ۔ باوجودیکہ تمام عمائد و اکابر قریش اور اُن کی حلیف اور شریک قوموں نے پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام کے آگے اطاعت گزاری کی گردنیں جھکا دیں اور متابعت کے سرنیوڑا دیے لیکن ان سرکشوں کی مغرورانہ اکڑ میں خم نہ آیا ۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے فسخ ہوجانے کے بعد ان لوگوں میں مخالفت اسلام کی آگ پھر از سر نو مشتعل ہو گئی تھی اور یہ لوگ قریش کو مقابلہ اسلام کے لیے اب بالکل ضعیف اور ناقابل سمجھکر خود آہستہ آہستہ اور مخفی طور پر اسلام سے مقابلہ کی تیاری کر رہے تھے ۔ اپنے اور اپنے ہمسایہ قبائل میں مختلف ذرائع و وسائل سے اسلام کے خلاف سخت شورش پھیلا رہے تھے ۔ اور اپنی ان خفیہ سازشوں میں کامیاب ہوکر اسلام پر ایک مجموعی اور سخت ترین حملہ کا پورا انتظام کر چکے تھے ۔ فتح مکہ کے بعد یہ اتنا بیتاب ہو گئے کہ اپنی خفیہ ترکیبوں کو زیادہ مخفی نہ رکھ سکے

اور اپنے قرار داد حملہ کا سامان و اعلان کرنے لگے۔

عجلت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ خود غرض اور مغرور لوگ سمجھتے تھے کہ اسلام قبل اسکے کہ مفتوحین کی اُن اراضیات۔ باغات و مکانات پر قبضہ کریں۔ ہم اسلام سے مقابلہ کرکے اُن کو پسپا کردیں اور اُن کی جائداد پر قبضہ کرلیں۔ یہ معلوم ہے کہ عمائد و اکابر قریش کی۔ طائف میں بڑی بڑی مملوکات و مقبوضات تھیں ہوازن کی تنگ ظرفی اور سبک چشمی نے خباثت نفسی سے اسلام کی نسبت اُن کے قلوب میں یہ اوہام و وسواس پیدا کردیے تھے۔ حقیقتاً وہ اسلام کی فیاضی۔ عالی ہمتی اور دریا دلی مکہ والوں کے ساتھ دیکھ چکے اور سُن چکے تھے جب اہل اسلام نے مکہ کی اپنی خاص جائداد اور مکانات اور باغات وغیرہ غاصبین قریش سے واپس نہ لیے بلکہ اُن کو معاف کردیے تو اُن کی طائف کی جائداد و ملکیت پر کیا نظر خراب کرتے۔

ہوازن عجیب حرفت کی فطرت رکھتے تھے۔ اُنھوں نے خواہ مخواہ اپنے دل میں یہ واہمہ بھی پیدا کرلیا تھا کہ مکہ کے بعد اسلام ہم پر حملہ کرے گا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جمعیت اسلام کے کسی فرد واحد کو بھی اسکا خیال نہیں تھا۔ ہوازن نے اپنے ہمسایہ قبائل و عشائر میں اسلام کے خلاف یہ جوش پیدا کرنے کے لیے یہ بات صرف اپنے دل سے گڑھ لی تھی حقیقت کچھ بھی نہیں تھی۔

مالک ابن عوف کی امارت

جب یہ تمام انتظام و بست کرچکے تو اسلام کے حملہ موہومہ کا بھی انتظار نہ کرسکے اور اپنی غیر متحمل پرجوشیوں میں بیتاب ہوکر لشکر اسلام پر حملہ کرنے کے لیے گھروں سے نکل پڑے سب ہم و دو بڑے کثیر التعداد قبیلے اور مشہور و معروف گروہ۔ ہوازن اور بنی ثقیف متحد ہوگئے۔ اور اُن میں سے ہر ایک کے ساتھ اُنکے ماتحتی اور ہم معاہدہ قبائل و عشائر بھی داخل ہوگئے۔ امیر فوج کا انتخاب پیش ہوا۔ ہوازن نے اپنے سردار مالک ابن عوف کو اور ثقیف نے اپنے رئیس قبیلہ کنانہ بن عبد یالیل کو منتخب کیا۔ گفتگو کے بعد ایک ہی امیر کے مقرر کیے جانے کی تجویز پر اتفاق ہوا۔ ثقیف نے بڑے ایثار کے ساتھ ہوازن کے رئیس مالک ابن عوف کی تنہا امارت کو تسلیم کرلیا۔ اور مالک ابن عوف دونوں لشکروں کا امیر و سردار بن گیا۔ مالک ابن عوف نے مستعدی اور دلیری سے لشکر کشی کا انتظام کیا۔ عموماً لوگ اہل و عیال کو گھر میں چھوڑ کر اور گھر کے ایک آدمی کو اُنکا محافظ بنا کر لشکر میں داخل ہوتے تھے۔ مالک ابن عوف نے اپنی امارت میں یہ نوعیت کی کہ اس قدیم دستور کو یہ بتلا کر توڑ دیا کہ اگر اہل و عیال ساتھ رہیں گے تو اُن کی اسیری۔ غارت اور بے آبروئی کا خیال کرکے تمام لوگ بڑی جگرداری اور کامل پامردی کے ساتھ لڑیں گے۔ اور مرتے دم تک میدان جنگ سے پاؤں نہ ہٹائیں گے۔

بندے ہزار انتظام کرین - لاکھ اہتمام کرین - قدرت اپنا کام کرلیتی ہے - سامان جنگ انتظام حملہ و مقابلہ تو مہینون کیا برسون سے ہو رہا تھا - کثرت کے لحاظ سے عرب کیا انھون نے گویا دنیا کی دنیا اپنی طرف سمیٹ لی تھی - لیکن اتفاق سے ہمسائے کے دو بڑے قبیلے - بنی کعب اور بنی کلاب کو دعوت نہین دی تھی اور وہ بالکل چھوٹ گئے تھے - چنانچہ وہ آخر وقت تک غیر جانبدار بنے رہے -

ورید اور معائنہ فوج

ورید بن الصمہ قبیلہ ہوازن کا ایک بڑا کہن مشق تجربہ کار اور بہادر آزما سردار اور شاعر تھا - کبیر السنی کی وجہ سے بالکل بیکار - مجبور اور صاحب فراش ہو رہا تھا - مالک ابن عوف میدان جنگ مین ترتیب لشکر کے بعد صرف اپنی خوش نظمی کی داد لینے کی غرض خاص سے اسکو فوج کے معائنہ کے لیے ایک چارپائی پر اٹھا لایا بصارت اسکی زائل ہو چکی تھی - اُسنے پوچھا یہ کون مقام ہے ؟ جسکو تم نے مخالف سے مقابلہ کے لیے تجویز کیا ہے بتلایا گیا اوطاس (حنین) ہے - ورید بولا مقام تو مناسب ہے زمین بھی صف آرائی کے لیے موزون ہے نہ اتنی سخت کہ پاؤن مین کانٹون سی چبھے اور نہ اسقدر ملائم کہ کھڑے ہون تو پاؤن دھنسین - اسی اثنا مین بچون کے رونے کی آوازین اُس کے کانون مین آئین - تو اس نے متعجب ہو کر پوچھا کہ بچہ کو کون ساتھ لایا ہے کہا گیا کہ اہل و عیال بھی اس جنگ مین اس خیال سے ساتھ لائے گئے ہین کہ لوگ تنہائی - غیرت - جگرداری اور پاداری کے ساتھ لڑین اور میدان سے نہ ہٹین - یہ سن کر ورید بیساختہ ہنس پڑا اور کہنے لگا ! سنو! جب پاؤن اُکھڑے اور دل ہٹے - تو کوئی نہین جا سکتا - معرکہ کارزار مین اگر کچھ کام آتی ہے تو اکیلے تلوار باقی سب بیکار - یاد رکھو - تمھاری قسمت کی بدر دی نے تمکو اگر شاہد مدعا کی رونمائی نہین کی ! اور تم نے منہ کی کھائی تو پھر یہ عورتین تمھاری گردنون مین ذلت و رسوائی کا طوق بن جائین گی -

اس کے بعد اس کہن سال اور تجربہ کار عرب کے سپہ سالار نے دریافت کیا کہ بنی کعب اور بنی کلاب کے لوگ اس جمعیت مین شریک نہین ہین - جواب دیا گیا - نہین - اُس نے کہا تعجب ہے کہ یہ معرکہ قومی امتیاز و اعزاز کا تو معیار قرار دیا جاوے اور قوم کے دو بڑے بڑے مشہور و معروف قبائل اس کی شرکت سے کنارہ کش اور دست بردار ہین - غالباً وہ اسکو معرکہ امتیاز نہین سمجھتے - پھر ورید نے مالک ابن عوف کو صلاح دی کہ کھلے میدان مین صف آرائی سے بہتر ہے کہ اڑ پکڑ کر فوجون کی صفین درست کی جائین - یہ ترکیب زیادہ محفوظ ہے - لیکن مالک کی جوان سالہ ناتجربہ کاری کی پُرجوشی اور جرأت بیجا نے ورید کی اس مفید صلاح پر اُس کو عمل پیرا نہ ہونے دیا - اور طبری کے الفاظ مین مالک نے یہ کہکر لقد کبرت

تم بوڑھے ہوگئے اور تمہارا علم و تجربہ بھی بوڑھا ہوگیا - درید کی بات کو ٹال دیا - طبری مطبوعہ یورپ ص ۱۶۵۷

مکہ سے فوج اسلام کی روانگی

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ معظمہ سے روانگی کا قصد فرما رہے تھے کہ ہوازن کے حالات کی خبریں آنے لگیں - صحابہ میں بعض کے نزدیک یہ خبریں قابل اعتبار تھیں بعض کے نزدیک نہیں - شبلی صاحب لکھتے ہیں -

آپ نے تصدیق کے لیئے عبداللہ ابن حدرد کو بھیجا اور وہ جاسوس بنکر حنین میں آئے اور کئی دن تک فوج میں رہ کر تمام حالات تحقیق کیے - ص ۳۹۰

بس شبلی صاحب اتنا ہی لکھکر رہ گئے - یہ کچھ نہ لکھا کہ ان کی تحقیق اور حالات چشم دید پر بھی اعتبار کیا گیا یا نہیں آپ کے اس اختصار و اقتصار واقعات کی وجہ یہاں بھی وہی پائی جاتی ہے جو ایسے ایسے تمام مقامات پر آپ کو بار بار لاحق ہوتی آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان واقعات میں حضرت عمر کی مخالفت رائے - عبداللہ کے مشاہدات کے غلط ہونے پر انکا اصرار - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بالآخر جناب موصوف کو اس امر پہ سرزنش کرنا ثابت ہوتا ہے - دیکھیے وہی طبری جس سے ابھی ابھی آپ اپنے آغاز حالات کے وقعات اوپر نقل کر چکے ہیں - ان واقعات کو ذیل کے الفاظ تفصیلی میں لکھتے ہیں -

ثم اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	ابن حدرد نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں آکر تمام حالات کی خبر کی تو
فاخبرہ الخبر فدعا رسول اللہ صلعم عمر بن الخطاب	آپ نے حضرت عمر بن خطاب کو بلوایا اور اُن کو ان حالات سے مطلع کیا
فاخبرہ خبر ابن ابی حدرد فقال عمر کذب فقال	حضرت عمر نے کہا یہ سب جھوٹ ہے - ابن حدرد نے کہا تم کیا مجھے
ابن حدرد ان تکذبنی فطال ما کذبت بالحق یا	جھوٹا بناتے ہو تم تو ایک مدت تک حق (نبوت) کو جھوٹ کہتے رہے
عمر فقال عمر الا تسمع یا رسول اللہ صلعم الی ما یقول	حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم آپ سنتے ہیں ابن ابی حدرد نے
ابن ابی حدرد فقال رسول اللہ صلعم قد کنت	کیا کہا - آپ نے (رفع تکرار کے لیے) ارشاد فرمایا - اگر تم گمراہ تھے -
ضالاً فھداک اللہ یا عمر ص ۱۶۵۸	تو اے عمر - خدا نے تمہاری ہدایت فرمادی -

ابن ہشام نے ابن حدرد کے یہ الفاظ لکھے ہیں -

ان تکذبنی فربما کذبت بالحق یا عمر	تم مجھے ویسا ہی جھٹلاتے ہو جیسا ایک دن حق کو جھٹلاتے تھے - اے عمر
فقد کذبت من ھو خیر منی ص ۶۲ جلد سوم مصر	اور اُسکو جھٹلاتے تھے جو مجھ سے کہیں بہتر تھا -

صفوان سے سامان جنگ کے لئے قرض لیا گیا

بہرحال جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور تمام اہل اسلام نے عبداللہ بن حدرد کی خبر کو معتبر سمجھا بالآخر حضرت عمر کو بھی ماننا پڑا آنحضرت صلعم نے بھی مجبور ہو کر جو ہوازن کے

ان پیشقدمانہ حملات کی مدافعت کے سامان کیے۔

یہ توظاہر ہے کہ فتح مکہ سے کوئی بڑی دولت یا رقم کثیر تو ہاتھ آئی نہین تھی۔ مدینہ سے جو کچھ سامان نقد وجنس ہمراہ آیا تھا وہ سب کا سب صرف ہو چکا تھا۔ اب خلاف امید فوج کشی کا اتنا صرف کثیر پیش آگیا تو آنحضرت صلعم نے بالآخر مجبور ہوکر صفوان بن امیہ سے بقولے تیس ہزار (امام حنبل) اور بقولے دس ہزار (بخاری اور اصابہ ابن حجر) نقد اور سو عدد زرہین سامان جنگ بطور مستعار مانگ بھیجے۔ صفوان بن امیہ اگرچہ اسوقت تک اسلام نہین لائے تھے۔ لیکن فطرتاً فیاض اور مہمان نواز تھے۔ اُنھون نے پہلے آپ سے دریافت کرایا کہ یہ مطالبہ تحکماً کیا جاتا ہے یا دوستانہ آپ نے کہلا بھیجا کہ تحکما نہین ہے بلکہ قرض لیا جاتا ہے پھر رقم قرض واپس دی جاوے گی۔ اور اسلحہ جنگ بھی پھیر دیے جائین گے۔ صفوان نے نقد روپیہ بھی اور اسلحہ بھی آپ کی خدمت مین بھجوا دیے۔ طبری صفحہ ۱۶۵۹ ابن ہشام صفحہ۔ جلد ۳

مسلمانون کا ناز بیجا

آنحضرت صلعم لشکر مرتب کرکے مکہ معظمہ سے حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ دس ہزار مسلمانون کی فوج ہمراہ تھی۔ تمام سامانون سے مرتب اور آراستہ ہوکر جب لشکر اسلام مکہ سے حنین کی طرف بڑھا۔ تو مسلمانون کو اپنی کثرت جمعیت اور شان وشوکت پر بے ساختہ ناز آیا۔ شبلی صاحب اس موقع پر لکھتے ہین

شوال ۸ھ مطابق جنوری وفروری ۶۳۰ء کو اسلامی فوجین جن کی تعداد بارہ ہزار تھی اس سروسامان سے حنین کی طرف بڑھین کہ صحابہ کی زبان سے بے اختیار یہ لفظ نکل گیا کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ لیکن بارگاہ ایزدی مین یہ نازش پسند نہ تھی۔

ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین وانزل جنودا لم تروھا وعذب الذین کفروا وذلک جزاء الکافرین

جب تم اپنی کثرت پر نازان تھے۔ لیکن وہ کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگی کرنے لگی پھر تم اپنی پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مسلمانون پر تسلی نازل کی اور ایسی فوجین بھیجین جو تم نے نہین دیکھین اور کافرون کو عذاب دیا اور کافرون کی یہی سزا تھی۔

شبلی صاحب یہان بھی آپ نے اس آیہ کی شان نزول مین تمام صحابہ کو سمیٹ لیا۔ آپ کیا کیجیے۔ عادت اور ضرورت آپ کو سخت مجبور کر دیتی ہے۔ اگر آپ ان دونون سے علٰحدہ ہو جاتے۔ تو جو حضرات اس آیہ کے نزول کے باعث ہوئے ہین وہ آپ کو نظر آجاتے۔ لیکن عمداً آپ نے اسکے اظہار سے احتیاط کی اور قلم روک لیا۔ اور ہم کو تفصیل کے الزام کے لیے چھوڑ دیا۔ بہتر۔ روضۃ الاحباب مین